(زیر اہتمام)

جمعیۃ الطلبہ جامعہ نظامیہ حیدرآباد

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مجلسِ ادبیت

سرپرستِ اعلیٰ

حضرت العلامہ مولانا شاہ سید طاہر رضوی صاحب شیخ الجامعہ نظامیہ

(نگرانِ اعلیٰ)

حضرت العلامہ مولانا مفتی ابراہیم خلیل صاحب شیخ التفسیر

(مشیرِ اعلیٰ)

حضرت العلامہ مولانا مفتی خلیل احمد صاحب نائب شیخ الفقہ

مشیر: حضرت العلامہ مولانا محمد خواجہ شریف صاحب نائب شیخ الحدیث

مدیر:
سید نعمت اللہ قادری متعلم کامل الفقہ سال آخر

نائب مدیران:
حافظ محمد عبدالقدیر متعلم کامل الفقہ سال آخر
شیخ محمد عبدالغفور متعلم فاضل سال اول

تزئین کار: سید محمد یوسف حسینی کامل الفقہ سال آخر

۳۰ جمادی الاول ۱۴۰۵ھ
مطابق
۲۱ فروری ۱۹۸۵ء بروز پنجشنبہ

ہدیہ
۵ روپیہ

تجلیاتِ انوارِ نظامیہ

آغاز سخن

بے پناہ حمد و ثنا اور تعریف اس خدائے برحق کیلئے جس نے گوشت کے لوتھڑوں سے انسان کو پیدا کیا اسکو نامعلوم چیزوں کی تعلیم دی اور قلم کے ذریعہ علم دین کی اشاعت کرتا ہے۔

لاکھوں درود و سلام ہوں اس نبی امی فداہ ابی و امی صلی اللہ علیہ وسلم پر کہ جس نے جہالت و گمراہی کی گھنگھور گھٹاؤں میں بھٹکتی انسانیت کے سامنے علم و ہدایت کی شمع روشن کی و نیز ان کے برگزیدہ اصحاب امت کے علماء و صلحاء اور بانی جامعہ علیہ الرحمہ پر کہ جنہوں نے زمانہ کی تیز و تند ہواؤں کا خسروانہ مقابلہ کرتے ہوئے اس چراغ ہدایت کو جلائے رکھا۔ اولئک علیہم صلوات من ربهم واولئک هم المهتدون۔

الحمد للہ ہمارا جامعہ جسکو شیخ الاسلام عارف باللہ حضرت العلامہ حافظ انوار اللہ فاروقی فضیلت جنگ علیہ الرحمہ نے ہادی عالم کی ہدایت سامی سے قائم فرمایا اپنے قیام سے آج تک لاکھوں کروڑوں تشنگان علوم کو سیراب کر کے سنوار نکھار کر عالم، فاضل، مبلغ، مصنف کی شکل میں زمانہ کے سامنے پیش کر چکا ہے جو آج ہند و بیرون ہند اپنی انتھک کوششوں کے ساتھ علم دین کی اشاعت میں ہمہ تن مصروف ہیں۔

فرزند جامعہ کے سنوارنے اور نکھارنے میں جہاں جامعہ کی کاوشوں کا ذکر ہو رہا ہے وہیں اگر انجمن جمعیۃ الطلبہ کو یاد نہ کیا جائے تو یقیناً ناانصافی ہوگی۔ کیونکہ اسکی عمر بھی اتنی ہی ہے جتنی کہ جامعہ کی عمر ہے اور یہ بھی اپنے قیام سے آج تک اپنے منجملہ مقاصد میں سے بنیادی مقصد (طلبہ میں تحریری و تقریری صلاحیتوں کا اجاگر کرنا) میں کامیاب ہوتی آرہی ہے۔ چنانچہ سالنامہ مجلہ انوار نظامیہ اس کی کامیاب کوششوں کا نتیجہ ہے۔ زیر نظر مجلہ جو مختلف و متنوع نگارشات و منظومات کا گلدستہ ہونے کے ساتھ ساتھ منفرد المثال بھی ہے۔ یقیناً آپ کی معلومات میں ایک نئے اضافہ کا باعث ہوگا۔

سابقہ روایت کو برقرار رکھتے ہوئے اس مرتبہ بھی مجلہ کا آغاز بطور تبرک بانی علیہ الرحمہ ہی کے بلند پایہ و گرانمایہ مضمون "ذہن عقلوں کے تابع نہیں ہو سکتا" سے کیا جا رہا ہے جو حضرت ہی کی فقید المثال تصنیف "کتاب العقل" سے ماخوذ ہے۔ اس کے علاوہ مولانا سید طاہر رضوی صاحب شیخ الجامعہ کا مضمون "حقائق و دقائق" نہایت بصیرت افروز اور حقائق سے بھرپور ہے۔ اسی طرح مولانا سلطان محی الدین صاحب کا مضمون "اسلام اور فکر معاش" جو ایک نئی فکر کی طرف دعوت دیتا ہے مثلاً شیئرز کب حلال [illegible] ثابت ہو سکتا ہے اور مولانا عبد الحلیم صاحب کا مضمون "طہارت اور اسلام میں اسکی اہمیت" بھی طہارت کی اہمیت کو اجاگر کرتا ہے۔ ان سب کے علاوہ نوجوانان قلم طلبہ جامعہ کے مضامین میں سے حافظ سید بدیع الدین کا مضمون "مسلک بانی علیہ الرحمہ" اور سید یوسف حسینی کا مضمون "اولیاء اللہ حقائق کی روشنی میں" بھی نہایت مفید موثر اور قابل ذکر ہیں۔ ان کے علاوہ کئی شعراء کرام کی منظومات، اہم احادیث اور اقوال زرین سے مجلہ کو آراستہ کیا گیا ہے۔

یہ محض فضل رب کریم ہے کہ ساری کوشش کامیاب ہوئیں اور آج بانی علیہ الرحمہ کے عرس شریف کے موقع پر یہ مجلہ آپ کی خدمت میں پیش کر رہے ہیں۔ اسکے لئے ہم ہماری مجلس اساتذہ و حضرت شیخ الجامعہ، سرپرست وغیرہ کا شکر گزار ہیں کہ انہوں نے اپنے بزرگانہ گرانقدر مشوروں سے ہر ابھر پور تعاون فرمایا اور ہمیشہ کی طرح ارباب جامعہ نے بھی بہر اعانت فرمایا ہے مجلہ کی طباعت کیلئے گرانقدر رقم بھی منظور فرمائی اس کے علاوہ میر ساتھیوں اور جناب کاتب صاحب جنہیں [illegible]

نعت شریف

شیخ الاسلام عارف باللہ حضرت
العلامہ محمد انوار اللہ فاروقی علیہ الرحمۃ والرضوان

شرک ہر چند برملا تو نہیں
دیکھو دل میں وہ چھپ گیا تو نہیں

دل ٹھکانے نہیں ہے کیا باعث
وہ کسی زلف میں پھنسا تو نہیں

خودسروں کے وہ قصے کہتے ہیں
وہ ہمارا ہی ماجرا تو نہیں

دل کو وہ توڑتے ہیں یہ کہکر
بتکدہ خانہ خدا تو نہیں

دل کو ہر چیز سے تعلق ہے
کہیں درپردہ دلربا تو نہیں

پھر سوئے کعبہ لے چلا ہے دل
دیکھیے اس میں کچھ دغا تو نہیں

واں بدلتی ہے قلب کی حالت
خاک یثرب کی کیمیا تو نہیں

دیکھتے ہیں پہ بات کرتے نہیں
انورا تم پہ وہ خفا تو نہیں

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۙ اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۙ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ۭ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ۭ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ۙ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ڏ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّاۗلِّيْنَ ۝

ترجمہ: ہر طرح کی تعریف اللہ کے لئے ہے جو سارے جہاں کا پروردگار ہے بیحد مہربان نہایت رحم والا جزا اور سزا کے دن کا مالک ہے (اے پروردگار!) ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد چاہتے ہیں۔ ہم کو سیدھا راستہ چلا، ان لوگوں کا راستہ جن پر تو نے (اپنا) فضل و کرم کیا۔ نہ ان لوگوں کا راستہ جن پر تیرا غضب ہوا۔ اور نہ ان لوگوں کا جو گمراہ ہوئے۔

تفسیر یہ سورۃ مکہ معظمہ میں نازل ہوئی۔ حدیثوں میں اس کے کئی نام آئے ہیں سب سے زیادہ مشہور نام الفاتحہ ہے جو فاتحۃ الکتاب کا مخفف ہے۔ یعنی کتاب کو شروع کرنے والی، گویا یہ سورۃ قرآن مجید کا خطبہ افتتاحیہ یا دیباچہ ہے یہ سورۃ قرآن مجید کی تمام سورتوں میں خاص اہمیت رکھتی ہے اسلئے اس کا موزوں مقام قرآن مجید کا پہلا صفحہ قرار پایا۔

الحمد للہ میں یہ تعلیم دی گئی ہے کہ تمام کائنات کی اصل وہ ذات ہے جس کا نام اللہ ہے جو ہر طرح کے حسن و جمال اور خوبی و کمال کا سرچشمہ ہے کائنات میں جہاں کہیں بھی اور جس قدر بھی جمال و کمال کی جھلک دیکھی جائے وہ اسی سے ہے لہٰذا اسکو اسی سرچشمہ کی طرف پھیر دیا جائے اور یوں کہا جائے الحمد للہ ہر طرح کی حمد و ستائش اللہ ہی کو زیبا ہے۔

رب العالمین اور الرحمٰن الرحیم میں اللہ تعالیٰ کی دو جمالی صفتیں یعنی ربوبیت اور رحمت کی طرف توجہ دلائی گئی ہے اور یہ عقیدہ دلنشین کیا گیا ہے کہ کائنات سے اللہ تعالیٰ کا تعلق سرتاسر ربوبیت اور رحمت کا ہے رب العالمین میں اللہ تعالیٰ کی اس پروردگاری کا تصور دلایا گیا ہے جو کسی نسل یا قوم کے ساتھ خاص نہیں بلکہ ایسی وسیع اور

عالمگیر ہے جو ہر فرد ہر قوم اور کائنات کے ذرہ ذرہ کی پرورش فرما رہی ہے۔ الرحمٰن الرحیم یہ دونوں مبالغہ کے صیغے ہیں اور صفت رحمت کے بیان کو بڑی قوت سے پیش کر رہے ہیں تاکہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کی وسعت اور اس کے غیر محدود ہونے کا یقین دلوں میں اچھی طرح جاگزیں ہو جائے اور ان قوموں کے جاہلانہ تصورات کی بیخ کنی ہو جائے جو خدا کی طرف قہر و غضب کی صفت ہی دیکھتے اور یاد کرتے ہیں۔

مالک یوم الدین میں اللہ تعالیٰ کی صفت عدل کا تصور دلایا گیا ہے اور یہ تعلیم دی گئی ہے کہ ہرگز ایسا نہیں ہے کہ ایک بادشاہ کی طرح خدا یوں ہی کسی سے خوش ہو جاتا ہو اور کسی سے ناخوش بلکہ حقیقت یہ ہے کہ ساری کائنات میں خدا کی صفت عدل کارفرما ہے جو کائنات میں کسی چیز کے فعل و عمل کو ضائع ہونے نہیں دیتی ذرہ ذرہ کے اعمال و افعال کو محفوظ رکھتی اور ان کو نتائج بخشتی ہے۔ اس نے ہر چیز کی ایک خاصیت اور ہر عمل کا ایک نتیجہ مقرر کر دیا ہے اسلئے یقین رکھنا چاہئے کہ اس عالم کی زندگی کا کوئی مقصد اور نتیجہ ضرور ہے اور یہ کہ انسانی اعمال اپنی قدر و قیمت رکھتے ہیں اور اچھے یا برے نتیجہ پیدا کرتے ہیں، جزا و سزا کا قانون ہے اور اسی سے آخرت کی زندگی کا تصور پیدا ہوتا ہے جب انسان کے دل میں یہ حقیقت جاگزیں ہوتی کہ ہر چشمہ کائنات حق تعالیٰ کی ذات ہے تو اسکی راہ تڑپ جاتی ہے اور بے ساختہ اس کی زبان پر ایاک نعبد و ایاک نستعین جاری ہو جاتا ہے یعنی اس تصور کے ساتھ ہی انسان حق تعالیٰ کے حضور میں پہونچ جاتا ہے اور عرض کرتا ہے کہ اے حمد و ستائش والے خدا! اے رحمت و ربوبیت والے خدا! تیرے سامنے ہم سب کی حیثیت یہ ہے کہ ہم تیرے بندے اور محتاج ہیں ہم تیری عظمت و کبریائی اور اپنی بندگی بیچارگی کا اقرار کرتے ہیں اور مضبوط عہد کرتے ہیں کہ اپنی بندگی کا رشتہ ہمیشہ تجھی سے جوڑیں گے اور اپنا سر نیاز تیرے ہی سامنے جھکائیں گے اور اپنی احتیاجات کے پورا کرنے میں ہمیشہ تیری ہی مدد کے طالب ہونگے منزل مقصود متعین ہونے کے بعد عملی نقطہ نظر سے راہ نجات کے جاننے اور پہچاننے کی تمنا انسان کے دل میں پیدا ہوتی ہے جس کیلئے وہ خدا کے حضور میں اھدنا الصراط المستقیم کی التجا کرتا ہے۔

راہ نجات کی تعبیر صراط مستقیم یعنی سیدھی راہ سے کی گئی ہے جو ایک سادہ صحیح اور بلیغ تعبیر ہے پھر صراط الذین انعمت علیہم غیر المغضوب علیہم ولا الضالین میں صراط مستقیم کی ایک سیدھی سادی اور جانی پہچانی پہچان بتا دی زندگی کی دو راہیں ہیں ایک نیک اور کامیاب انسانوں کی اور دوسرے بھٹکے ہوئے اور ناکام لوگوں کی پہلی جماعت انبیاء صدیقین، شہداء اور صالحین کی ہے۔ اس جماعت کے ہر گروہ انبیاء ہیں جو وحی الٰہی کی روشنی میں زندگی کا سفر طے کرتے ہیں ان کی پیروی میں لوگ علم و عمل کے لحاظ سے صدیقین، شہداء اور صالحین کے گروہوں میں اپنا اپنا مقام بناتے ہیں۔ یہ سب بزرگ ہدایت یافتہ، نجات یافتہ اور اللہ تعالیٰ کے انعامات سے سرفراز ہیں ان کے مقابل وہ لوگ ہیں جو انبیاء کی رہبری سے منہ پھیر لیتے ہیں اسلئے راستہ بھٹک جاتے ہیں اور خدا کے غضب کے مستحق ٹھہرتے ہیں قرآن مجید دونوں جماعتوں کے صفات ان کے عقائد و اعمال صاف صاف اور دلنشیں پیرایہ میں بیان کرتا ہے تاکہ لوگ گمراہوں کے طریقوں سے بچیں اور ہدایت یافتہ بزرگوں کی زندگیوں کو اپنے لئے مشعل راہ بنائیں اور دین و دنیا میں کامیاب و بامراد ہوں۔ ●●

معارف آگاہ حقائق دستگاہ العارف باللہ شیخ الاسلام

مولانا شاہ انوار اللہ فاروقی علیہ الرحمہ بانی جامعہ نظامیہ

اقتباس از کتاب العقل

الحمد للہ المنزہ بذاتہ والصلاۃ والسلام علی سید الانبیاء والمرسلین وعلی آلہ واصحابہ اجمعین

بعد حمد وصلوٰۃ کے حضرات اہل ایمان کی خدمت میں گذارش ہے کہ اگرچہ زمانہ سابقہ میں بھی ہر شخص جملہ احکام شرعیہ کا پورے طور سے عامل نہ ہوگا اسلئے کہ باعتبار عمل کے ہر زمانہ میں خواص و عوام میں فرق رہا کیا ہے مگر نفس ایمان اور اعتقادی مسائل میں باہم کوئی فرق اور کسی قسم کا امتیاز نہ تھا اگر خاص لوگ باعتبار تفصیلی اعتقاد کے عوام الناس سے ممتاز ہوتے تو عوام الناس اس تفصیل کو اس اجمال میں داخل کر لیتے کہ جو کچھ خدائے تعالیٰ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہم سب پر ایمان لائے اور جب کبھی کسی عالم معتمد علیہ نے کسی مسئلہ کی نسبت کہدیا کہ اس میں یہ اعتقاد چاہیئے تو فوراً مان لیتے بخلاف اس زمانہ کے کہ علاوہ تقصیر عمل کے اعتقادات میں بھی بہت کچھ فساد آگیا ہے اور ہنوز یہ مرض روبہ ترقی ہے اصل منشا اس خرابی کا یہ ہے کہ اکثر طبیعتوں میں خود رائی اور خود پسندی آگئی ہے ہر ایک کو اپنی عقل پر ناز اور اپنی طبیعت پر اعتماد ہے اور یہ ذہن میں سمائی ہوئی ہے کہ کیسی ہی مشکل بات ہو ہم سمجھ سکتے ہیں جسکا مطلب یہ ہے کہ جو بات انکی سمجھ میں نہ آئے وہ خلاف واقع ہے چنانچہ اسی بنا پر جو بات قرآن و حدیث میں خلاف عادت دیکھتے ہیں اس کو خلاف عقل سمجھ کر کچھ نہ کچھ تاویل کر لیتے ہیں اور سخت آفت یہ ہیکہ ہمارے علماء بھی بطور افتخار کے کہا کرتے ہیں کہ ہمارا دین عقل کے مطابق ہے جس کی وجہ سے ہر جاہل بلکہ احمق بات بات میں عقل لگانے پر مستعد ہو جاتا ہے یہ کوئی نہیں کہتا کہ دین جس عقل کے مطابق ہے وہ یہ معمولی عقل نہیں ہے جس نے دائرہ محسوسات سے پاؤں باہر نہ رکھا اور یہ خیال کسی کو نہیں آتا کہ اگر یہ ضروری ہو کہ دین ہماری عقل کے مطابق

ہو اور ضرورت صرف اس سے رفع ہوجاتی ہے کہ جو
بات سمجھ میں نہ آئے اس کو تاویل کرکے مطابق عقل بنالیں
تو ہمارا دین تو کیا کوئی دین ممتاز نہ رہتا کیونکہ کوئی بات
ایسی نہ ہوگی جس کی تاویل نہ ہوسکے جب سب تاویل پذیر
ہوں تو جائز ہے کہ کوئی شخص ہر مسئلہ میں ایک قسم کا اعتقاد
گھڑے اور جس دین میں اسکے خلاف ہو تو اس کی تاویل
کرکے اپنے اعتقاد کے مطابق بنالے اس مجموعہ پر یہ بات
صادق آسکے گی کہ وہ مجموعہ تمام ادیان کا مجموعہ ہے اور
اس وقت یہ کہنا ممکن ہوگا کہ جمیع ادیان میں باہم کوئی
مخالفت ہی نہیں سب ایک ہی ہیں اور یہ لازم آئے گا کہ کوئی
معین مجموعہ نہ رہے بلکہ دین تابع اشخاص ہوجائے حالانکہ
یہ بات ایسی ظاہر البطلان ہے کہ کوئی دین والا اس پر راضی
نہ ہوگا کیونکہ جب تقلید اور پابندی نقل کی چھوڑ دیجائے
اور عقل ہی پر مدار رہے تو کونسی چیز ہے جو عقل کو روک سکے
اسلئے کہ آدمی کی طبیعت کا مقتضی ہے کہ جس چیز کی طرف
توجہ ہوتی ہے اس کی حقیقت اور اسباب و لوازم وغیرہ کی
دریافت کا شوق ہوتا ہے اور جس قدر عقل میں حدت و
چالاکی ہوگی اسکو ہی کوشش سے کوئی نئی بات پیدا کرنا اچھا
معلوم ہوگا اور ظاہر ہے کہ عقلوں میں تفاوت ہوا کرتا ہے
اس صورت میں بے انتہا اختلاف پیدا ہونگے۔

الحاصل اس خودرائی کا دین پر ایسا برا اثر پڑ
رہا ہے کہ معاذ اللہ بے دینی دین بن رہی ہے اگرچہ
کہ کہنے سننے سے اس بلا کا دفع ہونا ممکن نہیں مگر چونکہ خیرخواہی
کا مقتضی یہ ہے کہ جو حق بات ہو کہدیجائے چاہے کوئی مانے
یا نہ مانے۔ جب اہل اسلام کے نزدیک مسلم ہے کہ ہمارا دین
وہی ہے جو قرآن و حدیث سے ثابت ہے تو قرآن و حدیث
جو راہ بتلائیں اسی راہ پر عقل کو چلانا اور اس کے مطابق
اعتقاد رکھنا لازم ہے کیونکہ تصدیق اسی چیز کی مطلوب
ہوا کرتی ہے کہ جسکو عقل باور نہ کرے ورنہ ان امور کی تصدیق
طلب کرنا جو مطابق عقل ہوں تحصیل حاصل ہے مثلاً کوئی
کسی سے کہے کہ آفتاب روشن ہونے کی تصدیق کرو اور اسپر
ایمان لاؤ تو یہ درخواست فضول سمجھی جائے گی اس سے
معلوم ہوا کہ قرآن و حدیث میں معمولی عقلوں کے خلاف
امور بھی ہیں اور ان سب کو بصدق دل ماننے اور تصدیق
کرنے والے کو مومن اور ایمان دار کہتے ہیں جن کی تعریف
میں حق تعالیٰ يُؤْمِنُونَ بِالْغَيْبِ فرماتا ہے اور چونکہ
خلاف عقل امور کی تصدیق کرنا نہایت سخت کام ہے
کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ کسی کے دباؤ یا اور کوئی وجہ سے
آدمی سرسری طور پر مان لیتا ہے اور فی الحقیقت پوری
تصدیق ان کی نہیں ہوتی اس لئے حق تعالیٰ اہل ایمان کو
بھی ایمان لانے کے واسطے امر فرماتا چنانچہ ارشاد ہے۔
يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا آمِنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ
وَالْكِتَابِ الَّذِي نَزَّلَ عَلَىٰ رَسُولِهِ وَالْكِتَابِ
الَّذِي أَنْزَلَ مِنْ قَبْلُ۔

یعنے اے ایمان والو تصدیق کرو ایسا نہ ہو کہ کہیں ظن
ہی کو تصدیق سمجھ بیٹھو کیونکہ ظن سے کچھ نفع نہیں۔
چنانچہ ارشاد ہے إِنَّ الظَّنَّ لَا يُغْنِي مِنَ الْحَقِّ
شَيْئًا۔ عاقل پر خلاف عقل امور کی تصدیق شاق ہونیکی
وجہ سے حق تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے انبیاء علیہم السلام
کو معجزے عنایت فرمائے تا کہ خوارق عادات کو جو سراسر
مخالف ہیں دیکھ کر مجبور ہوں اور یہ بات ثابت ہوجائے
کہ حق تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے جو چاہتا ہے کرسکتا ہے۔

جس طرح چاند کے دو ٹکڑے ہو جانا کنکریوں کا بات کرنا جانوروں کا سر بسجود ہونا۔ انگلیوں سے چشمہ جاری ہونا۔ جھاڑوں کا مثل آدمیوں کے صرف بلانے سے آنا اور پھر اپنے مقام پر چلے جانا۔ ایک مشت خاک سے ایک بڑے لشکر کو ہزیمت دینا وغیرہ وغیرہ۔

امور جنکو معمولی عقل محال سمجھتی ہے جب بے تکلف اونٰی اشاروں سے واقع کرکے بتلا دیئے گئے تو عقل کو خدا اور رسول کی کسی بات میں تردد کا موقع نہ رہا کہ ان کو خلاف واقع سمجھے کیونکہ جب ہزارہا امور جن کا وقوع محال سمجھا جاتا ہے واقع ہوگئے تو یہ بھی منجملہ انہیں کے ہونگے جن کا وقوع قدرت الٰہی سے کچھ بعید نہیں۔

الغرض جو لوگ اہل انصاف و حق پسند تھے انہوں نے اپنی عقلوں کو خدا اور رسول کے کلام کے آگے مسخر کر دیا تھا اور جن کی طبیعتوں پر عصبیت و عناد غالب تھے صرف نفسانیت سے انہوں نے نہ مانا اور معجزات کو سحر بتلایا صرف اسی مناسبت سے کہ سحر سے بھی خلاف عادت امور کا ظہور ہوا کرتا ہے۔ حالانکہ سحر کجا معجزہ کجا سحر سے چند معین چیزیں ہوا کرتے ہیں اس میں یہ اقتدار کہاں کہ آسمان میں تصرف جاری کرے معجزات کے مقابلہ میں تو ساحر خود عاجز ہوکر یہ کہتے تھے کہ یہ امور قدرت بشری سے خارج ہیں۔

الحاصل جو لوگ انصاف پسند اور طالب راہ صواب تھے انہوں نے خوب تحقیقیں کیں اور قرائن و آثار میں بخوبی غور کیا جب کسی قسم کا شک نہ رہا بصدق دل ایمان لایا بلکہ بعد تکرار مشاہدات کے خود بخود تصدیق آگئی جیسے تجربیات میں ہوا کرتا ہے اور جو جو عار و ننگ اس زمانہ میں سمجھا جاتا تھا مثلاً خلاف عقل باتوں کو مان لینا بے وقوفی اور حماقت ہے اور ایک شخص خاص کے مطیع و فرماں بردار مثل غلام بن جانا خلاف حمیت و حریت ہے سب کو گوارا کیا اسکے بعد کیسے ہی مخالف عقل باتیں پیش ہوئیں فوراً مان لیا معراج کا واقعہ دیکھ لیجئے کہ کس قدر حیرت انگیز تھا ہزاروں سال کی مسافت اور بڑے بڑے حجابات طے کرکے چند دقیقوں میں واپس تشریف فرما ہونا معمولی عقلوں کے ادراک سے کسقدر دور ہے مگر ان حضرات نے ذرا بھی تامل نہ کیا اور بلا دریافت کیفیت فوراً قبول کر لیا پھر ان کی اولاد ان کے جانشین ہوتی اور اسی طریقۂ آبائی کو انہوں نے بھی اختیار کیا ہرچند انہوں نے کوئی معجزات نہیں دیکھے جس سے عقل مسخر ہوتی مگر اپنے اسلاف و آباء و اجداد کی عقلمندی و حق پسندی پر انکو پورا بھروسہ تھا ان کے دیکھے ہوئے واقعات کرائی العین پیش نظر تھے جس سے انکی عقلیں بھی مہذب ہوئیں اور ایسا ہی دستور بھی ہے کہ جب آدمی کو کسی پر اعتقاد ہوتا ہے تو اس معتمد علیہ کے دیکھے اور سمجھے ہوئے معاملہ کو اپنی تحقیق پر مقدم رکھا کرتا ہے خصوصاً وہ معاملہ جسکی تحقیق و تصدیق تخمیناً ایک لاکھ سے زیادہ عقلمند صحابہ نے کی ہو اور وہ بتواتر پایۂ ثبوت کو پہونچا ہو اسکی تکذیب کوئی عاقل کیونکر کر سکتا ہے کیونکہ ایک لاکھ سے زیادہ آدمیوں کا خبر دینا کوئی ایسی بات نہیں کہ کسی قسم کی عقل کو اسکی تکذیب کا موقع مل سکے۔ سو پچاس آدمی جب کسی چیز کی خبر دیتے ہیں تو اس کا انکار نہیں ہو سکتا چہ جائیکہ لاکھ سے زیادہ آدمی مختلف ملکوں کے اپنے ایمان کی خبر دیں اور ایمان کے وہی معنی ہیں جو اوپر مذکور ہوئے۔

الغرض اولاد خلف الصدق اصحاب کے نسلاً بعد نسل طریقۂ آبائی پر قائم رہے اور ان پر کوئی تہمت نہ لگائی اس اثنا میں

تھوڑے دن تک ایسے بھی پیدا ہوئے کہ اپنے آباؤ اجداد اور پیر
انہوں نے پورا بھروسہ ترک کیا اور ہر ہر بات میں از سر نو تحقیق
شروع کی جب سے وہ دولت ایمان جو بڑے بڑے بزرگوں
سے ہاتھ آئی تھی ہاتھوں ہاتھوں میں جانے لگی اور پھر اس دشمن
ایمان یعنی عقل نا تراشیدہ کو تسلط ہو گیا۔ اب وہ معجزہ کہاں جس
سے اسکی سرکوبی ہوتی اور وہ تاثیر انظار سراپا فیض رحمۃ
للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کہاں جس سے دل اطمینان و تسکین
پاتے بیچارہ ایمان کو ایسی بیکسی کی حالت میں عقل کے روزانہ
حملوں سے سر چھپانا مشکل ہوا ظاہر ہے کہ جس کی رعیت ہی کی یہ حالت
ہو تو وہ اپنی ریاست میں کیا تصرف کر سکے اس وجہ سے
ایمان کے آزادانہ تصرف میں فتور واقع ہو گیا وہ استقلال
جو ہر بات کو بے کھٹکے ماننے پر دل کو مجبور کرتا تھا جاتا رہا اب
بات بات میں محتاج ہے کہ اگر عقل کی اجازت ہو تو خدا و
رسول کے حکم کو نافذ کرے یعنی دل کو انہیں قبول کرنے پر
مجبور کرے جبکہ قبول کرنے کی اجازت عقل نے دی ہو غرض
شیرازہ اس یقین کا جو ایک زمانہ تک مستحکم تھا بوسیدہ
ہو گیا اور منتظم اوراق متفرق ہونے لگے یعنی جو کسی کے سمجھ میں
آگیا اسکو تو بحال رکھا اور جو سمجھ میں نہ آیا اس کو بے ضرورت
سمجھ کر رشتہ تعلق ایمانی سے خارج کر دیا یعنی اس کے معنی
منطوق پر ایمان نہ لایا اور یہ کہدیا کہ مراد اس سے وہ نہیں
جو ظاہراً سمجھ میں آتا ہے پھر جو جی چاہا تاویل کر کے کچھ نہ کچھ
بنالئے اور اسکی کچھ پروا نہ کی کہ حق تعالی نے اس باب میں
کسقدر عتاب فرمایا ہے ارشاد ہوتا ہے :-

أَفَتُؤْمِنُونَ بِبَعْضِ الْكِتَابِ وَتَكْفُرُونَ بِبَعْضٍ فَمَا جَزَاءُ مَنْ يَفْعَلُ ذَٰلِكَ مِنْكُمْ إِلَّا خِزْيٌ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ يُرَدُّونَ إِلَىٰ أَشَدِّ الْعَذَابِ ۗ وَمَا اللَّهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُونَ ○

یعنی کیا تم تھوڑی سی کتاب پر ایمان لاتے ہو اور
تھوڑی پر نہیں لاتے اس کی جزا یہی ہے کہ دنیا میں تم
رسوا ہوگے اور قیامت میں سخت عذاب میں ڈالے جاؤ گے
اور جو کرتے ہو اس سے اللہ تعالی غافل نہیں ہے۔
یہ نتیجہ اسکا ہے کہ اپنے بزرگواروں پر الزام کم عقلی
اور بے انصافی کا لگایا گیا ورنہ طے شدہ معاملہ کو از سر نو
تازہ کرنا خود کم عقلی اور بے انصافی کی دلیل ہے خصوصاً
ایسے وقت میں کہ ایک جانب کا بینہ فوت ہو جائے کیونکہ
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا تشریف فرما ہونا صرف اسی
غرض سے تھا کہ دلوں سے اس موہومی عقلوں کے تسلط کو
جس میں ایک عالم مبتلا تھا دور کر کے ایمان کی سلطنت قائم
فرما دیں چنانچہ تائید جوش معجزات عقل کو ہزیمت
دیکر ایمان کی سلطنت دل میں قائم فرمائی یا یوں کہئے کہ
ایمان مدعی ہے اور عقل مدعی علیہ الغرض معجزات بعد
اسکے کہ شہادت گواہان اور اعتراف مدعی علیہ سے مقدمہ
فیصل ہو گیا اور شہود مفقود ہو گئے ایک زمانہ دراز کے
بعد مدعی علیہ پھر ستہ مد کام اٹھ چاہے تو عقلاً کیونکر اسکی
سماعت ہو سکے مگر کسی نے اس پر غور نہ کیا اور وہ مثل صادق
آگئی تنہا پیش قاضی روی راضی آئی آخر عقل ہی کی چل گئی
اب اہل ایمان بیچارے حیران ہیں نہ کوئی معین ہے نہ مددگار
نہ خصم کو قائل کرنے والا کسی نے ایسے موقع میں مقابلہ خصم
نامناسب سمجھ کر زاویہ عزلت کو اختیار کیا اس خیال
سے کہ دو ہجرت شریف دشمن جان در بغل موجود ہیں ایسے
نہ ہو کہ خربوزہ کو دیکھ کر خربوزہ رنگ بدلے۔ کسی نے جرأت

کرکے طریقہ گم والا نسلم کو عمل میں لایا اکثر لوگ ایمان کی
طرفداری تو کر رہے ہیں مگر اسی کے دشمن جانی یعنے
عقل سے مدد لے کر عقل سے مقابلہ کرتے ہیں اور یہ نہیں
جانتے کہ دشمن کی بتائی ہوئی راہ لے کا انجام کیا ہوا کرتا
ہے خصوصاً جو دانا دشمن ہو کہیں دشمنوں کے جوق جوق
بصورتِ دوست جنگ زرگری میں مشغول ہیں ۔ تاکہ سادہ لوح
ان کو اپنے سمجھ کر دام میں آجائیں۔ غرض جدھر دیکھئے ایمان
نشانہ بنا ہوا ہے اور ہر طرف سے اس پر عقلی تیر اندازیاں
ہو رہی ہیں اور ہر طرف ایک تہلکہ مچا ہوا ہے الاماں۔
بڑی وجہ عقل کے سر اٹھانے کی یہ ہے کہ زمانہ معجزات
جس سے اس کی سرکوبی ہوتی تھی دور ہو گیا اس وجہ سے
وہ اباد لاغری کے مقام میں ہے مگر یہ سب اس کے دعاوی
ہیں اب بھی اگر وہ علما جو ایمان کے طرفدار ہیں توجہ کریں
تو اس کی قلعی کھل جائے اور معلوم ہو کہ وہ کہاں تک
چل سکتی ہے پھر جب وہ تھکے اور ثابت ہو جائے کہ وہ
ہر جگہ چل نہیں سکتی تو وہ دعویٰ کہ جو چیز خلاف عقل ہے
ماننے کے قابل نہیں خود بخود لغو ہو جائیگا اور یہ بات
اہل انصاف پر ظاہر ہو جائے گی کہ خدا اور رسول کے
قول کے مقابل عقل ناتراشیدہ کو لانا بڑی حماقت ہے۔
اگر غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ عقل کا تصرف
اور ادراک صرف دائرہ محسوسات ہی میں محدود ہے
گو برائے نام معقولات خارج محسوسات ہوں اس لئے
کہ جب تک کوئی چیز محسوس یا وجدانی نہ ہو سکا ادراک
عقل ہرگز نہیں کر سکتی۔ **

بقیہ صفحہ ۱ آپ معاش اور اسلام

اور ان کی شان یہ ہونا چاہئے کہ گفتگو کرے تو جھوٹ
نہ بولے جب ان پر بھروسہ کیا جاتا ہے تو خیانت نہیں
کرتے اور جب وعدہ کرتے ہیں تو اسے توڑتے نہیں اگر
خریدتے ہیں تو اس چیز کی برائی نہیں کرتے۔ اور اگر بیچتے ہیں
تو اس کی تعریف نہیں کرتے اور اگر کسی کا قرض ہوتا ہے تو
اس پر سختی نہیں کرتے۔ آج کل کے زمانہ میں تو ناپ
تول میں کمی کرتے ہیں اس سے ہم کو اجتناب کرنا ضروری ہے
حدیث شریف میں ہے لا یدخل الجنۃ جسد
غذا زھا الحرام۔
ترجمہ: حرام کے ذریعہ سے غذا پایا ہو جسم جنت میں
داخل نہ ہوگا" (روایت کی مشکوٰۃ نے)
دیکھئے بڑے بڑے صحابہ کرام سلف الصالحین نے بڑی
سے بڑی تجارت کرتے تھے لیکن دھوکہ فریب سودی لین دین
اور ترک زکوٰۃ ناپ تول میں کبھی کمی نہیں کرتے تھے اور ہر
ایک کو اپنا اپنا حصہ دیتے تھے۔ اسی طرح ایک واقعہ ہے
کہ حضرت عمر فاروق ایک انصاری سے پوچھے کہ تمہارے مزدور
نے کچھ کام بھی کیا انصاری نے کہا اچھا کام کیا آپ نے
فرمایا اسے میرے پاس حاضر کرو اور اس کی جو کچھ اجرت
جمع ہوئی وہ بھی لے آؤ اور اس کو لایا گیا اور ساتھ ہی
درہم کی تھیلی بھی لائی گئی حضرت عمر فاروقؓ نے اس مزدور
سے فرمایا یہ تھیلی لے لے اور اب تجھے اختیار ہے خواہ
جہاد کر یا بیٹھا رہ (کنز العمال)
دیکھا آپ نے صحابہ کرام کو خدا اور اسکے رسول کا اور
آخرت کا بہت خوف تھا۔ اے خدا ہم سب کو صحابہ کرام
سلف الصالحین کے راستہ پر چلنے کی توفیق عطا فرما۔ آمین

الحمدللہ الظاہر فی مظاہر الاکوان الباطن عن مدارک العقول والاذہان الاول ان یحدث الزمان الآخر بعد انقضآ الدوران۔ والصلوٰۃ والسلام علےٰ نورہ سیدنا محمد منبع للجود والکرم وعلی آلہ مفاتح خزائن اسرارہ واصحابہ مصابیح انوارہ ومن تبعھم باحسان

امابعد قرآن میں ہے۔ هل جزاء الاحسان الا الاحسان۔
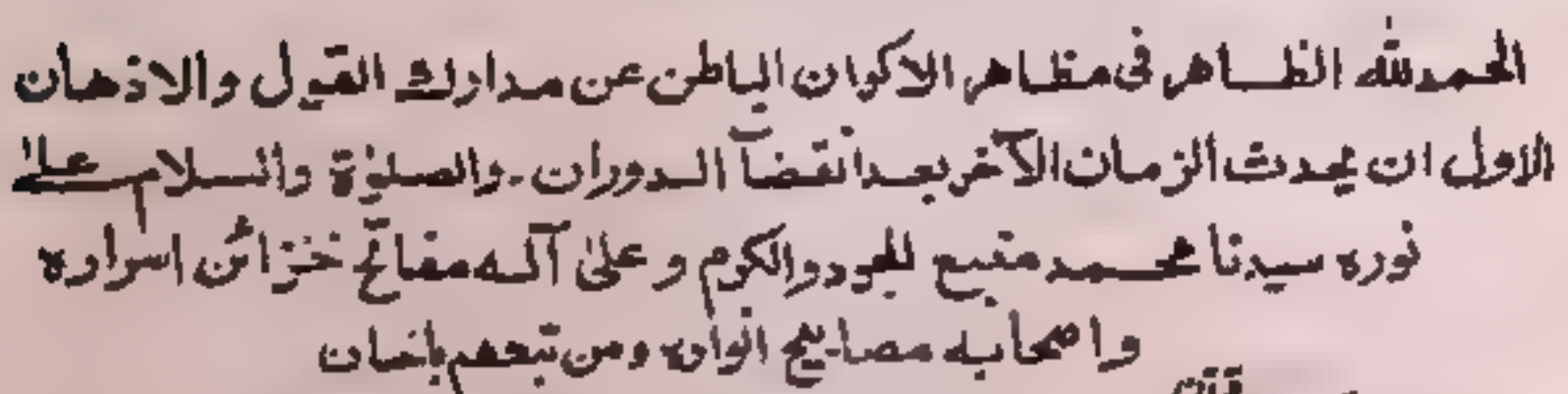
احسان

ترجمہ: احسان کا بدلہ احسان سے دیا جائے۔

حدیث: ان لکل شئ ظھرًا وبطنًا ان لکل آیۃ ظھرًا وبطنًا۔

ترجمہ: ہر چیز کا ظاہر و باطن ہے۔ قرآن کی ہر آیت کا ظاہر اور باطن ہے۔

اقسام احسان

مقام احسان جس کا ذکر حدیث میں اس طرح وارد ہے۔ ان تعبد اللہ کانک تراہ فان لم تکن تراہ فانہ یراک۔

ترجمہ: اللہ کی عبادت تو اس طرح کر گویا تو اسے دیکھ رہا ہے پس اگر تو اسے نہیں دیکھ رہا ہے تو یہ علم میں رکھ کر وہ تجھے دیکھ رہا ہے فانہ یراک اصل میں فاعلم انہ یراک ہے۔

مشاہدہ

اس حدیث میں پہلا جزء کانک تراہ مشاہدہ ہے۔

مراقبہ

اور دوسرا جزء فانہ یراک کو پیش نظر رکھنا مراقبہ ہے۔ علماء ظاہر کے پاس پہلا جزء اعلیٰ ہے لیکن علماء باطن (صوفیاء) کے پاس دوسرا جزء اعلیٰ ہے کیونکہ خدا کی ذات وصفات کامل اور بندہ کی ذات وصفات ناقص اور ناقص کامل کی رؤیت کا کما حقہ نہ ظاہرًا ادراک کرسکتا نہ باطنًا۔ اس لئے صوفیاء کے پاس پہلا جزء اعلیٰ نہیں بہ خلاف دوسرے جزء کہ بندہ اپنی صفت رؤیت کو خدا کے حوالے کیا جیسا کہ فان لم تکن تراہ سے ظاہر ہے اور خدا ہی کو خدا کی رؤیت کے پرتو سے دیکھے گا اور خدا کی رؤیت کا پرتو کامل۔ تو اب بندہ اپنی ناقص صفت سے نہیں بلکہ خدا کی صفت کاملہ کے پرتو

سے کامل رؤیت کا مشاہدہ کرے گا۔

فرق مابین احسان و ایقان حضرۃ العلامہ صوفی عبد الکریم جیلی قدس سرہٗ نے اپنی کتاب "الانسان الکامل" میں ذکر کیا ہے کہ مقام ایقان مقام احسان سے اعلیٰ ہے لیکن میرے والد ماجد پیر و مرشد قبلہ حضرت العلامہ سید ابراہیم ادیب رضوی قادری نے اپنی تصنیف میں قلم بند کیا ہے کہ مقام احسان اعلیٰ ہے مقام ایقان سے کیونکہ مقام ایقان حاصل ہوتا ہے مشاہدۂ کائنات سے جیسا کہ قرآن مجید میں وارد ہے وکذٰلک نری ابراھیم ملکوت السمٰوٰت والارض ولیکون من الموقنین سے ثابت ہے۔ ترجمہ: اور اسی طرح ہم نے ابراہیم کو آسمانوں اور زمین کی فرمانروائی، بادشاہت دکھلائی تاکہ وہ یقین کرنے والوں میں سے ہو جائیں۔

مقام احسان پر فائز ہونے سے مشاہدۂ حق تعالیٰ اور اس کے جلوے مشہود ہوتے ہیں اور مشاہدہ حق تعالیٰ اعلیٰ ہے مشاہدہ کائنات سے تو نتیجتاً یہ ثابت ہوا کہ مقام احسان اعلیٰ ہے مقام ایقان سے۔

احسان ظاہری قرآن۔ ھل جزآء الاحسان الا الاحسان سے احسان ظاہری متعارف ہے۔

ثمرۂ احسان حضور اکرم نے ارشاد فرمایا کہ میں حضرت ابراہیم کی دعا کا ثمرہ ہوں امت محمدیہ پر حضرت ابراہیمؑ کا احسان ہے کہ مجھے مبعوث فرمایا اس احسان کا بدلہ احسان سے کم از کم اتنا تو دیا جائے کہ جب قاعدہ اخیرہ میں مجھ پہ درود بھیجے تو ان کا بھی نام لے لیا کرو تاکہ ھل جزآء الاحسان الا الاحسان کا مصداق ہو۔

احسان باطنی احسن کما احسن اللّٰہ الیک ترجمہ: اے بندہ احسان کر جس طرح خدا نے تجھ پر احسان کیا۔

آیت کریمہ میں احسان باطنی کی طرف اشارہ ہو رہا ہے یعنی جس طرح خدا نے تجھ پر احسان کیا کہ تجھے ظاہر کیا خود باطن ہو گیا اب اس احسان کا بدلہ احسان سے اس طرح دے کر کمالِ اتباعِ شریعت اور کمالِ محبت کے ذریعہ تو باطن ہو جائے خدا ظاہر یعنی فنا فی اللّٰہ بقا باللّٰہ ہو جائے۔

دیگر احسانِ عقیدہ، احسانِ نیت، احسانِ عبادت، احسانِ عمل، احسانِ معرفت، احسانِ عظمت، احسانِ عشق و محبت، احسانِ ذکر لسانی، احسانِ ذکر قلبی، احسانِ اخلاق، احسانِ ذکر روحی، احسانِ نقلِ ادائے رسول اکرم، احسانِ وصل، احسان توحید، احسان تزکیہ نفس، احسانِ تصفیہ قلب، احسان جلاء روح، احسانِ ایمان، احسانِ اسلامِ جسمانی، احسانِ اسلامِ روحانی۔

رات اور دن علامہ اسمٰعیل حقی نے اپنی تفسیر روح البیان میں اسلام جسمانی کو رات سے تعبیر کیا ہے اور اسلام روحانی کو دن سے تعبیر کیا ہے جس کی تفصیل مالک یوم الدین میں فرمائی ہے۔

معنیٔ ظاہری قرآن۔ ان اللّٰہ لا یغفر ان یشرک بہ ویغفر ما دون ذٰلک ترجمہ: بے شک اللّٰہ نہیں مغفرت فرمائے گا یہ کہ اس کے ساتھ شریک ٹھہرایا جائے اور اس کے سوا مغفرت فرمائیگا۔ شرک کرنے پر ڈرایا دھمکایا جا رہا ہے اور مغفرت نہ

کیجانے کی وعید ہے یعنی خدا کی ذات وصفات میں کسی کو شریک نہ ٹھیرایا جائے وہی وحدہ لاشریک لہ ہے وہی صفت الوہیت سے متصف ہے اسی کی طرف لا الٰہ الا اللّٰہ میں لا اور الاّ لایا جاکر تاکید اور تخصیص کی گئی۔

معنی باطنی مغفرت وجود جرم پر ہوتی ہے جہاں جرم کا وجود نہیں وہاں مغفرت کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا یہ ظاہر ہے کہ حقیقت میں خدا کے شریک کا وجود ہی نہیں جیسے لاشریک لہ سے ظاہر قل ھو اللّٰہ احد سے ثابت اور لو کان فیھما الھۃ الا اللّٰہ لفسدتا سے واضح ہے۔

جب شریک یعنی موصوف کا وجود حقیقت میں نہیں تو شرک یعنی صفت کا وجود بھی حقیقت میں نہیں کیونکہ صفت موصوف لازم وملزوم ہیں۔

محققین اہل تحقیق نے وجود کی تین قسمیں تبلائی ہیں۔ ۱۔ واجب الوجود (حق تعالیٰ) ۲۔ ممکن الوجود (مخلوقات) ۳۔ ممتنع الوجود (خدا کا شریک)

الحاصل شرک ایک ایسا جرم معتبر ہو رہا ہے جس کا حقیقت میں وجود ہی نہیں ہے اور جس جرم کا حقیقت میں وجود نہیں وہ مقام مغفرت نہیں اسی معنیٰ باطنی کی طرف ان اللّٰہ لا یغفر سے اشارہ لفظ تاکید "ان" کے ساتھ کیا گیا اس کے سوا ہر جرم کا وجود حقیقت میں ہے اسی کی طرف و یغفر ما دون ذلک سے صراحت کی گئی۔

سوال جب شرک ایسا جرم معتبر ہوا جس کا وجود حقیقت میں نہیں تو اس سے یہ لازم آئے گا کہ شرک کرنے والے مجرم نہیں کیونکہ جب جرم نہیں تو مجرم کیسے؟ نیز شرک کرنے والے داخل جنت ہو جائیں۔

جواب جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا کہ شرک ایسا جرم ہے جس کا حقیقت میں وجود ہی نہیں ہے اور جس جرم کا حقیقت میں وجود نہ ہو وہ مقام مغفرت نہیں جسکی طرف لا یغفر سے اشارہ ہوا مگر شرک کا اعتبار مشرکوں کے عقیدوں' توہموں میں ہو رہا ہے اور اس عقیدوں کے اعتبار کرتے قرآن میں اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ کہا گیا ہے۔ یعنی جو حقیقت میں نہیں ہے اس کو ہے کہنا ظلم ہے اور اسی ظلم کی سزا جہنم ہے اور جو حقیقت میں ہے اسکا انکار کفر ہے اور اسکی بھی سزا جہنم ہے۔

قائل اگر کوئی شرک کے وجود کا قائل ہے تو اس سے یہ لازم آئے گا کہ وہ شریک کے وجود کا قائل ہے اور جو شریک کے وجود کا قائل ہوتا ہے اسی کو تو مشرک کہا جاتا ہے۔ مثلاً اہل منطق کا قول ان کانت الشمس طالعۃ فالنھار موجود۔ ترجمہ: اگر سورج طلوع ہو تو دن موجود ہوگا۔ دن کا وجود سورج کے وجود پر ہے۔ جو لازم ملزوم ہے اگر کوئی کہے کہ دن ہے تو وہ سورج کے وجود کا قائل ہو رہا ہے۔ اسی طرح اگر کوئی کہے کہ شرک ہے تو وہ شریک کے وجود کا قائل ہو رہا ہے۔

وبال جان حدیث۔ حضور اکرمؐ نے فرمایا اگر کوئی کسی کو گالی دے اور وہ اسکا مستحق نہ ہو تو گالی دینے والے پر لوٹ آتی ہے۔ اسی طرح اگر کوئی کسی کے لئے شرک مشرک کا لفظ استعمال کرے اور

وہ در حقیقت مشرک نہ ہو تو وہ بولنے والے پر لوٹ آئے گا۔ یعنی بولنے والا مشرک ہوگا۔

شانِ الوہیت حق تعالیٰ کے لئے ہر قسم کی حمد قولی، فعلی، حالی، ذکر و ثناء تسبیح و تعظیم عبادت ہوگی بشرطیکہ شانِ الوہیت میں عیب و نقص نہ آنے پائے جیسا کہ بعض اہل علم نے امکانِ کذب کے نظریہ سے حق تعالیٰ کو عیب و نقص سے متصف قرار دیا۔

یاد رہے کہ جس نے حق تعالیٰ کو عیب و نقص سے متصف قرار دیا یقیناً اس نے شانِ الوہیت میں عیب و نقص لایا اور جس نے شانِ الوہیت میں عیب و نقص لایا تو اس کی تسبیح یعنی خدا کی پاکی درست اور نہ اسکی تسبیح مقبول۔ جب اس کی تسبیح درست اور مقبول نہ ہوئی تو اس کی حمد کیسے مقبول ہوگی؟ کیونکہ حمد کی مقبولیت تسبیح کی وابستگی پر ہے و نیز تسبیح مقدم ہے تحمید پر جیسے قرآن فسبح بحمد ربك، کلمہ سبحان اللہ والحمد للہ وغیرہ۔

شانِ نبوت نبی کی ہر قسم کی حمد و ثناء، ذکر تعظیم، توقیر، تعظیم ہوگی، نہ کہ عبادت بشرطیکہ شانِ نبوت میں عیب و نقص نہ آنے پائے اور صفت الوہیت کے خصائص سے متصف نہ کرے۔ اور شانِ نبوت میں عیب و نقص لانا در حقیقت نبی سے منہ پھیرنے والا ایمان سے محروم اور اولیا تو سے منہ پھیرنے والا فیضان سے محروم۔

بعض اہل علم امکانِ نظیر کا نظریہ رکھتے ہیں (یعنی حضور اکرم کے بعد کوئی اور نبی کے مثل ہو سکتا ہے) یہ نظریہ

یہ بھی شانِ نبوت کے شایانِ شان نہیں۔

رد میرے والد ماجد علامہ سید ابراہیم ادیبؒ نے امکانِ نظیر کی تردید قرآن اور منطق سے اس طرح فرمائی۔

دلیل ۱۔ از قرآن سبحان الذی اسریٰ بعبدہٖ ۔۔۔۔۔۔ انہ ھو السمیع البصیر میں دو ضمیریں آئی ہیں جن سے حصر کا فائدہ ہوتا ہے حصر سے مراد "وہی" حصر کی دو قسمیں ہیں (۱) حصر تام (۲) حصر کمال۔ حصر تام کی صورت میں ضمیر سبحان یعنی حق تعالیٰ کی طرف لوٹے گی۔ اور ایسی صورت میں معنی یہ ہوں گے "حقیقت میں خدا کی ذات ہی سمیع بصیر ہے۔ اور دوسری قسم حصر کمال کی صورت میں ضمیر عبدہ یعنی رسول اکرم کی طرف لوٹے گی اس صورت میں معنی یہ ہوں گے کہ تمام مخلوقات میں کامل سمیع کامل بصیر حضور اکرم ہی ہیں جس سے لازم آیا کہ حضور کا مثل ہو نہیں سکتا۔ قرآن سے امکانِ نظیر کی نفی ہوئی۔

دلیل ۲۔ واجب الوجود حق تعالیٰ کی نظیر حقیقتہً وجوداً، عقلاً، نقلاً ہر اعتبار سے ممتنع ہے۔ رہا ممکن الوجود (مخلوق) کی نظیر ممکن کیونکہ ممکن کی نظیر ممکن۔ یعنی ہر ممکن کی نظیر ممکن ہے تو رسول کی بھی نظیر ممکن ہونی چاہیئے، ساری مخلوقات حضور کے تو وجود سے وجود پائی تو حضور کی شان ممکن جامع ہے ہر ممکن کی نظیر ممکن ہے مگر ممکن جامع کی نظیر ناممکن ہے تو اس سے یہ ثابت ہوا کہ حضور اکرم کا مثل اور انکی نظیر ناممکن ہے۔

شانِ ولایت اولیاء اللہ کی ہر قسم کی حمد و ثناء ذکر، توصیف، تعظیم، تعظیم ہوگی نہ کہ

عبادت۔ بشرطیکہ شان ولایت میں عیب ونقص نہ آنے پائے اور خصائص الوہیت اور خصائص نبوت سے متصف قرار نہ دے۔

فرق مابین عبادت وتعظیم جس ذات کو واجب الوجود، صفت الوہیت اور صفت صمدیت سے متصف، مستحق عبادت، متصرف بالذات، فاعل حقیقی، جان مان کر اس کی تسبیح، تحمید، ذکر وثناء، توصیف اور تعظیم عبادت ہوگی۔ اور جن کو ممکن الوجود مخلوق، مظہر خدا، خدا کے بندے، خدا کے محبوب جانے اور صفت الوہیت اور صفت صمدیت متصف قرار نہ دے اور فاعل حقیقی، متصرف بالذات اور مستحق عبادت نہ جانے اور جس قدر، جتنی چاہے، مبالغہ در مبالغہ، غلو در غلو، ذکر و توصیف و تعظیم کر جائے یہ سب تعظیم ہوگی نہ کہ عبادت۔

مغالطہ بعض اہل علم نے ان حقائق، دقائق کو نہ سمجھ کر تعظیم کو عبادت قرار دیا۔ اور بعض نے والغلو فی رسول اللہ الشرک الاکبر کہا ہے۔ اور بعض نے حقیقت شرک کے عنوان پر کتاب لکھی، حقیقت اس کی ہوتی ہے جس کا وجود ہو جب حقیقۃً شریک اور شرک کا وجود ہی نہیں تو حقیقت شرک کتاب کا نام رکھنا قابل غور ہے۔

بے ادبی شان ولایت میں عیب ونقص یعنی اولیاء، علماء کی شان میں بے ادبی کرنا فیضان سے محرومی بلکہ ایمان جانے کا قوی اندیشہ ہے جیسا کہ ابن سقا جو غوث اعظم کا ہم سبق تھا جس نے سارے علوم وفنون میں مہارت تامہ حاصل کی اور شاہ روم کے علمانے پر تمام پادریوں کو شکست فاش دی تھی۔ لیکن ایک غوث نامی بزرگ کی بے ادبی کی جس کا انجام یہ ہوا کہ بادشاہ کی بیٹی پر عاشق ہوا اور عیسائی مذہب قبول کر کے شادی کر لی۔ سب سے پہلے بے ادب کو جب خدا نے نکالا تو داخل ہونے نہیں دیا۔ معلوم ہوا کہ بے ادبوں کو نکالنا خدا کی سنت ہے اور داخل کرنا بدعت ہے۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

فی ذکر مؤسس الجامعة النظامیة

نظمها الاستاذ الجلیل سید طاہر الرضوی شیخ الجامعة

وذا الباني شیخ مستقیم — ومن انوارہ هذا الضیاء

سراج للمعارف والعلوم — ونور اللہ لیس له انطفاء

وتاج العارفین ومن سواهم — ومن فیضانه یروی الظماء

ونشکرہ علی الاحسان شکرا — جزیلا لیس یحصیه الوفاء

وندعو اللہ ان یبقی النظام — بیۃ ما انجمت هذہ السماء

ترجمہ۔ حضرت بانی صاحب استقامت بزرگ ہیں اور یہ ساری روشنی آپ ہی کے انوار سے ہے۔

آپ علم وعرفان کی شمع ہیں اور اللہ کے لیے نور ہیں جو کبھی گل نہ ہونے والا ہے۔

آپ عارفین اور دیگر صالحین کے سرتاج ہیں اور آپکے فیضان سے تشنگان علوم سیراب ہیں۔

اس احسان عظیم پر ہم آپ کے شکر گذار ہیں اگرچہ کہ اس کا حق ادا نہیں کیا جاسکتا۔

اللہ سے دعا کرتے ہیں کہ نظامیہ ہمیشہ باقی رکھے جب تک یہ آسمان تاروں سے بھرا ہے۔

کرنے کی تاکید کی گئی ہے۔

اللہ عزوجل کا ارشاد ہے۔

وقل اعملوا فسیری اللہ عملکم ورسولہ والمؤمنون وستردون الی عالم الغیب والشہادۃ فینبئکم بما کنتم تعملون (توبہ ۱۰۵)

آپ کہدیجئے کہ عمل کئے جاؤ پس اللہ تعالیٰ اسکا رسول اور اہل ایمان جلد تمہارے عمل دیکھینگے اور جلد ہی چھپی اور کھلی چیزوں کے جاننے والے کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے۔ لہذا وہ تمہیں تمہارے عمل سے آگاہ کردیگا۔

اس آیت کریمہ میں بصیغہ امر نص صریح قطعی کے ذریعہ عمل کرنے کی تاکید وہدایت کی گئی ہے اس میں اس چیز سے بھی آگاہ کیا گیا ہے کہ آدمی کا عمل اللہ، اسکے رسول اور مومنین سے چھپا نہیں رہیگا۔ لہذا انسان اپنے عمل وسلوک میں کسی قسم کی بے عملی، خیانت اور بدنیتی کا مرتکب نہیں ہوسکیگا کیونکہ اللہ تعالیٰ اس کے عمل پر نگاہ رکھے ہوئے ہے اس کو یہ بھی یقین ہے کہ مالک روز جزا اسکے ایک ایک عمل کا محاسبہ کرنے والا ہے۔ اس سے کسی صورت فرار ممکن نہیں وہ اپنے ہر اچھے اور برے عمل کو دیکھیگا۔

فمن یعمل مثقال ذرۃ خیرا یرہ

ومن یعمل مثقال ذرۃ شرا یرہ

پس جس نے ذرہ برابر نیکی کی وہ اسکو دیکھیگا اور جسنے ذرہ برابر برائی کی وہ اسکو دیکھے گا۔

غرضکہ انسان کا مرتبہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک دنیا اور آخرت میں اسکے عمل کی نوعیت اور مقدار کے اعتبار سے ہوگا۔ باری تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

ولکل درجات مما عملوا ولیوفیہم اعمالہم وہم لایظلمون (احقاف ۱۹)

ہر آدمی کو اس کے عمل کے مطابق درجے ملیں گے اور اللہ تعالیٰ ان کے اعمال کا پورا پورا بدلہ دے گا اور ان پر ظلم نہیں ہوگا۔

والعصر ان الانسان لفی خسر الا الذین امنوا وعملوا الصلحٰت (عصر)

زمانہ کی قسم بلاشبہ انسان گھاٹے میں ہے۔ مگر ایمان والے اور نیک عمل کرنے والے اس نقصان سے محفوظ ہیں۔

مطلب یہ کہ بے عمل، کاہل اور غفلت شعار انسان اس خسران میں شامل ہیں (اور اس خسران میں وہ لوگ بھی شامل ہیں جو دوسروں کو نقصان پہنچاتے اور بدعمل کے مرتکب ہوتے ہیں)

ان لیس للانسان الا ما سعی وان سعیہ سوف یری ثم یجزاہ الجزاء الاوفی۔

انسان کو اسکی کوشش کے سوا کچھ نہیں وہ اپنی سعی کا صلہ ضرور پائے گا پھر اس کو پورا بدلہ دیا جائے گا۔

رب کائنات نے انسان کی حوائج کی تکمیل کے لئے کئی مختلف اسباب ووسائل اور ذرائع معاش پیدا کئے ہیں۔ اب یہ اسکا کام ہے کہ وہ ان وسائل کو تلاش اور اختیار کرے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

ھو الذی جعل لکم الارض ذلولا فامشوا فی مناکبھا وکلوا من رزقہ (ملک ۱۵)

تمہارے فائدہ کے لئے اللہ نے زمین کو تمہارا تابع بنادیا ہے لہذا تم (تلاش روزگار کیلئے) اس کے راستوں میں چلو پھرو اور اسکی روزی میں سے کھاؤ۔

ولقد مکنٰکم فی الارض وجعلنا لکم فیھا معایش قلیلاً ما تشکرون (اعراف ۱۰)

اور بے شک ہم نے تمہیں زمین میں بسایا اور اسمیں تمہاری منفعت کے لئے وسائل معاش پیدا کئے مگر تم بہت کم شکر گزار ہو"

ولقد کرمنا بنی آدم وحملنٰھم فی البر والبحر ورزقنٰھم من الطیبات (اسراء ۷۰)

اور بے شک ہم نے اولادِ آدم کو عزت دی اور انکو خشکی اور سمندر میں سوار کیا اور اچھی اچھی چیزیں انکو عطا کیں۔

وخلق لکم ما فی الارض جمیعا

اور اللہ نے زمین کی جملہ چیزوں کو تمہاری منفعت کے لئے پیدا فرمایا۔

تلاشِ رزق کے لئے زمین میں نکل جانے اور کسبِ معاش اختیار کرنے کے بارے میں یہ حکم دیا۔

فاذا قضیت الصلوٰۃ فانتشروا فی الارض وبتغوا من فضل اللہ واللہ خیر الرازقین۔

پس جب نماز ادا کر لی جائے تو تم زمین میں پھیل جاؤ اور وہاں اللہ کے فضل و رزق کو ڈھونڈو اور اللہ تعالیٰ بہتر رزق دینے والا ہے۔

پروردگار نے اس آیت میں واضح انداز میں انسان کو فکرِ معاش کی تاکید کی ہے۔ مسئلہ رزق میں اس حقیقت سے بھی واقف کرا دیا گیا ہے کہ سعی و عمل انسان کا کام ہے اور اصل میں رزق کا دینے والا اللہ ہے۔ جو شخص حصولِ رزق کے لئے کوشاں رہے گا اللہ تعالیٰ یقیناً اسکو بامراد کرے گا اور جو باوجود عمل کی طاقت و قدرت رکھتے ہوئے ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیکار بیٹھا رہیگا وہ محروم رہے گا۔ جسکے نتیجہ میں وہ ہمیشہ پریشان و زبوں حال اور دوسروں کا محتاج اور دست نگر بنا رہے گا۔

اسلام کی نظر میں ایسا فرد ناپسندیدہ اور خاندان و معاشرے کے لئے ناقابلِ برداشت ہے۔

خلیفہ راشد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نماز کے بعد کچھ لوگوں کو مسجد کے ایک گوشہ میں یوں دعا کرتے ہوئے دیکھا اللھم وارزقنی! اللھم وارزقنی! کہ اللہ تعالیٰ ہماری روزی وہیں مسجد میں پہنچا دے۔ آپ نے اس صورت حال پر کوڑا تان کر فرمایا کہ تمہارا اس طرح بیٹھا رہنا درست نہیں۔ تمہیں معلوم ہے کہ آسمان سے نہ کبھی سونا برسا ہے اور نہ چاندی۔

حضرت امام حنبل سے پوچھا گیا کہ ایک شخص جو حرکت و عمل یہ خیال لئے ہوئے اپنی جگہ جا بیٹھا ہے کہ اس کو اسکا رزق مل کر ہی رہیگا۔ آپ نے فرمایا وہ شخص انتہائی جاہل اور بے سمجھ ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تو یہ فرمایا ہے۔

جعل رزقی تحت ظل رمحی۔

اللہ نے میرے رزق کو میرے نیزے کے نیچے چھپا رکھا ہے۔

چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دستکاری اور صنعت و حرفت کی نسبت فرمایا۔

ما اکل احد طعاما قط خیرا من ان یاکل من عمل یدہ وان نبی اللہ داود کان یاکل من عمل یدہ (بخاری)

کبھی کوئی آدمی اپنی محنت سے بہتر کھانا نہیں کھایا اور اللہ کے نبی داؤد علیہ السلام اپنی ہاتھ کی محنت سے کمایا ہوا کھانا کھاتے تھے۔

من امسی کالا من عمل یدہ امسی مغفوراً لہ ۔ (طبرانی)

جو آدمی شام تک کام کرتے کرتے تھک جائے تو وہ مغفرت مآب بن جاتا ہے۔

ما من مسلم یزرع زرعاً او یغرس غرساً فیاکل منہ طیر او انسان او بھیمۃ الا کان بہ صدقۃ (بخاری)

کوئی مسلمان زراعت کرتا ہے یا پودے لگاتا ہے پھر اس سے کوئی پرندہ یا انسان یا چوپایہ کھاتا ہے تو یہ اسکی طرف سے صدقہ ہو جاتا ہے۔

تلاش روزگار کے سلسلہ میں حضورؐ نے فرمایا۔

التمسوا الرزق من خبایا الارض الخ

زمین کے دبے خزانوں میں سے تم اپنا رزق تلاش کرو۔ زمین کے اندر تہوں میں، فضائے آسمانی میں، سمندروں کی گہرائیوں میں اور پہاڑوں کی چٹانوں میں اولاد آدم کے لئے بے حساب منافع اور فوائد بھرے پڑے ہیں جو بلا طلب و تلاش اور بغیر جستجو و محنت ہاتھ نہیں لگتے۔ سمندر میں وہی غوطہ لگاتا ہے جسے موتیوں کی تلاش ہوتی ہے جو طالب رزق ہوتا ہے وہی راتوں میں جاگتا اور تمام دن معروف عمل رہتا ہے۔ ہمارے لئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ اسوۂ حسنہ موجود ہے کہ آپ اپنا کام خود کر لیتے تھے۔ اپنے کپڑوں کو خود سی لیتے اور دھو لیتے تھے۔ بازار جا کر ضرورت کی چیزیں خود لالیتے تھے۔ واقعہ ہے کہ ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بازار تشریف لے گئے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آپ کے ساتھ تھے اہل بیت اطہار کے لئے آپ نے کھانے پینے کی کچھ چیزیں خریدیں اور ان کو خود اٹھالیا۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے حضورؐ سے عرض کیا یا رسول اللہ! ان اشیاء کو میں اٹھائے چلوں گا لیکن حضورؐ نے اس کی اجازت نہیں دی اور فرمایا اے ابوبکر! سامان والا ہی ان کو اٹھائے جانے کا ذمہ دار اور زیادہ حقدار ہے۔ جب تم اپنے اہل و عیال کے لئے سامان خود اٹھائے جاؤ گے تو فرشتے تمہیں سے نہ دیں گے گھیر لینگے اور گھر کے لوگ خوش ہو جائیں گے۔

غور کر لیا جائے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے اس بلیغ ارشاد میں ہمارے لئے کتنے اسرار و رموز پوشیدہ ہیں ایک تو یہ کہ آدمی کا اپنا بوجھ اٹھائے جانا خود اسی کا فرض ہے۔ لا تزر وازرۃ وزر اخریٰ ۔ وہ اپنا بوجھ غیر ضروری طور پر دوسروں پر نہ ڈالے اس میں دوسری حکمت یہ ہے کہ جب صاحب خانہ سامان خود اپنے ساتھ لے آئے گا تو ظاہر بات ہے کہ اہل خانہ یہ سمجھیں گے کہ یہ سامان انہی کے لئے لایا گیا ہے اور اس طریق عمل سے یقیناً وہ خوشی محسوس کریں گے۔ جب شخص غیر کے کندھوں پر یہ سامان ہو تو انہیں یہ یقین و خوشی کیونکر حاصل ہوگی۔ اسی لئے دین فطرت نے فکر معاش کو عبادت گزاری اور وظیفہ نشینی سے افضل قرار دیا ہے۔

رسول اللہ سے ایک جماعت نے عرض کیا یا رسول اللہ! فلاں شخص دن میں روزہ رکھتا ہے تمام رات عبادت و ریاضت میں گزارتا ہے اور کثرت سے ذکر کرتا ہے۔ رسول اللہ نے فرمایا تم لوگوں میں سے کس نے اسکے کھانے کا ذمہ لیا ہے کہا کہ ہم سب ہی اس کے کفیل ہیں۔ حضورؐ نے فرمایا پھر تو تم سب لوگ اس شخص سے افضل ہو۔

دین میں مانگنے اور دست سوال دراز کرنے کو نہایت مکروہ

اور ناپسندیدہ قرار دیا گیا ہے کیونکہ سوال کرنا عزت نفس اور غیرت انسانی کے منافی ہے اس سے آدمی نکما اپاہج اور غیر کا محتاج ہو جاتا ہے معاشرے میں اسکو کوئی بھی عزت کی نگاہ سے نہیں دیکھتا۔ ضمیر مردہ، حیا مفقود اور خودداری نابود ہو جاتی ہے بالفاظ دیگر اس کا زندہ رہنا یا مرنا یعنی اس کا وجود و عدم دونوں یکساں ہو جاتے ہیں یہی وجہ ہے کہ اسلام سعی و عمل اور تدبیر و تدبر کو بڑی اہمیت دیتا ہے۔

محسن انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم نے تجارت کی اہمیت کو امت پر واضح کیا اور فرمایا۔

علیکم بالتجارۃ فان فیھا تسعۃ اعشار من الرزق۔

اے مسلمانو! تمہیں چاہیئے کہ تجارت کرو کیونکہ اس میں رزق کے (۱۰) حصوں میں کوئی (۹) حصے تمہارے لئے رکھے گئے ہیں۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ واقعی تجارت میں بڑی ہی خیر و برکت ہے۔ حضورؐ نے تاجر کی تعریف و توصیف میں فرمایا۔

التاجر الصدوق الامین مع النبیین والصدیقین والشھداء۔

سچا اور امانت دار تاجر کل قیامت میں انبیاء، صدیقین اور شہداء کے ساتھ ہوگا۔

افضل الکسب کے بارے میں حضورؐ سے پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا۔

افضل الکسب البیع المبرور وعمل الرجل بیدہ۔

بہترین کمائی اچھی صاف ستھری بیع ہے اور آدمی کی اپنی ہاتھ کی محنت ہے۔

تاہم جن اصحاب کے پاس صنعت و حرفت، تجارت و زراعت کے وسائل و ذرائع موجود نہ ہوں حضورؐ نے ان کے لئے بھی معاش و محنت کی تدبیر بتلائی۔ فرمایا۔

لان یأخذ احدکم حبلہ فیأتی بحزمۃ الحطب علی ظھرہ فلیبیعھا فیکف[?] بھا وجھہ خیر من ان یسأل الناس اعطوہ او منعوہ۔ (بخاری)

مناسب ہے کہ تم میں سے کوئی رسی لیکر جنگل جائے۔ لکڑی کاٹے اس کا گٹھا پیٹھ پر اٹھا لائے بازار میں فروخت کرے۔ یہ عمل دوسروں سے مانگنے سے بہتر ہے۔ اسلئے کہ لوگ بھیک دل میں آیا تو دیتے ہیں ورنہ نہیں۔

چنانچہ ایک روز کا واقعہ ہے کہ ایک بے روزگار انصاری نے حضورؐ سے سوال کیا اس پر آپ نے اس سے دریافت فرمایا کہ کیا تمہارے گھر میں کچھ چیزیں ہیں؟ انصاری نے کہا حضورؐ گھر میں صرف اوڑھنے کی ایک کمبل ہے اور پانی پینے کا ایک پیالہ ہے۔ آپ نے فرمایا انہیں کو لے آؤ۔ وہ گھر جاکر کمبل اور پیالہ لے آیا اور حضورؐ کی خدمت میں پیش کر دیا۔ اب حضورؐ نے اس کا نیلام شروع کر دیا۔ ایک صحابی نے ایک درہم قیمت لگایا۔ آپ نے کہا کہ کیا کوئی اور اس سے زیادہ بولی [?] قیمت لگا سکتے ہیں تو ایک دوسرے صحابی نے دو درہم لگائے آپ نے اس کمبل اور پیالے کو دو درہم کے عوض ان کے حوالے کر دیا اور وہ دو درہم انصاری کو دیتے ہوئے یہ ہدایت دی کہ ایک درہم سے کھانا خرید کر گھر پہنچا دو اور دوسرے درہم سے ایک کلہاڑی خرید لے آؤ۔ انصاری نے کلہاڑی خرید کر حضورؐ کی

خدمتِ اقدس میں پیش کی اور خود حضورؐ اپنے دست مبارک سے
لکڑی کا دستہ اس میں لگایا اور فرمایا کہ اب تم جنگل جاؤ
لکڑیاں کاٹو اور شام بازار لے جا کر بیچ دو اور تاکید
کی کہ پندرہ دن تک تم مجھ سے نہ ملنا۔ اس مدت میں
انصاری نے (۱۰) درہم پیدا کئے اور ان سے کھانے کا
سامان اور کچھ کپڑا خرید لیا اور پندرہ دن کے بعد حضورؐ
کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنی روداد سنائی حضورؐ نے
اپنی خوشنودی کا اظہار فرماتے ہوئے کہا تمہارا اس طرح
روزی کمانا دوسروں سے مانگنے اور قیامت کے دن سوال
کی ذلت اٹھانے سے بدرجہا بہتر ہے۔

ہو سکتا تھا کہ رسول اللہؐ کسی صحابی سے یا زکوٰۃ
وغیرہ سے ان کو دو درہم دلاتے لیکن اس سے مرض کا
صحیح علاج نہیں ہوتا۔ آپ کے اس طریقہ کار سے یہ رہنمائی
ہوتی ہے کہ آدمی کے پاس کوئی چیز ہو اگرچہ معمولی ہی کیوں
نہ ہو فی الحال بیچ کر کے معاش کا کوئی مستقل ذریعہ پیدا کرے
تاکہ وہ رزق حلال کے ذریعہ باعزت زندگی گذار سکے۔
وہ یہ نہ سمجھے کہ جنگل جا کر لکڑیاں کاٹ لانا اور انکو بازار
میں فروخت کرنا کوئی عیب کا کام ہے۔ اگر آج کوئی مسلمان
رزق حلال اور باعزت زندگی گذارنے کی خاطر رکشا چلاتا
ہے یا ٹھیلہ ٹھیلیا کر روزی کماتا ہے یا فٹ پاتھ پر بیٹھ کر
کاروبار کرتا ہے یا سیکل پر گھوم گھوم کر چیزیں فروخت
کرتا ہے تو کوئی یہ نہ سمجھے کہ وہ معیوب کام کرتا ہے۔ یہ
سارے کام اسلامی نقطۂ نظر سے بالکل درست اور مستحسن
ہیں۔ انکی یہ محنتیں نہایت قابل قدر ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے دن
کو حصول معاش کا ذریعہ اور رات کو سکون و آرام کے لئے
پیدا کیا ہے اور انسان کو طاقت و قوت، اعضاء و جوارح
اس لئے عطا کیا کہ وہ عمل شروع اور حصول روزگار کیلئے
ان کو استعمال کرے۔ اگر ایسا نہ کرے تو پھر کفران نعمت
لازم آئے گا۔

تاریخ گواہ ہے کہ آج ترقی یافتہ قوموں کی ہمہ جہتی
ترقی و خوشحالی اور ان کی تسخیر کائنات کا سارا راز انکی
انتھک محنتوں اور کوششوں ہی کا نتیجہ ہے۔ ان کے قیمتی
معلومات، مفید مشاہدات و تجربات اور خاص طور سے
اشیاء کے حقائق ان کے خواص و منافع سے کما حقہ
واقفیت ان کی سربلندی کا بنیادی سبب اور اہم زینہ
ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آج وہ دنیا کی قیادت کر رہے ہیں
ہمیں اس کا اعتراف کرنا چاہیئے کہ بلندیوں تک رسائی
حاصل کرنے والے وہ اصحاب علم و عمل ہی ہوتے ہیں نہ کہ
ہاتھ پر ہاتھ دھر بیٹھے کنج نشین اور گدی نشین جنکے دلوں
سے احساس زیاں جاتا رہا ہے اور اللہ کی خشیت انکے
قلوب سے نکل چکا ہے۔

اس دل خراش اور ناگفتہ بہ صورت حالات کے
پیش نظر ہی تو شاعر اسلام علامہ اقبالؒ نے کہا تھا۔

وائے ناکامی متاع کارواں جاتا رہا
کارواں کے دل سے احساس زیاں جاتا رہا

باقی رہی یہ بات کہ حقیقت میں کون اللہ کی خشیت
سے متصف ہوتے ہیں باری تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

الم تر ان اللہ انزل من السماء ماءا
فاخرجنا به ثمرات مختلفا الوانها ومن
الجبال جدد بيض وحمر مختلف الوانها
وغرابيب سود۔ ومن الناس والدواب
والانعام مختلف الوانه كذلك انما

يخشى الله من عباده العلماء

کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ اللہ نے آسمان سے
پانی برسایا اور اس سے ہم نے مختلف رنگوں کے سفید
و سرخ راستے اور سخت کالے چٹان بنائے اسی طرح
انسان، چوپایوں اور جانوروں میں مختلف رنگوں کے
پیدا کئے۔ بلاشبہ اس کے بندوں میں جاننے والے ہی
اللہ سے ڈرتے ہیں۔

یہاں علماء سے مراد کائنات کے اسرار و رموز کا
علم رکھنے والے اور حقائق اشیاء، ان کے اجناس و
انواع اور ان کے مختلف خواص و منافع سے واقفیت
رکھنے والے ہیں۔ یہ لوگ رنگوں کے اختلافات، ان کے وجوہ
و اسباب، ان کی شدت و کمی اور اللہ کی قدرت و حکمت سے
واقف ہیں۔ اہل علم جب اپنے علم کو خیر کی طرف موڑ دیتے ہیں
تو تب ان پر "انما یخشی اللہ من عبادہ العلماء"
صادق آتا ہے۔ جب یہ علماء اہل ایمان ہوں تو نور علیٰ نور
کی مثال ان پر صادق آتی ہے۔ خود آگہی اور خدا آگہی
قانون قدرت اور کائنات کا علم و عرفان یقیناً ہے کہ
انہیں خشیۃ اللہ پر آمادہ اور مجبور کرے اور انہیں
حکیم و قادر مطلق اور مبدء و معید تک پہونچا دے۔
ان میں وہ قوت و تاثیر پیدا ہو جائے کہ جس سے پہاڑ تک
ٹل جائیں۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

لو عرفتم اللہ حق معرفتہ لزالت
بدعائکم الجبال۔

اگر تمہیں اللہ تعالیٰ کی پوری معرفت حاصل
ہو جائے تو یقین کرو کہ تمہارے دعا سے پہاڑ ٹل جائیں۔
یہ سچ ہے کہ ایسے ہی علماء نے خواہ ان کے عمل کی نوعیت
دماغی ہو کہ جسمانی دنیا کو نئی نئی قیمتی معلومات، منفعت
بخش اختراعات، علوم و فنون میں اجتہادات اور صنعتی
ترقی کے ذریعہ دنیا کو مالا مال کیا۔ تمدن و تہذیب اور
ثقافت و ثقاہت کے وہ عظیم محل تعمیر کئے کہ دنیا آج
ان سے مستفید ہو رہی ہے۔

رسول اللہ ؐ کا ارشاد ہے "بہترین انسان وہ ہے
جو مخلوق کو فائدہ پہونچائے بدترین انسان وہ ہے جسکے
شر سے بچنے کے لئے لوگ اس سے دور بھاگتے ہوں۔

قرون اولیٰ کے مسلمان علم و عمل میں بے مثال تھے۔
انہوں نے کبھی بھی اسباب و وسائل کو صرف نظر نہیں
کیا۔ ان سے عمرانیات کے جملہ تقاضوں کی تکمیل ہوئی۔
تہذیب و اخلاق اور انسانیت کی اعلیٰ قدریں پروان
چڑھیں۔ نوع انسانی نے ان سے زیادہ سے زیادہ فائدہ
اٹھایا۔ ایک ہزار سال تک اسلامی تمدن تمام تمدنوں پر
غالب رہا۔ عالمی قیادت کی ذمہ داری سے کامیابی کے
ساتھ پوری طرح عہدہ برآ ہوا۔ علوم و فنون، آداب و آثار
اور عمرانیات میں امتیاز، صنعتی اور تجارتی تقدم اور صلح
و جنگ میں برتری کو اقوام عالم نے تسلیم کیا۔ غرض کہ اسلام
کے علم و عمل کا معیار انقلاب جدید کا محرک بنا۔ اندلس
میں مغرب نے اس سے پورا پورا فائدہ اٹھایا۔ صلیبی جنگوں
میں جگہ جگہ منتقل ہوتا رہا۔ دانشور قوموں نے اسکو اپنانے
میں کبھی تامل اور شک و تردد سے کام نہیں لیا۔ مگر افسوس
کہ جب اسلامی معاشرہ میں علم و عمل کی حرکت کم ہو گئی
تو مسلمان اپنے حقیقی ورثہ سے محروم ہو گئے۔ انہوں نے اسکے
ساتھ بڑی بے اعتنائی برتی۔ مغرب نے خذ ما صفا
ودع ما کدر پر مبنی مفید اور ٹھوس چیزوں کو حاصل

کرنے کی بجائے بڑی تیزی سے ان کی پر فریب تہذیب
کو اپنا لیا اور تمام سطحی اور مسموم دینی چیزوں کو اختیار کر لیا۔
جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ "لم یبق من الکتاب الا
رسمہ ولم یبق من الاسلام الا اسمہ" کے
مصداق قرآن کا صرف رسم الخط اور اسلام کا صرف نام
باقی رہ گیا۔ افراد ملت میں بیکاری، خوش فہمی، بے معنی
غرور، اور اکابر ملت میں جاہ طلبی، جھوٹی شہرت کا حصول
توڑ جوڑ اور سازشوں میں تضییع اوقات ان کا شیوۂ زندگی
بن گیا۔ سطحی اور عامیانہ خیالات، منفی انداز فکر، خود غرضی
اور انتہا پسندی جیسے برے اوصاف کے اب وہ نمائندہ
بن کر رہ گئے۔ صحیح فہم و فراست، مجتہدانہ غور و فکر اصابت
رائے اور بروقت مبنی بر صواب فیصلہ کرنے اور صحیح تدبیر
اختیار کرنے کی مدبرانہ صلاحیتیں مفقود ہو گئیں۔ نتیجہ یہ کہ
ملت زوال و انحطاط کی شکل اختیار کر گئی اور پسماندہ ہو گئی۔
تاریخ شاہد ہے کہ صحابہ، تابعین و تبع تابعین میں جہاں
یہ اوصاف حمیدہ بدرجہ اتم موجود تھے وہیں وہ حرکت
و عمل میں بھی [illegible] آگے [illegible] ان اصحاب میں سے ہر ایک
کا کوئی نہ کوئی پیشہ اور روزگار تھا۔ وہ سپہ گری، زرگری [illegible]
دستی [illegible] کرتے، کھجور کے باغوں اور نخلستانوں میں
[illegible] کوئی حداد تھے
کوئی [illegible] کوئی خیاط تھے، کوئی بزاز کوئی قطان
تھے تو کوئی قصاب [illegible] تھے تو کوئی [illegible] وغیرہ وغیرہ
حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جب خلیفہ منتخب
کئے گئے تو دوسرے روز سر پر کپڑا اٹھائے بازار کی طرف نکل
پڑے۔ راستے میں حضرت عمر اور حضرت ابو عبیدہ رضی
اللہ عنہما کی ان سے ملاقات ہو گئی تعجب سے حضرت عمرؓ نے
آپ سے پوچھا کہ یہ کیا کر رہے ہیں۔ اب تو آپ مسلمانوں
کے خلیفہ ہیں۔ حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا اس سے کیا فرق
پڑے گا۔ اگر میں کوئی کام نہ کروں تو اہل و عیال کو کیسے
کھلا سکتا ہوں۔ حضرت عمرؓ نے کہا کہ ہم آپ کو وظیفہ
مقرر کئے دیتے ہیں چنانچہ دوسرے ہی دن سے وظیفہ
مقرر کر دیا گیا۔ اسلام در اصل ایک حرکیاتی نظام زندگی
اور راہ عمل کا نام ہے تب ہی تو صحابہ کرام نے (۵۰) سال
کے اندر اندر دنیا کے نصف کرہ ارض کو فتح کر لیا اور
سارے انسانوں کو زندگی کی سیدھی راہ دکھائی۔

اسلام میں عاملین کا مرتبہ

اسلام میں احترام آدمیت اور فرد کی آزادی کے
پیدائشی حق کا پورا پورا لحاظ رکھا گیا ہے۔ اسلام جہاں
عمل کی خاطر امیروں کو بتاتا ہے وہیں عاملین کی حوصلہ
افزائی کرتا ہے انہیں انکی قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھتا ہے۔
اسلامی سماج میں مالکوں اور مزدوروں کے تمام کام مشترکہ
مفادات پر مبنی ہوتے ہیں ان میں اتحاد فکر و عمل پایا جاتا
ہے۔ جہاں کچھ کمزوریاں اور رکاوٹیں پیدا ہوتی ہیں انکو
باہمی تعاون عمل سے دور کیا جاتا ہے۔ اسلامی مساوات
اور اخوت کا ہر وقت اور موثر بہ مظاہرہ کیا جاتا ہے اسکی
پوری پابندی کی مالکوں کو ہدایت بھی دی گئی ہے۔
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔
اخوانکم خولکم جعلهم الله تحت ایدیکم
فمن کان اخوه تحت یده فلیطعمه مما
یاکل ولیلبسه مما یلبس ولا تکلفوهم
ما یغلبهم فان کلفتموهم فاعینوهم۔
تمہارے خادم تمہارے بھائی ہی تو ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے

ان کو تمہارا ماتحت و محکوم بنایا ہے۔ پس خادم و محکوم کو وہی کھلائے جو خود کھاتا ہے اور اسکو وہی پہنائے جو خود پہنتا ہے۔ تم انہیں ایسے کام کی تکلیف مت دو جسکی وہ طاقت نہیں رکھتے اگر تم ایسا کام ان کو زحمت دو تو تم انکے اس کام میں ہاتھ بٹاؤ تاکہ یہ کام ان کے لئے تکلیف مالا یطاق نہ بنے۔

زیر بحث موضوع کا ایک اہم ترین پہلو یہ ہے کہ اللہ عزوجل نے تاجر، زراعتی، صنعت کار اور محنت کش طبقہ کو مجاہدین کی صف میں ذکر فرمایا ہے۔

واخرون یضربون فی الارض یبتغون من فضل اللہ واخرون یقاتلون فی سبیل اللہ.

اور دوسرے وہ لوگ ہیں جو زمین میں اللہ کے فضل و رزق کو ڈھونڈتے ہوئے کاروباری سفر کرتے ہیں اور دوسرے مجاہدین ہیں جو اللہ کی راہ میں قتال کرتے ہیں۔

مزدوروں کی اہمیت کا اندازہ حضورؐ کے اس ارشاد سے لگایا جاسکتا ہے کہ مزدور کی اجرت اس کا پسینہ سوکھنے سے پہلے ادا کر دی جائے کیونکہ اس کے طلب رزق کی کوشش اللہ ہی کے راستہ میں ہوتی ہے۔ صحابہ نے ایک شخص کو اکتساب معاش میں بڑا ہی منہمک اور سرگرم دیکھا۔ رسولؐ اللہ سے عرض کیا کہ افسوس کہ اسکی یہ دوڑ دھوپ اور جولانی اللہ کے راستہ میں ہوتی! آپ نے فرمایا تم لوگ ایسا مت کہو اسلئے کہ اگر وہ اپنے چھوٹے چھوٹے بچوں کی پرورش کیلئے یہ محنت اختیار کر رہا ہے تو یہ فی سبیل اللہ ہی ہے۔ اگر وہ اپنے بوڑھے ماں باپ کی دیکھ ریکھ کے لئے کوشاں ہے تو یہ بھی فی سبیل اللہ ہی ہے۔ اگر وہ عزت و وقار کی زندگی گذارنے کے لئے محنت و مشقت اختیار کر رہا ہے تو یہ بھی فی سبیل اللہ ہی ہے، اور

اگر وہ دکھاوے اور اظہار فخر کے لئے تگ و دو میں لگا ہے تو وہ یقیناً شیطان کے راستہ پر ہے۔

رسولؐ اللہ نے ایک اور بڑی اہم مثال بیان فرمائی جس سے مزدور کی عظمت کا پتہ چل جاتا ہے۔ رسولؐ اللہ نے تین اصحاب کا ذکر فرمایا وہ ایک جنگل سے گزر رہے تھے رات ہوگئی انہوں نے ایک غار میں پناہ لی اچانک ایک چٹان گری اور غار کا راستہ بند ہوگیا اب ہر ایک نے اپنے اپنے نیک عمل کا واسطہ دے کر دعا کی پہلے آدمی نے اپنے حسن عمل کا یہ واسطہ دے کر دعا کی کہ وہ اپنے والدین کا وفادار اور اطاعت گزار ہے اور دوسرے نے اپنے اس عمل صالح کا واسطہ دے کر دعا کی کہ وہ محارم سے بچتا رہا ہے اور عفت کی زندگی گزارا ہے چٹان ان دونوں کی دعا سے تھوڑی ہٹی جس سے وہ نکل نہیں سکتے تھے۔ پھر تیسرے نے اپنے پروردگار سے بواسطہ حسن عمل یہ دعا کی کہ۔

" اے اللہ تو جانتا ہے کہ میں نے ایک آدمی کو مزدوری پر بلایا تھا۔ وہ کام سے فراغت کے بعد اپنی اجرت لئے بغیر ہی چلا گیا میں نے اس کی اجرت کو کاروبار میں لگایا۔ اسکے مال (بکریوں) میں اس سے کافی اضافہ ہوگیا ایک مدت کے بعد وہ مزدور میرے پاس واپس آیا اور اجرت کا مطالبہ کرنے لگا میں نے اس سے کہا کہ یہ سارا مال اور بکریاں جو تو دیکھ رہا ہے دراصل وہ تیری اجرت ہیں وہ سارا مال اور بکریاں ہانک لے گیا۔ دعا کی کہ اے اللہ! اگر میں نے یہ کام تیری رضا اور خوشنودی کی خاطر کیا ہے تو ہمیں اس مصیبت سے نجات دلا جس میں ہم مبتلا ہیں۔ اسکی مناجات سے چٹان ہٹ گئی اور وہ تینوں اصحاب غار سے نکلنے میں کامیاب ہوگئے"

اس سے اس حقیقت کا پتہ چل جاتا ہے کہ اسلام میں مزدور کی کیا اہمیت ہے۔ اخلاص عمل کی کس درجہ تاثیر ہوتی ہے اور اسی طرح حسن عمل اور عمل صالح کا کسقدر اثر و نفوذ ہوتا ہے۔

دل سے جو بات نکلتی ہے اثر رکھتی ہے
پر نہیں، طاقت پرواز مگر رکھتی ہے

زمانہ ماسبق کے مسلمان اپنے حسن عمل کے ذریعہ علمی اور عملی میدانوں میں محیر العقول کارنامے انجام دئے جن کو آج ہم ائمہ، محدثین، متکلمین، فلاسفہ، اطباء، ادبا، خطباء، شعراء، مہندسین، صناع اور مزارعین کے ناموں سے یاد کرتے ہیں جنمیں قابل ذکر امام اعظم ابوحنیفہ امام شافعی، امام مالک، امام احمد بن حنبل، امام بخاری و مسلم، امام غزالی، ابن رشد، فارابی، ابن سینا، رازی فیروز آبادی، ابن خلدون، ابن خلکان، ابن قتیبہ، ابو العباس المبرد، ابو العلا المعری، بحتری، متنبی اور جابر بن حیان وغیرہم ہیں۔ جنہوں نے رہتی دنیا کے لئے گرانقدر اور بیش بہا خزانے اور علمی آثار چھوڑے۔ بقول شاعر

تلک آثارنا تدل علینا
فانظروا بعدنا الی الآثار

یہ ہمارے آثار ہیں جو ہمارا تعارف کراتے ہیں لہذا تم ہمارے بعد ہمارے آثار میں غور و فکر کرتے رہنا۔

اسباب زوال و پستی

لیکن افسوس کہ مختلف عوامل و اسباب نے ہمارے معاشرہ کو کھوکھلا کر کے رکھدیا۔

۱۔ ان اسباب میں سے سب سے بڑا سبب استعماریت ہے جس نے ایک طویل عرصہ تک مسلم معاشرہ پر اپنا تسلط جمائے رکھا اس نے اپنی آزمودہ سیاست "پھوٹ ڈالو اور حکومت کرو" کا کامیاب تجربہ استعمال کیا جسکے ہم ہمیشہ تختہ مشق بنے رہے۔ ان کی ظاہری چمک پر فریب تہذیب نے مسلمانوں کو کہیں کا باقی نہ رکھا۔ لایعنی امور میں وقت گزاری، بیکاری، دوسروں پر تکیہ اور بھروسہ ان کی فطرت ثانیہ بن گئی۔ اخلاص اور اسلامی تعلیمات سے انحراف انکی خصوصیت بن گئی۔ حالانکہ اسلام تو جملہ احکام کی پابندی کرنے اور علم و عمل میں مشغول رہنے کا نام ہے۔ ہمارا دین "دین عمل اور دین ثمر ہے۔"

۲۔ مظاہر تشکیک میں ہم نے مغرب کی اندھی تقلید کی اجتہاد و فکر کی رفتار سست پڑ گئی۔ حالانکہ نص مقدس میں تبصیر و تفکیر اور تدبیر و تدبر کی بار بار دعوت دی گئی ہے۔ ہم پر اغیار کا جادو کچھ اس طرح چل گیا کہ تقلید جامد کے ہم عادی بن گئے۔ ہم نے حضور اکرم ﷺ کے اس ارشاد گرامی کو نسیاً منسیاً کر دیا جس میں کہا گیا تھا۔

الحکمۃ ضالۃ المؤمن حیث وجدہا فهو احق بها۔

حکمت مومن کا گم شدہ سرمایہ ہے وہ جہاں بھی ملے مومن اس کے حاصل کرنے کا زیادہ حقدار ہے۔

۳۔ اسلامی معاشرہ میں سیاسی، جماعتی اور مذہبی، مسلکی اور مشربی جھگڑے کھڑے کئے گئے جس سے نہ صرف اتحاد و فکر عمل ختم ہو گیا بلکہ ملت کا وزن و وقار بھی جاتا رہا۔ اس المیہ پر جتنا بھی اظہار افسوس و ماتم کیا جائے کم ہی ہے ملت کے جس ادارہ اور تنظیم میں دیکھئے اتحاد فکر و عمل مفقود نظر آتا ہے ہر جگہ عہدوں اور مناصب کی جنگ نظر آئے گی جن کو عہدہ مل گیا وہ اس کو چھوڑنے کے لئے بھی تیار نہیں۔

حالانکہ اس سے ادارہ کی تباہی اور بربادی کے سوا کچھ نہیں
ہو رہا ہے۔ بدقسمتی سے اگر کسی کو کوئی عہدہ نہیں مل سکا تو وہ
صبر کرنے کے لئے آمادہ نہیں جبکہ وہ خود جانتا ہے کہ اس
میں اس عہدہ کی درکار صلاحیتیں موجود نہیں ہیں۔ مسلم
معاشرہ میں کچھ ایسے افراد موجود ہیں جو عہدہ اور مناصب
کے اہل نہ ہونے کے باوجود اپنی آرزوؤں اور تمناؤں
کی تکمیل کی خاطر اداروں کو ذریعہ بناتے اور ان عہدوں
کے حصول کی کیان دستگ بھی کرتے ہیں اور ضرورت ہو
تو اس کے لئے باقاعدہ تحریکیں چلاتے ہیں۔ اس موقعہ پر
حصول عہدہ کے لئے اسلام نے جو تعلیم و تلقین کی ہے اسکو
یکسر بھلا بیٹھے اور صرف نظر کر دیتے ہیں اس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے
معاشرے میں ایک قیامت برپا ہوجاتی ہے اور ادارے
دن ورات کی مصیبتوں میں گھر جاتے ہیں۔ حضور اکرم
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ۔

اذا وسد الامر الی غیر اھلہ
فانتظر الساعۃ۔

جب دین و دنیا کا کوئی بھی معاملہ نااہل کے سپرد
کردیا جاتا ہے تو سمجھو کہ وہاں قیامت برپا ہوگئی۔
بہ حالت موجودہ غور فرمائیں کہ حضور کا اس گرامی
ارشاد ہمارے معاشرہ پر کس قدر صحیح صادق آرہا ہے۔
قرآن مجید میں افتراق و اختلاف سے اجتناب
کی ہدایت دی گئی ہے۔

اطیعوا اللہ واطیعوا رسولہ ولاتنازعوا
فتفشلوا وتذھب ریحکم واصبروا ان اللہ
مع الصابرین

اے مسلمانو! اللہ کی اطاعت کرو اور اسکے رسول
کی اطاعت کرو اور آپس میں جھگڑے مت کھڑا کرو
ورنہ تمہارے اندر کمزوری آجائے گی اور تمہاری ہوا
اکھڑ جائے گی اور صبر کرو اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

لاتباغضوا ولاتحاسدوا ولاتدابروا
وکونوا عباد اللہ اخوانا۔

آپس میں ایک دوسرے سے بغض نہ رکھو، ایک
دوسرے سے حسد نہ کرو اور ایک دوسرے سے پیٹھ
نہ پھیرو۔ اللہ کے بندے بھائی بھائی ہوجاؤ۔
فرمایا کہ ہدایت پانے کے بعد میری امت کے گمراہ
ہوجانے کا کوئی اندیشہ نہیں البتہ اندیشہ ہے تو ان کے
باہمی اختلافات اور جھگڑوں میں ہمیشہ الجھے رہنے کا ہے۔
۴۔ زوال امت کا چوتھا سبب یہ ہے کہ دین کے
انتہا پسندوں نے توکل کی حقیقت کو ہی بدل ڈالا اور
سعی وعمل کو انہوں نے توکل کے منافی قرار دیا۔ حالانکہ
توکل اسباب و وسائل کو صرف نظر کرکے اللہ پر بھروسہ
کرنے کا نام نہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات
طیبہ سعی وعمل اور تدبیر و تدبر سے مملو ہے۔ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم تو توکل کے مسئلہ میں ہمارے لئے حقیقی
نمونہ اور مثال ہے آپ مرض کا علاج فرماتے اور
دوا کی خاصیت بیان فرماتے۔ حضورؐ کا ارشاد ہے۔

تداووا عباد اللہ فان اللہ لم یضع داء
الا وضع لہ دواء۔

اللہ کے بندو مرض کا علاج کرو۔ بس اللہ نے کوئی
ایسی بیماری پیدا نہیں کیا جسکا کوئی علاج نہ ہو۔
یعنی اللہ تعالیٰ نے مرض کے ساتھ اس مرض کو دور

کرنے کا علاج بھی پیدا کیا ہے ۔ وہ طریقہ بھی بتایا ہے
ایک دفعہ رسول اللہ کی خدمت میں ایک بدوی
آیا اور مسجد نبوی کے دروازہ پر اونٹنی کو کھلی چھوڑ دیا
حضورؐ سے پوچھنے لگا "اعقلھا واتوکل او اطلقھا
واتوکل" میں اونٹنی کو باندھوں اور بھروسہ کروں
یا اسکو چھوڑ دوں اور بھروسہ کروں ۔ آپ نے فرمایا۔
"اعقلھا وتوکل" تو اس کو رسی سے پہلے باندھ
اور بھروسہ کر' اس ارشاد سے اس تصور فہم کی تردید
ہو جاتی ہے کہ عمل منافی توکل ہے اس حدیث سے تو
پہلے سعی و تدبیر اور بعد کو توکل کرنا ثابت ہے۔

بعض لوگوں کا ادعا یہ ہے کہ مخلوق کے رزق کا
ذمہ اللہ نے لیا ہے وما من دابۃ الا علی اللہ
رزقھا ۔ وہ یہ کہتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ پرندوں
چرندوں درندوں اور کیڑے مکوڑوں تک کو رزق دیتا
ہے تو انسان جیسی اشرف المخلوق کو کیوں رزق نہیں
دیگا ۔ مگر ان اصحاب کی اس پر نظر نہیں ہے کہ یہ ایصال
رزق کسی نہ کسی حیثیت سے سعی و حرکت کے بعد ہی تو ہے
انکا یہ بھی کہنا ہے کہ اگر انسان اللہ پر کما حقہ توکل
کرے اور حسن نفس سے کام نہ لے تو ضرور ہے کہ اللہ تعالیٰ
ایک پرندے کو جس طرح رزق دیتا ہے اسی طرح انسان
کو بھی رزق دے ۔ یہ اصحاب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اس
حدیث کو بطور دلیل و حجت پیش کرتے ہیں ۔

لو توکلتم علی اللہ حق توکلہ لرزقکم
کما ترزق الطیر تغدو خماصا وتروح بطانا۔
اگر تم اللہ تعالیٰ پر پورا بھروسہ کروگے تو وہ
تمہیں ضرور رزق دے گا جیسا کہ پرندے رزق پاتے ہیں
صبح کو وہ خالی پیٹ نکلتے ہیں اور شام کو پیٹ بھر کر
لوٹ آتے ہیں۔

حدیث میں "تغدو خماصا وتروح بطانا"
کے الفاظ سے تو عمل ہی ثابت ہوتا ہے کہ پرندوں کو
تک فراہمی قوت کے لئے گھونسلوں سے نکلنا اور تمام دن
رزق کے لئے تگ و دو کرنا پڑتا ہے ۔ تب جا کر وہ
آسودہ حال اور اپنے بچوں کے لئے غذا لئے ہوئے شام
گھر واپس لوٹتے ہیں ۔

حضرت امام احمد بن حنبلؒ سے متوکلین کے اس حدیث
سے استدلال کرنے کے تعلق سے پوچھا گیا تو آپ نے یہ
وضاحت فرمائی کہ حدیث تو ترک عمل کر کے بیٹھے رہنے
پر دلالت نہیں کرتی بلکہ یہ تو طلب رزق کے لئے سعی و عمل
اختیار کرنے کی دلیل ہے ۔ پرندے جب رزق کے لئے دوڑ
دھوپ کرتے ہیں تو انسان کو کیا ہوا کہ وہ ایسا نہ کرے۔

یہی توجیہ ہمیں صوفیائے کرام کے پاس بھی ملتی ہے۔
حضرت شقیق بلخی تاجر تھے حسب معمول انہوں نے ایک
بار تجارتی سفر کا ارادہ کیا اس خیال سے کہ نہ جانے کب
ملاقات ہو وہ اپنے محترم دوست ابراہیم ادھمؒ سے ملنے
گئے ' ملاقات کے بعد آپ نے رخت سفر باندھا لیکن حضرت
ابراہیم ادھمؒ نے چند دنوں بعد ہی ان کو مسجد میں دیکھا اور
تعجب سے پوچھا کہ کیوں شقیق آپ کا اتنا جلد سفر سے لوٹ
آنا ہوا ۔ شقیق نے کہا کیا بتاؤں ! میں نے درمیان سفر ایک
عجیب و غریب واقعہ دیکھا اور وہیں سے واپس ہو گیا۔
قصہ یہ ہوا کہ میں تکان دور کرنے کی غرض سے ایک غیر آباد جگہ
ٹھہر گیا ۔ وہاں میں نے آنکھ کا اندھا اور اڑنے سے معذور ایک
پرندے کو دیکھا سوچنے لگا کہ یا اللہ اس بے بس کی گزر بسر

کیسے ہوتی ہوگی؟ میں ابھی سوچ میں تھا کہ ایک پرندہ اپنی چونچ میں کوئی چیز پکڑے ہوئے آیا اور اس پرندہ کے سامنے ڈال دیا اس طرح اس نے کئی چکر کئے اور اس طرح معذور پرندے کا پیٹ بھر گیا۔ میں نے کہا سبحان اللہ! جب اس ویران جگہ اللہ تعالیٰ ایک پرندہ کو رزق پہونچا سکتا ہے تو مجھے اسکی کیا ضرورت ہے کہ شہر شہر گردش کرتے رہوں۔ چنانچہ میں نے فوری اپنا سفر منقطع کر دیا اور گھر آگیا۔

یہ سن کر حضرت ابراہیم ادھمؒ نے کہا اے شقیق تمہارے اس طرح سوچنے کے انداز سے بڑی مایوسی ہوئی۔ آخر تم نے ایک اپاہج پرندے کی طرح بننا کیوں پسند کیا۔ جسکی زندگی دوسروں کی رہین منت ہے تم نے یہ کیوں نہیں چاہا کہ تمہاری مثال اس پرندے کی طرح ہو جو اپنا پیٹ بھی پالتا ہے اور دوسروں کے پیٹ پالنے کے لئے کوشاں رہتا ہے۔ کیا تم بھول گئے کہ اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہے۔ شقیق یہ سنتے ہی بے اختیار اپنی جگہ سے اٹھے اور حضرت ادھمؒ کا ہاتھ چوم لیا۔ کہا اے ابو اسحاق آپ نے میری آنکھیں کھول دیں اور دوسرے ہی روز سے دوبارہ تجارت شروع کر دی۔

حضرت امام ابراہیم نخعیؒ جو تابعی ہیں کسی نے آپ سے پوچھا امانت دار تاجر اور عبادت گذار صوفی میں آپ کے نزدیک کون افضل ہیں۔ تو آپ نے فرمایا امانت دار تاجر میری نظروں میں افضل ہے کیونکہ شیطان اسکو کبھی ناپ تول میں کبھی لین دین میں ورغلاتا اور الجھاتے رہتا ہے لیکن یہ ہر بار اسکو شکست دیتا ہے۔

ایک صوفی بزرگ شیخ شعرانیؒ کاریگروں کو عبادت گذاروں پر فوقیت دیتے تھے۔ آپ اسکی وجہ بتاتے تھے کہ عبادت سے صرف عابد کو فائدہ پہونچتا ہے۔ لیکن کاریگر اور صنعت کار سے کئی انسانوں کو فائدہ پہونچتا ہے وہ فرماتے کہ کیا ہی اچھا ہوتا کہ بڑھئی اپنی آری کو اور درزی اپنی سوئی کو تسبیح کا دانہ بنالے۔ مطلب یہ کہ کام کے ساتھ وہ یاد الٰہی کیا کرتے رہیں۔

حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ مجھے لوگوں سے ملتے ہوئے تعجب ہوتا ہے جب میں کسی سے اس کا کام اور پیشہ پوچھتا ہوں تو وہ اگر "ہاں" سے جواب دیتا ہے کہ میرا یہ پیشہ ہے تو میں اس سے خوش ہو جاتا ہوں۔ اور وہ میرے دل میں جگہ پالیتا ہے اور اگر کوئی "نہیں" سے جواب دیتا ہے تو وہ اس وقت سے میری نظروں سے گر جاتا ہے۔

ایک مرتبہ آپ کا یمنی لوگوں سے ملنے کا اتفاق ہوا آپ نے ان سے پوچھا کہ تم کون ہیں؟ تو انہوں نے کہا ہم متوکلین ہیں۔ فرمایا کہ تم لوگوں نے کذب بیانی سے کام لیا۔ تم متوکلین نہیں بلکہ متاکلین ہیں۔ متوکل تو وہ ہوتا ہے جو دانے کو زمین میں ڈالتا اور اسکے بعد رب الارباب پر بھروسہ کرتا ہے۔ بقول شاعر

سپردم بتو مایۂ خویش را
تو دانی حساب کم و بیش را

بعض لوگ عمل کو چھوڑ کر کے اللہ پر توکل اور اسکے ساتھ حسن ظن کا جو تخیل رکھتے ہیں ان کی نسبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

لیس الایمان بالتمنی ولکن ما وقر فی القلب وصدقہ العمل وان قوما غرتھم الامانی حتی خرجوا من الدنیا ولا حسنۃ لھم وقالوا

نحن نحسن الظن باللہ، وکذبوا لو احسنوا الظن لاحسنوا العمل۔

ایمان آرزو کا نام نہیں لیکن ایمان وہ ہے جو دل میں جم جائے اور عمل اسکی تصدیق کرے۔ بیشک بعض لوگوں کو آرزوؤں نے دھوکے میں مبتلا کر دیا ہے حتیٰ کہ وہ لوگ دنیا سے چل بسے۔ حال یہ ہے کہ ان کے لئے کوئی نیکی نہیں۔ انہوں نے کہا کہ ہم اللہ سے نیک گمان رکھتے ہیں۔ انہوں نے جھوٹ کہا اگر وہ اللہ کے ساتھ حسن ظن رکھتے تو ضرور تھا کہ وہ حسن عمل اختیار کرتے۔

حقیقی توکل یہ ہے کہ انسان اسباب کو اختیار کرتے ہوئے اللہ پر توکل کرے اور اپنے جملہ مسائل و مساعی میں بالآخر اللہ عز و جل سے طالب توفیق بنے رہے۔ اس لئے کہ بھلائی اس کے ہاتھ میں ہے اور وہی چیز پر قادر ہے۔ وہی کارساز ہے کوشش ہمارا کام ہے اور تکمیل و انجام تک پہونچانا اللہ کی طرف سے ہے السعی منا والاتمام من اللہ تعالیٰ۔

برعکس اس کے اگر آدمی اپنی سعی و محنت اور اپنے وسائل و ذرائع پر اعتماد کرے تو بصورت کامیابی اس میں غرور و گھمنڈ پیدا ہوگا اور بصورت ناکامی و نامرادی اسکو بڑی مایوسی سے دوچار ہونا پڑے گا۔ لیکن جب وہ اپنے امور کو بعد مساعی اللہ کے تفویض کر دے تو ہر دو صورتوں میں وہ مطمئن رہے گا کیونکہ اس کا یہ عقیدہ ہے کہ خلق و رزق، عطا و منع، قبض و بسط، فوز و فلاح اور خیبت و حرمان ہر چیز اللہ کی جانب سے ہے اور فرد سعی و عمل کی توفیق بھی من اللہ ہی ہے۔

انسان کا صرف فریضہ یہ ہے کہ وہ اللہ کے احکام

و فرائض کی ادائیگی کرتے سبب حقوق و ثمرات خود حاصل ہوتے ہیں۔ محض حقوق الحقوق اکا وظیفہ چلاتے جائیں نہ معقولیت ہے نہ انصاف پسندی۔ کسی مفکر کا قول ہے کہ "حقوق کا مطالبہ کرنے والے لوگ جب حقوق کو حاصل کر لیتے ہیں تو عمل اور اس کے فرائض سے یکسر بے تعلق ہو جاتے ہیں۔"

اجیر و مستاجر کے فرائض

اجیر و مستاجر کے جہاں چند حقوق ہیں وہیں ان کے کچھ فرائض بھی ہیں۔ مال کے حاصل کرنے والوں میں عموماً دو قسم کے لوگ ہوتے ہیں۔

۱۔ ایک قسم ان کی ہے جو بلا محنت و مشقت مال و دولت کے دفعتہً مالک ہو جاتے ہیں جو عموماً مال کا کما حقہ تحفظ نہیں کر پاتے اور نہ اس کے تعلق سے اپنی ذمہ داریوں سے صحیح طور سے عہدہ برآ ہو سکتے ہیں۔

۲۔ دوسرا قسم ان لوگوں کی ہے جو خون پسینہ ایک کر کے سرمایہ دار بنتے ہیں یہی لوگ اسکی قدر سے واقف ہوتے اور بے دریغ و بیجا تصرفات سے احتراز کرتے ہیں۔ مزدور ہو کہ مالک ہر ایک کو چند اصول و اقدار کی پابندی ضروری ہے۔

اسلام میں کفایت شعاری اور پس اندازی

پس اندازی کا اصول یہ ہے کہ جو مال بھی میسر ہو وہ اس پر قانع رہے دوسرے کے مال و دولت پر نظر نہ رکھے۔ استغنا اور تعفف پیدا کریں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

من یستعفف یعفہ اللہ و من یستغن یغنہ اللہ علیک بالیاس مما فی اید ی

الناس فانہ الغنی وایاک والطمع فانہ الفقر۔
جو خود اپنے پاک دامنی چاہتا ہے اللہ اس کو پاک دامن رکھتا ہے اور جو بے نیازی چاہتا ہے اسکو بے نیاز بنا دیتا ہے۔ تم پر لازم ہے کہ لوگوں کی دولت پر نظر نہ رکھو۔ لالچ سے بچو کیونکہ لالچ ہی افلاس ہے۔

الید العلیا خیر من ید السفلی۔ اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہے۔ یعنی دینے والا ہاتھ لینے والے ہاتھ سے بہتر ہے۔ حضورؐ کے اس بلیغ اور جامع ارشاد میں سرمایہ دار کو جہاں دیتے رہنے کی ترغیب دلائی گئی ہے اور لیتے رہنے والے کو لطیف انداز میں یہ غیرت بھی دلائی گئی ہے کہ وہ اپنے ہاتھ کو ہمیشہ زیر بنائے نہ رکھے بلکہ جلد اپنے ہاتھ کو اوپر والا ہاتھ بنا لے۔ پس انداز ی ایک محمود صفت ہے۔ اسلام اسراف و تبذیر اور تقتیر میں مبتلا ہوئے بغیر پس اندازی کی جانب توجہ دلاتا ہے۔ اسراف و تبذیر فضول خرچی کا نام ہے اور تقتیر حوائج ضروریہ میں بخل سے کام لیتے ہوئے کم خرچی کا نام ہے۔ اسلام کی نظر میں دونوں ناپسندیدہ ہیں صرف اموال میں اسلام کا اصول وسط ہے۔ قرآن پاک نے اسراف و تبذیر سے روکا ہے۔

کلوا واشربوا ولا تسرفوا انہ لا یحب المسرفین۔
کھاؤ اور پیو لیکن اسراف سے کام نہ لو کیونکہ اللہ مسرفین کو پسند نہیں کرتا۔

ان المبذرین کانوا من اخوان الشیاطین
بے شک فضول خرچ شیاطین کے بھائی ہیں۔
طریقۂ وسط اور راہ اعتدال اختیار کرنے کے تعلق سے اللہ نے فرمایا۔

ولا تجعل یدک مغلولۃ الی عنقک ولا تبسطھا کل البسط فتقعد ملوما محسورا۔
اور نہ تجھکو اپنا ہاتھ گردن سے باندھ لینا چاہئے اور نہ بالکل ہی کھول دینا چاہیئے۔ ورنہ الزام خوردہ تہی دست ہو کر بیٹھا رہے گا۔ یعنی انتہائی بخل سے کام لے اور نہ بیجا خرچ کر کے ساری دولت لٹا دے۔

اس آیت میں یہ اشارہ اضح ہے کہ انسان کو چاہیئے کہ وہ راہ اعتدال کو اختیار کرتے ہوئے مستقبل کی ضروریات کے لئے تھوڑا بہت پس انداز کرے۔ خوردونوش کے مسئلے میں اسلام کا فلسفہ "خوردن برائے زیستن نہ کہ زیستن برائے خوردن۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ پیٹ کے ایک حصہ کو کھانے سے دوسرے حصہ کو پانی سے بھرو اور تیسرے حصہ کو تزکیہ نفس کے لئے خالی رکھو چھوڑ دو۔ غرض کہ پس اندازی کے عمل سے فردو جماعت اور پورے معاشرہ کو فائدہ پہونچتا ہے صدر اول میں اموال "زکوٰۃ وغیرہ کو بیک وقت خرچ نہیں کر دیا جاتا تھا بلکہ ایک حصہ کو آئندہ پیش آنے والے تقاضوں کی تکمیل کے لئے بیت المال میں محفوظ کر دیا جاتا۔

۲۔ اخلاص، اتحاد و فکر و عمل　آدمی جو کام اور پیشہ بھی اختیار کرے اس میں اخلاص و خیر خواہی کا ہونا نہایت ضروری ہے اسی طرح اتحاد فکر و عمل بھی لازمی ہے۔ اس سے مالک اور مزدور کے درمیان صحیح رابطہ اور خوشگوار تعلقات قائم رہتے ہیں۔

حضورؐ کا ارشاد ہے " اخلصوا اعمالکم للہ فان اللہ لا یقبل الا ما خلص لہ۔
اپنے اعمال کو اللہ تعالیٰ کے لئے خالص کرو اس لئے اللہ انہی اعمال کو قبول کرتا ہے جو اخلاص اور نیک نیتی پر مبنی ہوں۔

انسانی زندگی کے ہر موڑ پر اور ہر شعبہ میں اس بنیادی اصول کو اپنائے تو اس کی دنیا جنت بن جائے۔

۳۔ مزدور کے فرائض میں ہے کہ وہ اپنا مفوضہ کام پوری دیانت اور تندہی سے انجام دے اس میں کسی قسم کی کمی خیانت اور دھوکہ دہی کو نہ برتے۔

۴۔ مالک کا فرض یہ ہے کہ وہ مزدور کی مقررہ اجرت کو بلا کم و کاست بروقت ادا کر دے کوئی تکلیف مالا یطاق اس پر نہ لاد دے۔ کوئی بار گراں کام سونپا بھی جائے تو مالک بھی اسکے ساتھ تعاون عملی کرے۔ بھائی چارگی اور مساوات کے اصول کو کسی حیثیت میں متاثر نہ ہونے دے۔

۵۔ مالک اور مزدور کے مشترکہ فرائض میں یہ ہے کہ ہر فریق ایک دوسرے کے لئے خیر خواہ بنا رہے۔ ایسا کوئی طرز عمل اختیار نہ کرے کہ جس سے ایک دوسرے کو نقصان پہونچتا ہو اور اس سے ایک دوسرے کے جذبات واحساسات مجروح ہوتے ہوں۔ معاشرے کے مشترکہ مفادات کے تحفظ کے سلسلہ میں حضورؐ نے چند معاشرتی اصول کو مقرر فرمایا ہے۔

المسلم من سلم المسلمون من لسانہ ویدہ۔

حقیقی مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں۔

لا یؤمن احدکم حتیٰ یحب لاخیہ ما یحب لنفسہ ویکرہ لاخیہ ما یکرہ لنفسہ۔

تم میں کوئی اس وقت تک مومن نہیں ہوتا جب تک کہ وہ اپنے بھائی کے لئے وہی پسند کرے جو خود اپنے لئے پسند کرتا اور اپنے بھائی کے لئے اس چیز کو ناپسند کرے جو خود اپنے لئے ناپسند کرتا ہے۔

کلکم راع وکلکم مسئول عن رعیتہ۔ لا ضرر ولا ضرار فی الاسلام۔

تم میں ہر ایک اپنی رعیت کے تعلق سے نگہبان اور ذمہ دار ہے۔ اسلام میں کسی کو نہ نقصان میں رہنا ہے اور نہ کسی کو نقصان پہونچانا درست ہے۔

اخوانکم خولکم۔ تمہارے بھائی تمہارے خادم ہیں لہذا تم ان کے درمیان کسی قسم کا کوئی فرق و امتیاز نہ برتو پیدائش دولت کا ایک بنیادی اصول تقسیم عمل ہے۔ اس اصول کو اختیار کرنے کا ایک بڑا فائدہ یہ ہے کہ اس سے جذبات و احساسات مجروح نہیں ہوتے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک دفعہ سفر میں تھے۔ حضورؐ نے اپنے ساتھیوں کو ایک بکری تیار کرنے کا حکم دیا۔ ایک شخص نے کہا میں اسکو ذبح کر دوں گا۔ دوسرے نے کہا میں اسکی کھال اتار دونگا، تیسرے آدمی نے کہا میں اسکو پکا دوں گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں لکڑی جمع کر دوں گا۔ ساتھیوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہم سب کر لیں گے آپ زحمت نہ اٹھائیں۔ فرمایا مجھے معلوم ہے کہ تم لوگ سب کام کر لیں گے مگر میں امتیاز کو پسند نہیں کرتا۔ اللہ کو یہ پسند نہیں ہے کہ اسکا کوئی بندہ اپنے ساتھیوں کے درمیان کسی امتیاز کو برتے۔

غرضکہ جو معاشرہ ان خصوصیات کا حامل ہو گا وہی ہمہ جہتی ترقی اور کامیابی سے ہمکنار ہو گا اس طویل بحث سے یہ تعارف مقصود ہے کہ اسلام ایک حرکیاتی نظام زندگی ہے لہذا وہ اپنے ماننے والوں کو ہمیشہ سرگرم عمل دیکھنا چاہتا ہے۔

شیرازہ ہوا ملت مرحوم کا ابتر　　　اب تو ہی بتا تیرا مسلمان کدھر جائے
وہ لذت آشوب نہیں بحر عرب میں　　　پوشیدہ جو ہے مجھ میں وہ طوفان کدھر جائے
ہر چند ہے بے قافلہ و راحلہ و زاد　　　اس کوہ و بیاباں سے حدی خوان کدھر جائے
اس راز کو اب فاش کر اے روح محمدؐ
آیات الٰہی کا نگہبان کدھر جائے
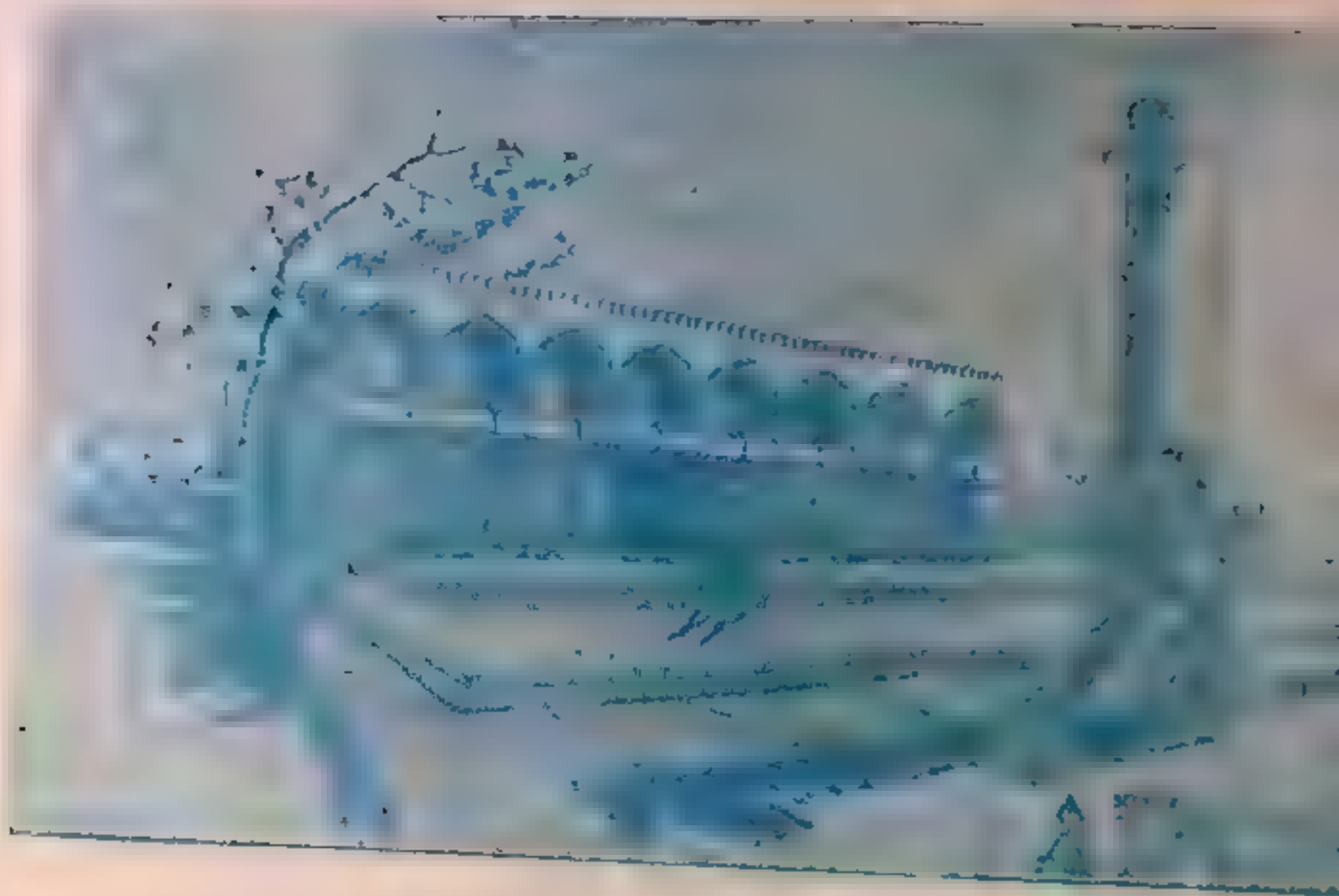
مكتب عمادة الجامعة
(دفتر معتمدی)
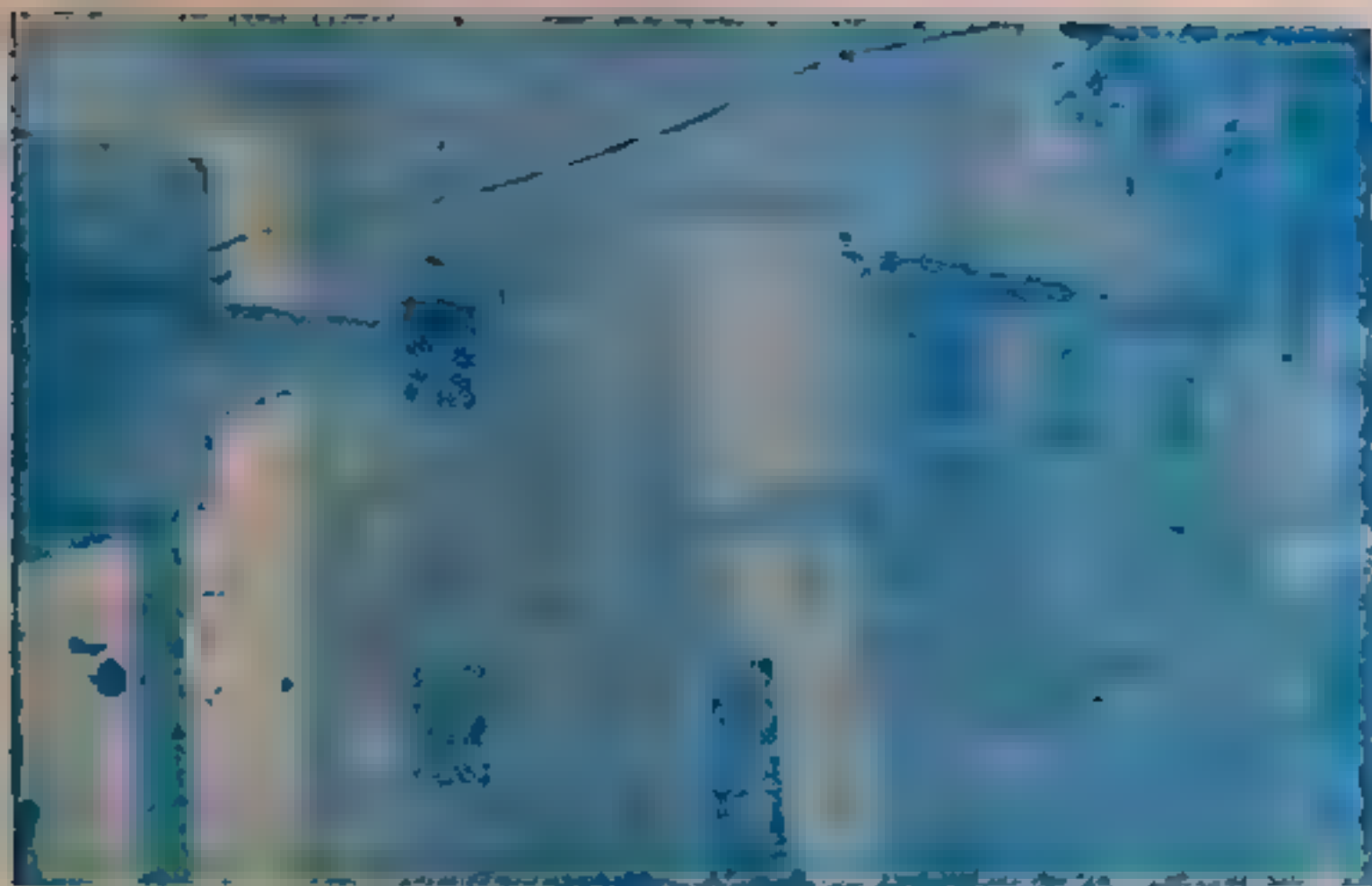
مبنیٰ مجلس اشاعة العلوم بالجامعہ
(مجلس اشاعة العلوم)

عمارۃ للقسم داخلی
(عمارت دار الاقامہ)
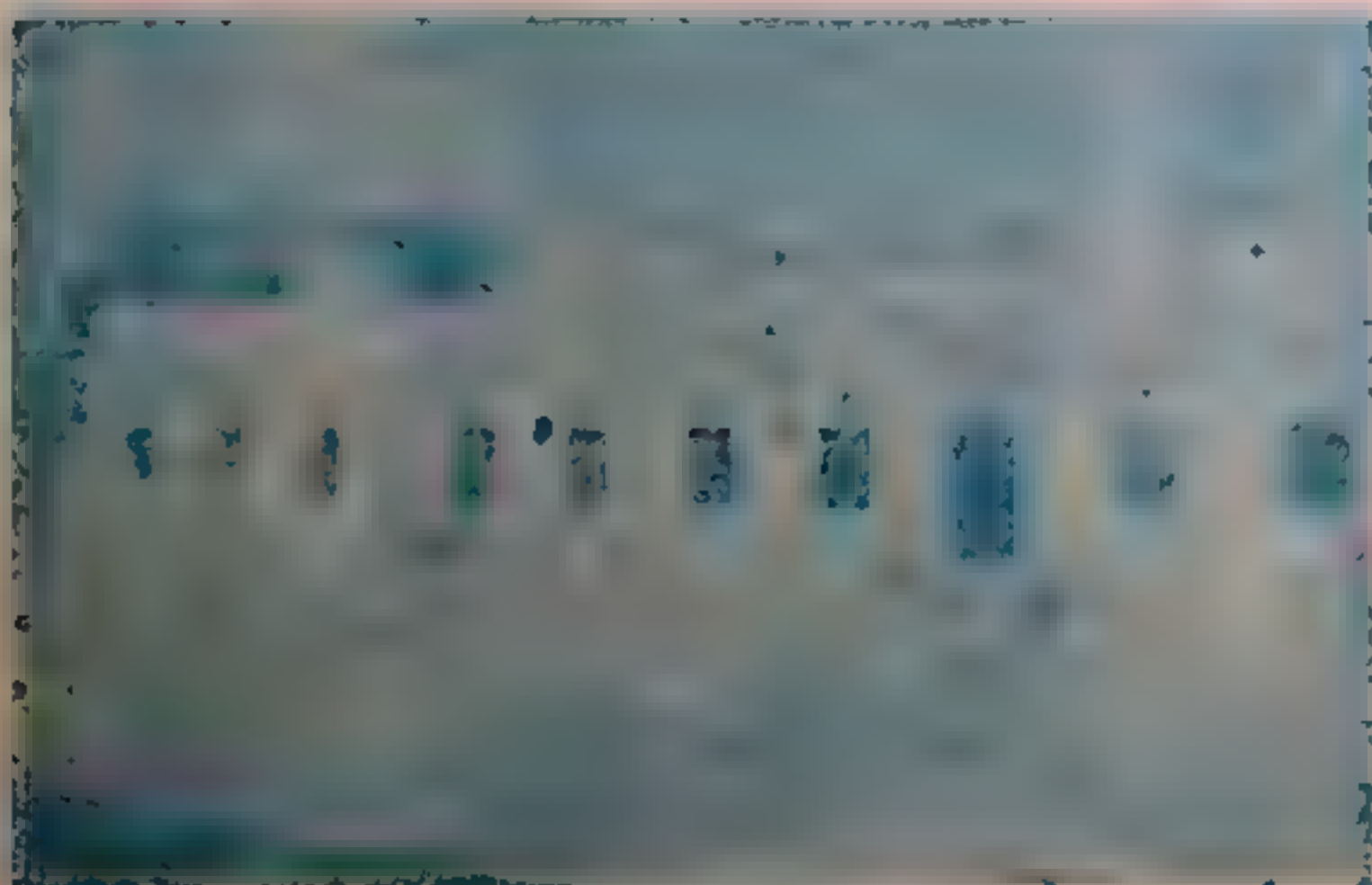
منظر الداخلی لسکن الطلاب
(دار الاقامہ کا اندرونی حصہ)
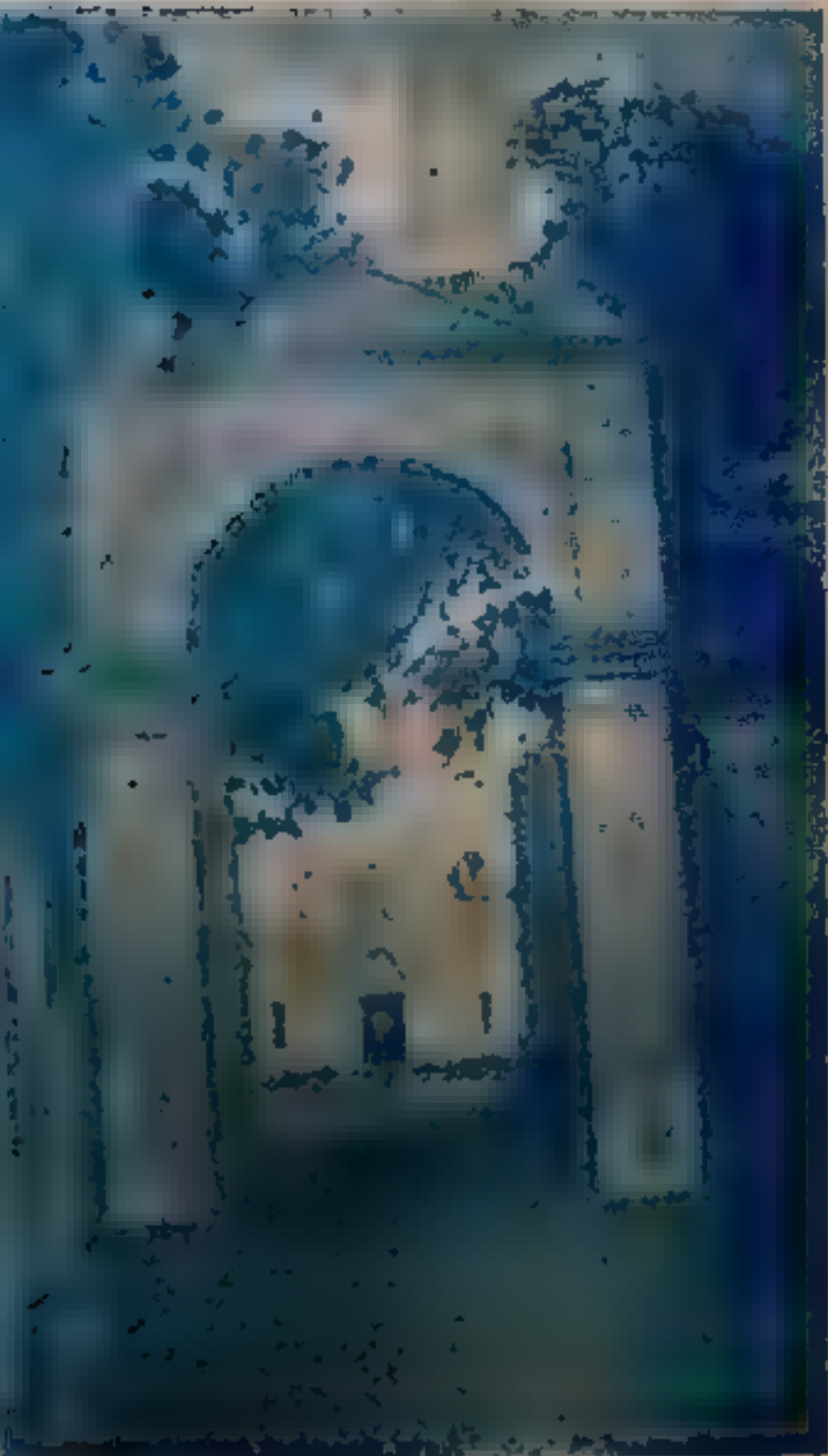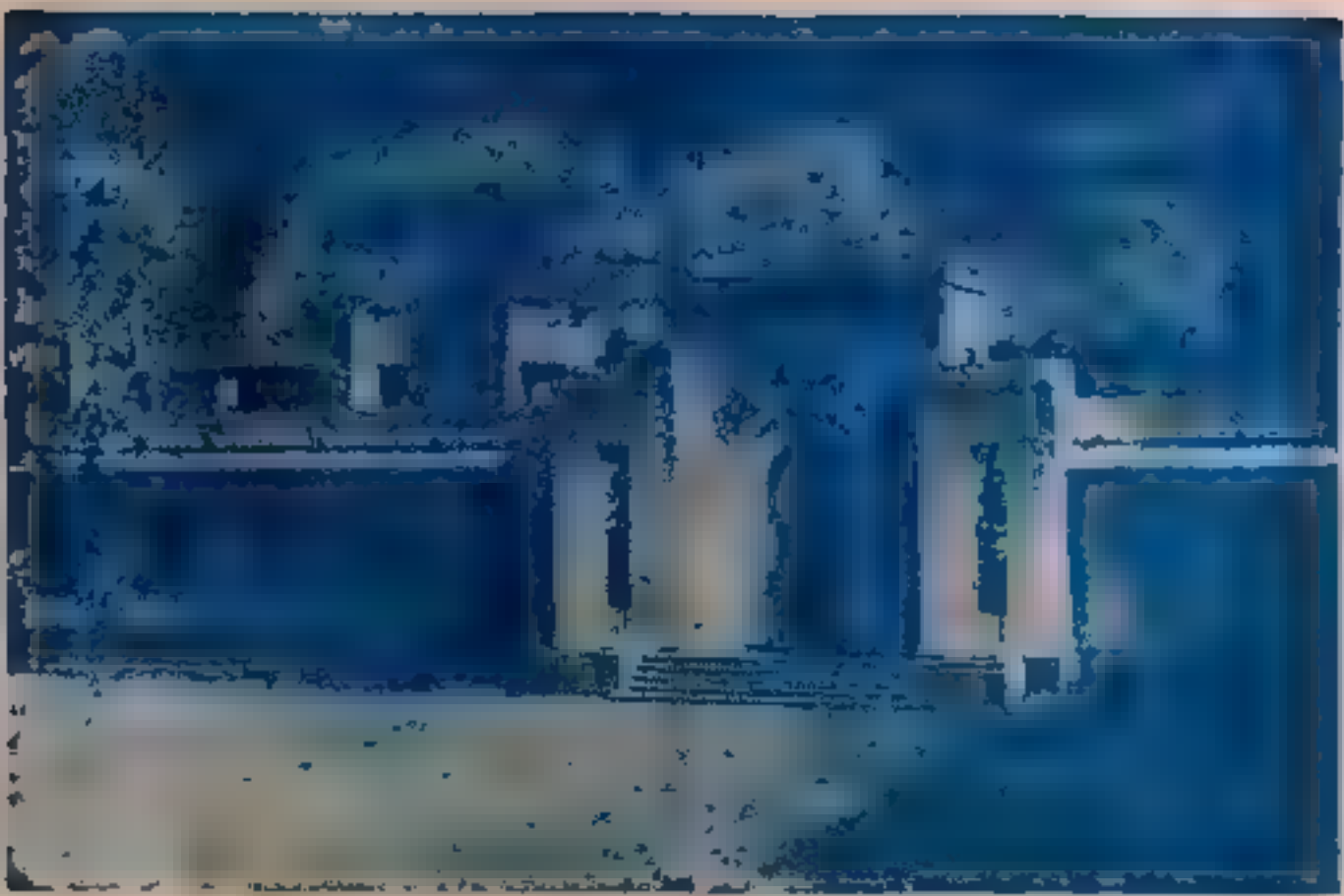
بناء المکتبه
(عمارت کتب خانه)

مدخل الجامعه
(باب الداخلہ جامعہ نظامیہ)
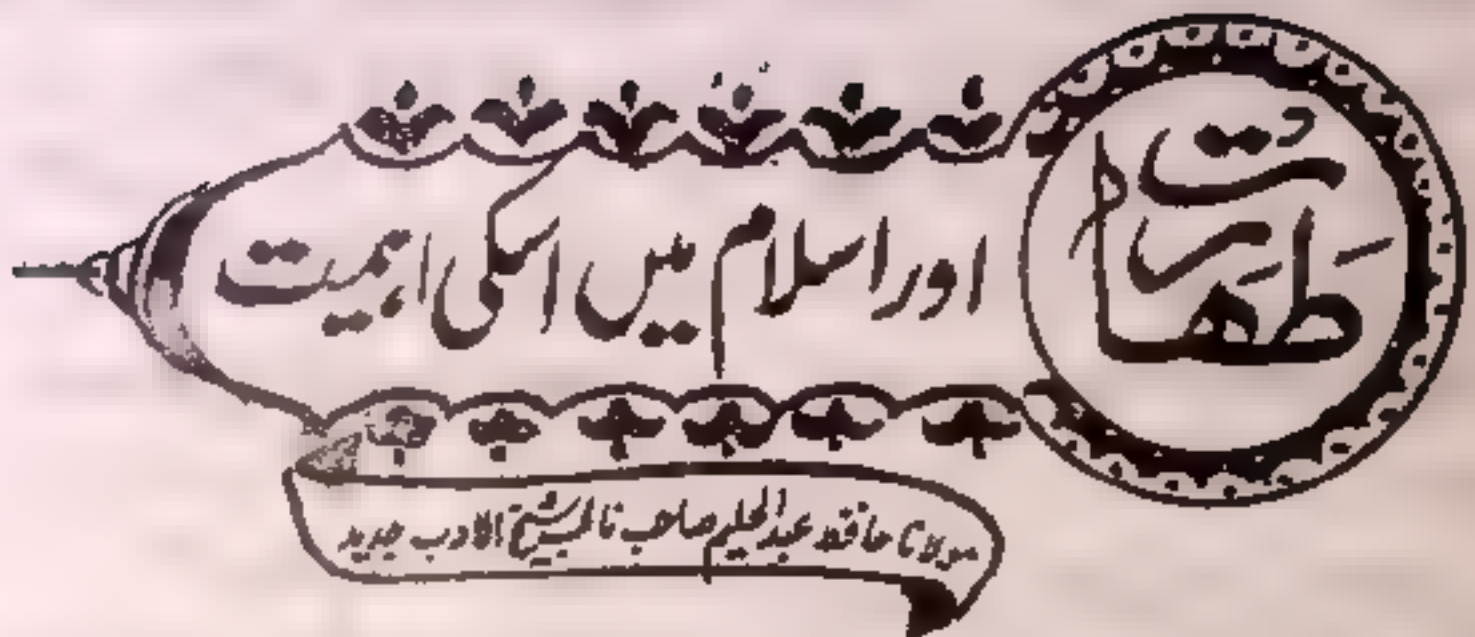
دین اسلام کی ماہیت پر اگر غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ اس کی بنیاد طہارت یعنی پاکی پر ہی رکھی گئی ہے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ :-

بنی الاسلام علی خمس شھادۃ ان لا الٰہ الا اللہ وان محمدا رسول اللہ واقام الصلوٰۃ وایتاء الزکوٰۃ وصوم رمضان وحج البیت من استطاع الیہ سبیلا۔

اس حدیث میں قواعد اسلام اور ارکان اسلام کو بیان کیا گیا ہے جن پر دین اسلام کی بلند و پرشکوہ عمارت قائم ہوتی ہے چنانچہ اساسی طور پر اگر غور کر لیا جائے تو پتہ چلے گا کہ ہر ایک کی اصلیت میں اس طہارت کا دخل ہے۔ مثلاً پہلا رکن ہے کلمۂ توحید جس کا مطلب ہی تو ہے کہ شرک اور خیالات فاسدہ سے ذہن کو صاف کیا جائے قلب و ذہن کی تطہیر ہو اسی ذہنی و قلبی طہارت کا نام کلمۂ توحید جو کہ پہلا رکن ہے۔

دوسرا رکن نماز ہے یہ تو سرتاپا طہارتوں کا مجموعہ ہے نماز کے صحیح ہونے کے شرائط جو فقہ کی کتابوں میں بیان کئے گئے ہیں ان کے پڑھنے سے اندازہ ہوگا کہ طہارت جسم، طہارت لباس، اور طہارت مکان کا یہ مجموعہ ہے جبتک کہ جسم پاک نہ ہوگا یعنی وضو نہ کیا جائے گا اور لباس صاف نہ ہوگا اسیطرح نماز پڑھنے کی جگہ پاک نہ ہوگی تو نماز صحیح نہ ہوگی چاہے نماز میں پورا قرآن ختم کیا جائے۔ رکوع و سجود جسقدر چاہے طویل کئے جائیں، خشوع و خضوع کا کتنا ہی مظاہرہ کیوں نہ کیا جائے۔ یہی مفتی کا فتویٰ ہوگا اسلئے کہ صحت طہارت پر صحت صلوٰۃ موقوف ہے اور مشروط ہے۔ تاوقتیکہ شرائط پوری پائی نہ جائیں گی نماز کے صحیح ہونے کا حکم نہ لگایا جا سکے گا۔

تیسرا رکن بتایا گیا کہ صوم یعنی روزہ، یہ بھی تزکیہ کی ایک شکل ہے کہا گیا کہ کتب علیکم الصیام کما کتب علی الذین من قبلکم لعلکم تتقون تم پر روزے فرض کئے گئے تاکہ تمہارے اندر تقویٰ کی صفت آجائے تقویٰ کیا ہے؟ تزکیہ کا دوسرا نام ہے نفس کی طہارت کا ایک عنوان ہے۔ قلبی تطہیر کا ایک باب ہے جس [illegible] صوفیائے کرام کے پیش کردہ اور بزرگان دین کے اختیار [illegible] طریقے جمع ہو جاتے ہیں برسوں کی محنت و ریاضت اور طویل مجاہدہ کے بعد اہل اللہ نے نفس کی طہارت کے لئے چار اصول متعین کئے جو کہ معروف خاص و عام ہیں۔

۱۔ قلت الطعام ۲۔ قلت الکلام ۳۔ قلت المنام

۴۔ قلت الاختلاط مع الانام۔ بزبان دیگر جسے کہا جاتا ہے کہ ۱۔ کم خوردن ۲۔ کم گفتن ۳۔ کم خفتن ۴۔ کم رابطہ با مردم داشتن۔

نیز رمضان کے لغوی معنی بھی رمض سے مشتق ہونے کے سبب جلانے کے ہیں کہ جس طرح جلنے کے بعد لوہے کے اندر صفائی و طہارت آجاتی ہے اسی طرح تجویع یعنی بھوک و پیاس کی مشقت برداشت کرنے کے بعد انسان کی بہیمانہ خواہشات میں کمی آتی ہے اور نفسانی قوت کمزور پڑ جاتی ہے جسکے بعد اتباع شریعت آسان ہو جاتی ہے۔ مذکورہ چاروں اصول جنکو صوفیائے کرام نے بیان کیا رمضان کے مہینہ میں اُن پر عمل آوری ہو جاتی ہے وہ اس طرح کہ روزے میں سحر اور افطار کے درمیان وقفہ رکھا گیا اور اس وقفہ کو قلت الطعام کی شکل دی گئی قلت الکلام اس طرح کہ رمضان میں زیادہ سے زیادہ ذکر اللہ اور تلاوت کلام اللہ کا اہتمام کیا جاتا ہے فرائض کے ساتھ ساتھ نوافل پر بھی توجہ دی جاتی ہے۔ نیکیوں کو حاصل کرنے کی جستجو کی جاتی ہے تو اس سے خود بخود گفتگو اور بیکار و لایعنی بحث و مباحثہ سے آدمی بچ جاتا ہے گویا قلت الکلام پر عمل آوری ہوئی۔ قلت المنام یعنے کم سونا یہ بھی تزکیہ کے لئے ضروری زینہ ہے دیگر حالات میں ایسا ممکن نہیں ہے لیکن رمضان میں قدرتی طور پر اس پر عمل ہوتا ہے وہ ایسے کہ رات میں تراویح اور تہجد کا اہتمام کیا جاتا ہے شب قدر کی تلاش ہوتی ہے اور اس طرح شب بیداری کے اسباب مہیا ہوتے ہیں۔

قلت الاختلاط مع الانام لوگوں سے کم میل جول رکھنا تاکہ زبان کی لغزش نہ ہونے پائے اور اسکی صفائی ہو جائے اکثر میل جول کی زیادتی اور تعلقات کی کثرت کئی برائیوں کو جنم دیتا ہے اور مختلف قسم کے گناہ غیر شعوری طور پر سرزد ہو جاتے ہیں۔ شریعت نے اسکی روک اسطرح لگادی کہ رمضان میں اعتکاف کو مقرر کر دیا کم سے کم آخری عشرہ میں اس کا اہتمام ہوتا ہے اور کوشش کیجاتی ہے اس نسخہ کو آزمانے کی۔ تو اب کوئی ان اصطلاحات کو مانے یا نہ مانے صوفیا کرام کے مروجہ طریقوں کو پسند کرے یا نہ کرے بہرحال ان پر عمل کرنا ہی پڑتا ہے اور اسکے بغیر کوئی چارہ نہیں۔

چوتھا رکن زکوٰۃ ہے جسکے معنی باعتبار لغت کے پاک کرنے کے ہیں اسی سے ایک لفظ بنتا ہے "تزکیہ" ارشاد ربانی ہے کہ قد افلح من تزکّیٰ جس نے نفس کا تزکیہ کیا وہ کامیاب ہو گیا پاک و صاف کرنے کا نام تزکیہ اور زکوٰۃ ہے اور زکوٰۃ کے اندر یہی ہوتا ہے کہ مال و دولت جب ایک مقررہ حد سے بڑھ جائے دوسرے مستحق کا حق وابستہ ہو جائے تو اس کو شریعت ہی کے بیان کردہ اصول کے مطابق پاک کیا جاتا ہے کچھ حصہ غریبوں اور محتاجوں کو دے کر۔

ایک حدیث کے مفہوم کے مطابق زکوٰۃ سے مال پاک ہو جاتا ہے اور نفس کی محبت جو مال و دولت کی زیادتی سے ہوتی ہے کم ہو جاتی ہے۔ اور یہ عمل بقیہ مال کے اندر خیر و برکت کا موجب ہوتا ہے۔

پانچواں رکن حج ہے جو عمر میں ایک دفعہ فرض ہے وہ بھی صاحب استطاعت کے لئے لیکن اس کے اندر بھی تطہیر کی روح کارفرما ہے کبر و نخوت امارت و شہنشاہیت کے وہ بھوت سے چھٹکارا مل جاتا ہے حیثیات کا فرق مٹ جاتا ہے علاقوں اور ملکوں کا تفاوت کالعدم ہو جاتا ہے زبانوں اور

رنگ و نسل کا امتیاز باقی نہیں رہتا بلکہ سب کا اجتماع
ہوتا ہے اور ایک ہی لباس میں ایک ہی ذہن کے
ساتھ اور رب واحد سے لو لگائے سب ایک ہی جگہ
جمع ہوتے ہیں۔ دعائیں مانگی جاتی ہیں۔ آہ و زاری
کی جاتی ہے۔ سفر کی مشقتیں برداشت کی جاتی ہیں۔
راستے کی صعوبتیں نظر انداز کی جاتی ہیں۔ گناہوں
سے مغفرت طلب کی جاتی۔ یہ عبادت گویا جامع ہے
قلب و ذہن کی تطہیر کو۔ اور حج اگر قبول ہو جائے۔
یہ ادائیں اللہ کو پسند آجائیں تو پھر نئی زندگی نصیب
ہوتی ہے اور حیات ایمانی کی نشاۃ ثانیہ ہوتی ہے
جسکو لسانِ نبوت نے یوں واضح کیا ہے کیوم
ولدتہ امہ حج کے بعد مومن اس طرح واپس
ہوتا ہے جیسے اسکی ولادت کے دن گناہوں اور
دیگر معائب سے پاک و صاف تھا۔ معلوم ہوا کہ اسلام
طہارت ظاہری اور طہارت باطنی دونوں کا جامع ہے
اور اسکے نزدیک دونوں کی یکساں اہمیت ہے
دونوں ہی شریعت میں مطلوب ہیں اور اپنی جگہ بے حد
اہمیت کے حامل ہیں اور طہارت کو ایک اساسی حیثیت
حاصل ہے۔ اسی روح تطہیر کی کارفرمائی شریعت کے
دیگر احکام و مسائل میں بھی نظر آئے گی۔ ظاہر بات ہے کہ
جب اساس اور بنیاد طہارت پر رکھی جائے تو فروعات
میں بھی اس کا اثر آئے گا اور تمام طریقوں میں بھی اسکی
جھلک نمایاں رہے گی۔ ٭٭

بقیہ مسلک بانی جامعہ علیہ الرحمہ
کہ آخر یہ حضرات بھی مسلمان ہیں۔ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کے مرتبہ کو اس سے تو ہرگز کم نہ بیان
کریں گے کہ جس قدر کفار سمجھتے تھے بشر مثلنا مگر معلوم
نہیں اس سعی کا کیا نتیجہ ہوگا۔ اتنی بات تو کافروں سے
پوچھنے میں حاصل ہو جاتی ہے اس میں نہ قرآن کی ضرورت
ہے نہ حدیث کی۔

غرض کہ حضرت بانی علیہ الرحمہ کی تصنیفات اسی
مسلک کی عکاسی کرتی ہیں جس پر صحابہ کرام اور تابعین اور
تبع تابعین و سلف صالحین کا گروہ گامزن تھا آپ نے
زندگی کے ہر دور میں بلا خوف "لومۃ لائم" مسلک
اہل سنت والجماعت کو ثابت کیا اور اسی مسلک پر قلعۂ علم
جامعہ نظامیہ کی بنیاد عمل میں آئی۔

خزاں کا ڈر نہیں میرے گلشن کے پھولوں کو
میں زندہ ہوں اگر زندہ رکھو میرے اصولوں کو

وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ سیدنا محمد وعلیٰ
آلہ واصحابہ اجمعین برحمتک یا ارحم الراحمین

بقیہ دنیا کی حقیقت قرآن و حدیث کے آئینہ میں۔
ہوئے اپنی زندگی کے اصول مرتب کریں اور اس پر
سختی سے کاربند رہیں تو کامیابی و کامرانی ان کے قدم
چومے گی اور یہی دنیا جو ذلت و لعنت کا سرچشمہ ہے
آخرت کی کامیابی کا سبب بن سکتی ہے۔

عمل سے زندگی بنتی ہے جنت بھی جہنم بھی
یہ خاکی اپنی فطرت میں نہ نوری ہے نہ ناری ہے

٭٭٭

مولانا حافظ سید صادق محی الدین صاحب
استاذ جامعہ نظامیہ

اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو پیدا فرمایا تو ان کی مادی ضروریات کی تکمیل کے لئے غذا' پانی' ہوا کا انتظام فرمایا اور روحانی مطالبات کی تکمیل کا انتظام اپنے برگزیدہ اور منتخب بندوں کے ذریعہ فرمایا اور یہ کام انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والتسلیم کے ذریعہ ہوتا رہا یہاں تک کہ اللہ کے آخری رسول حضرت خاتم النبیین محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو دنیا میں مبعوث فرمایا آپ کی نبوت اور آپکی تعلیمات کو قیامت تک کے لئے مینارہ نور و ہدایت قرار دیا اب آپ کے بعد کوئی نبی یا رسول نہیں آئینگے ۔ اب یہ کام علماء ربانیین و صلحاء امت کے ذریعہ ہوتا رہے گا۔ تاریخ شاہد ہے کہ جب کبھی روحانی زندگی میں تاریکی و تیرگی پیدا ہوئی اور دنیا ہدایت و نور کی روشنیوں سے نکل کر ضلالت و گمراہی کی تاریکیوں میں جا پہنچی رحمت الٰہی نے انسانوں کی ہدایت اور ان کی روحانی تشنگی کی سیرابی کے لئے علوم ظاہر و باطن میں کامل دستگاہ رکھنے والے ولی کامل پیدا فرمایا۔

پانچویں صدی کے اواخر میں دنیا کچھ ایسے ہی حالات سے دوچار تھی اللہ تعالیٰ نے دنیا کو فیوض روحانی سے مستفید کرنے کے لئے سیدی حضرت عبد القادر جیلانیؒ کو پیدا فرمایا جو اپنے والد کی طرف سے حسنی اور والدہ ماجدہ کی طرف سے حسینی النسب ہیں آپ کی تعلیم کا آغاز قرآن مجید سے ہوا۔

حفظ قرآن کی تکمیل کے بعد تفسیر' حدیث' فقہ و ادب و دیگر علوم و فنون کی تحصیل و تکمیل یگانۂ روزگار علماء سے کی۔

تحصیل علوم کے بعد افتاء و تدریس' وعظ و ارشاد کا سلسلہ جاری فرمایا طریق باطنی و رموز معرفت کی تعلیم شیخ حماد شیخ یعقوب ہمدانی اور قاضی ابو سعید مخرمی سے حاصل کی آپ کی زندگی شریعت و طریقت کا جامع نمونہ تھی زندگی کے ہر شعبہ میں شریعت ملحوظ ہوتی آپ کی تعلیمات میں زیادہ تر زور پابندی شریعت اور اتباع سنت پر ہوتا وفات سے قبل آپ کے صاحبزادہ حضرت سیف الدین عبد الوہاب کی خواہش پر یہ وصیت فرمائی۔

کہ" اللہ کے تقویٰ اور اطاعت کو اپنے اوپر لازم کرلو اللہ کے سوا نہ کسی سے امید رکھو اور نہ کسی سے ڈرو اپنی تمام حاجتیں اللہ ہی کے سپرد کرو اور اسی سے طلب کرو اللہ کے سوا کسی اور پر اعتماد نہ کرو توحید کو اپنے اوپر لازم کرلو۔

آپ کی تصانیف غنیتہ الطالبین' اور فتوح الغیب اب بھی امت کے لئے علم و معرفت کا خزانہ بصیرت و حکمت کا چشمہ ہیں۔

سلاسل تصوف میں آپ کا سلسلہ سلسلۂ قادریہ سے مشہور ہے جس کا فیضان آج بھی جاری و ساری ہے آپکی مقبولیت کی انتہا یہ ہے کہ تمام طبقات صوفیہ و سلاسل روحانی آپکے فیضان سے مستفیض ہوتے رہے ہیں۔

آپ کی کرامات بکثرت مذکور ہیں امام شعرانیؒ طبقات وسطیٰ میں آپ کی والدہ سے نقل کرتے ہیں کہ آپ رمضان المبارک میں بزمانہ شیر خوارگی دودھ نہیں پیا کرتے آپ مادر زاد ولی تھے۔

درس و تدریس آپ کا پسندیدہ مشغلہ تھا حضرت ابوسعید مخزومیؒ نے وصال سے قبل آپ کو خرقۂ خلافت عطا فرمایا اور اپنی جگہ جانشین مقرر کیا حضرت کے وصال کے بعد آپ کے مدرسہ میں درس و تدریس وعظ و ارشاد میں مصروف رہے اور خلق خدا کو راہ ہدایت دکھاتے رہے آپ کے فتاویٰ بھی تحریر و تحقیق کے اعتبار سے علماء عصر کے پاس قدر کی نگاہوں سے دیکھے جاتے چنانچہ آپ کی سوانح "الکواکب الزاہرا" میں لکھا ہے کہ "علماء عراق نے آپکے فتاویٰ کو دیکھا تو متعجب ہو کر بیساختہ سبحان من انعم علیہ (یعنی پاک ہے وہ ذات جس نے آپ پر یہ انعام کیا) کہہ اٹھے آپ علم و عمل اور معرفت حقائق میں کامل و مکمل تھے۔ حضرت ابن سمعانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ حضرت عبدالقادر جیلانی قدس سرہٗ العزیز شیخ الشیوخ فقیہہ وقت سالک طریقت تھے ہر وقت یاد الٰہی میں مستغرق رہتے۔ آنکھوں سے ہر دم آنسو رواں رہتے خوف آخرت اور خشیت الٰہی غالب تھی۔ علم اصول و فروع میں ماہر یگانہ تھے خصوصاً علم حدیث کو شیوخ کبار سے حاصل کیا تھا۔

کسی نے حضرت سید احمد رفاعی رحمۃ اللہ علیہ سے آپکے متعلق دریافت کیا تو جواب میں فرمایا کہ حضرت الشیخ علوم شریعت و طریقت کے عظیم سمندر تھے اور مخلوقِ خدا کی رہنمائی کو محبوب رکھتے تھے۔ ہمارے زمانہ میں کوئی ان کا مثل نہیں آپ کے ریاضت و مجاہدہ کا یہ عالم تھا کہ آپ نے چالیس برس تک عشاء کے وضو سے فجر کی نماز ادا فرمائی۔ بہجۃ الاسرار میں شیخ ابوبکرؒ سے منقول ہے کہ آپ نفس و قلب کی تزکیہ و تصفیہ پچیس سال تک عراق کے جنگلوں میں ریاضت و مجاہدہ میں مصروف رہے۔ سخت ترین صعوبتیں برداشت کیں دنیا و علائق دنیا سے اپنے آپ کو دور رکھا۔

علم و عمل، حکمت و معرفت کی عظیم نعمتوں کے ساتھ آپ اخلاق عالیہ کے بلند ترین منصب پر فائز تھے۔ امیر و غریب کی آپ کے پاس کوئی تخصیص نہیں تھی۔ سب آپکے خوان کرم سے مستفید ہوئے ایک موقع پر آپ نے فرمایا کہ اللہ کے احکام و فرائض کی ادائیگی کے بعد افضل ترین نیکی محتاجوں اور مسکینوں کو کھانا کھلانا اور عام مخلوق کے ساتھ اچھے اخلاق سے پیش آنا ہے۔

آپ کی زندگی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد تخلقوا باخلاق اللہ خالق الناس بخلق حسن کی زندہ تفسیر تھی آپ کی سخاوت کا یہ عالم تھا کہ جو کچھ آتا شام تک سب محتاجوں اور ضرورت مندوں میں تقسیم کر دیا جاتا گویا آپ قرآن کریم کی اس آیت ویطعمون الطعام علی حبہ مسکینا و یتیما و اسیرا۔ انما نطعمکم لوجہ اللہ لا نرید منکم جزاءً ولا شکورا۔ کا عملی نمونہ و پیکر جمیل تھے شیخ عبدالرزاق طفسونجیؒ آپ کے حالات میں لکھتے ہیں کہ آپ اکثر چند ابیات پڑھا کرتے اور دہرایا کرتے جن کا مطلب یہ ہے کہ شیخ طریقت میں پانچ باتیں ضروری ہیں پہلی بات یہ کہ شیخ عالم شریعت اور اس پر عامل ہو دوسری یہ کہ علم حقیقت سے بخوبی واقف ہو اور اس کی اصل حقیقت سے طالبین

کو آگاہ کرے۔ تیسری بات یہ کہ جو لوگ اسکے پاس آئیں ان سے خوش اخلاقی اور خندہ پیشانی سے پیش آئیں اور مسافروں کے لئے کھانے کا انتظام کرے۔ چوتھی بات یہ کہ غریبوں کے ساتھ قول و فعل میں عاجزی و نرمی اختیار کرے۔ پانچویں بات یہ کہ طالبان طریق کے ظاہر و باطن کی تہذیب و تربیت کرے یعنی ایک طرف ان کو ظاہری طہارت و پاکیزگی کا مظہر بنائے دوسری طرف ان کے باطنی امراض ریا، طمع، عجب، حب دنیا، غفلت، عیش طلبی وسستی کا علاج کرکے ان کے قلب کو تجلیات الہی کا مرکز بنائے۔

ایک مرتبہ آپ سے کسی نے فقیر کے معنی دریافت کئے تو آپ نے اس کی لطیف تشریح بیان فرمائی کہ لفظ میں چار حروف ہیں "ف" سے اشارہ ہے کہ بندہ اپنے آپ کو ذات میں فنا کردے اور اپنی تعریف کا متمنی نہ رہے اسکی دو صورتیں ہیں ایک تو یہ کہ اپنے آپ کو تعریف کے قابل ہی نہ سمجھے دوسرے یہ کہ اپنے نیک کاموں کا صلہ مخلوق کی تعریف کے ذریعہ نہ چاہے بلکہ اللہ کی رضا کو مقصود و مطلوب بنائے۔ "ق" سے قلب کی قوت ہے جو اللہ کی یاد اسکے ذکر اور راضی برضا رہنے سے حاصل ہوتی ہے۔ "ی" سے مراد یہ جو خوف سے یعنی اللہ ہی سے امید رکھے اور اللہ ہی سے ڈرے۔ "ر" سے مراد رقت قلبی ہے کہ فقیر رقیق القلب ہو۔

آپ کی تعلیمات میں حب حقیقی ہی اصل ہے۔ ایک موقع پر فرماتے ہیں کہ جس طرح میں عبد القادر ہوں تم بھی اللہ سے اپنی نسبت قوی کرکے اسکے ہوجاؤ تاکہ منازل عبدیت طے ہوں اور مرتبہ ولایت نصیب ہو آپ کا یہ فرمان حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد من کان للہ کان اللہ لہ کے مصداق ہے یعنی جب بندہ اللہ کا ہوجاتا ہے اور اللہ اس کا ہوجاتا ہے آپ کا طریقہ سلوک میں تفویض الی اللہ ہے جو قرآن کی اس آیت افوض امری الی اللہ سے ماخوذ ہے کہ بندہ اپنے آپ کو کلیتہً اللہ کے حوالے کردے آپ نے اپنے صاحبزادہ کو وصیت کی اور فرمایا کہ جب مومن کا دل اللہ تعالیٰ کے ساتھ راسخ ہوجاتا ہے تو عقیدہ و عمل کے کوئی عمدہ صفت اس سے نہیں چھوٹ سکتی حقیقت یہ کہ آپ کے فرمودات و تعلیمات سب کے سب قرآن و سنت کے بیش قیمت تعلیم کا عملی نمونہ ہیں۔

آپ ۵۶۱ھ میں واصل بحق ہوئے اس طرح یہ علم شریعت و طریقت کا آفتاب و ماہتاب غروب ہوگیا بغداد شریف میں آپکی مزار مبارک ہے۔ جو آج بھی مرجع خلائق ہے۔

**

مولانا سید عزیز اللہ قادری
کامل الحدیث جامعہ نظامیہ

نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم

یا ایھا الذین آمنو اتقو اللہ وابتغوا الیہ الوسیلۃ وجاھدوا فی سبیلہ لعلکم تفلحون ۝

اے ایمان والو خدا سے خوف کرو اور طرف خدا کے وسیلہ طلب کرو اور مجاہدہ اور مشقت کرو اسکے راستہ میں تاکہ فلاح پاؤ۔

اس آیت کریمہ میں خدا سے تقویٰ کے علاوہ اس کی طرف وسیلہ طلب کرنے کا حکم دیا گیا ہے لیکن یہ اعتراض وارد ہوسکتا ہے کہ سورہ فاتحہ میں آیت کریمہ ایاک نعبد وایاک نستعین ہم تجھ ہی کو پوجیں اور تجھ ہی سے مدد چاہیں سے حکم عدم جواز استعانت بغیر اللہ ظاہر ہوتا ہے پھر اللہ کی طرف وسیلہ کیسے جائز لیکن یہ اعتراض غلط ہے اوامر ونواہی الہٰی سے حکم جواز یا عدم جواز شرعیہ نکلتا ہے ایاک نستعین نہ امر ہے نہ نہی ہے پس اس سے حکم عدم جواز استعانت بغیر اللہ سمجھنا غلط ہے۔

ثانیاً یہ ہے کہ حالت صلوٰۃ میں بندہ خدا کی حمد اور شکر میں بارگاہ الٰہی میں عرض کرتا ہے کہ اے باری تعالیٰ ہم تجھ ہی سے مدد چاہتے ہیں تیری ہی مدد ہمارے ہر حال میں شامل ہے اگر اس کے معنی ایسے کئے جائیں جو مانعین ندا کرتے ہیں کہ ہم خاص تیرے ہی سے بلا وسیلہ واسطہ مدد چاہتے ہیں تیرے سوا کسی مخلوق سے مدد نہیں چاہتے تو اپنے اس بیان میں خاص وہی مصلی لوگ صادق ہوں گے جو لوگ کہ مقام ترک وتجرید اور توکل میں استقامت رکھتے ہیں عام مصلی اپنی راست بیانی سے محروم رہیں گے حالانکہ سورہ فاتحہ کی قرأت کا حکم ہر خاص وعام کے لئے ہے پس حالت صلوٰۃ جو مقام عبادت الٰہی ہے اور قیام بین یدی اللہ تعالیٰ ہے خلاف بیانی کسقدر نازیبا ہے خصوصاً وہ بیان کہ جب بیان کا حکم حق تعالیٰ نے صلوٰۃ میں ہم کو کیا ہے مگر اس وقت ہر خاص وعام اپنے بیان میں راست ہوں گے جبکہ استعانت کے بارے میں ہمارا ذخیرہ اختیار کیا جائے اور استعانت بالوسائل کو بھی خدا سے استعانت سمجھے۔

ایاک نستعین میں یہ تعلیم فرمائی کہ استعانت خواہ بواسطہ ہو یا بے واسطہ ہر طرح اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے حقیقی مستعان وہی ہے باقی آلات وخدام واحباب وغیرہ سب عون الٰہی کے مظہر ہیں بندے کو چاہیئے کہ اس پر نظر رکھے اور ہر چیز میں دست قدرت کو کارکن دیکھے اس سے یہ سمجھنا کہ اولیاء وانبیاء سے مدد چاہنا شرک ہے عقیدہ باطلہ ہے کیونکہ مقربان حق کی امداد امداد الٰہی ہے۔

استعانت بالغیر نہیں اگر اس آیت کے وہ معنی ہوتے جو وہابیہ نے سمجھے تو قرآن پاک میں اعینونی بقوۃ اور استعینوا بالصبر والصلوٰۃ کیوں وارد ہوتا اور احادیث میں اہل اللہ سے استعانت کی تعلیم کیوں دی جاتی۔

پس منافع دارین جو بوسیلہ انبیاء علیہم السلام کے ہم کو حاصل ہوتے ہیں اس کے دو طریقہ ہیں ایک یہ ہے کہ خدا تعالیٰ ان کی دعا مستجاب فرماتا ہے دوسرا یہ کہ ان کو قوت وہمت سے سرفراز فرماتا ہے کہ اس قوت وہمت وہبیہ حق سے وہ ہمارا انجاح مرام فرماتے ہیں خواہ وہ عالم شہادت میں ہوں یا عالم برزخ میں۔

پس ہمارے انجاح حوائج جو بقوت وہمت انبیاء علیہم السلام ہوتے ہیں اس کی مثال قوت ابراء اکمہ و ابرص اور احیاء موتیٰ خدا کی طرف سے حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو عطا ہوئی اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قول کو ارشاد فرماتا ہے۔

اَنِّیْٓ اَخْلُقُ لَكُمْ مِّنَ الطِّیْنِ كَهَیْـٴَـةِ الطَّیْرِ فَاَنْفُخُ فِیْهِ فَیَكُوْنُ طَیْرًۢا بِاِذْنِ اللّٰهِۚ وَ اُبْرِئُ الْاَكْمَهَ وَ الْاَبْرَصَ وَ اُحْیِ الْمَوْتٰى بِاِذْنِ اللّٰهِۚ وَ اُنَبِّئُكُمْ بِمَا تَاْكُلُوْنَ وَ مَا تَدَّخِرُوْنَۙ فِیْ بُیُوْتِكُمْؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَۚ

میں تمہارے لئے مٹی سے پرندکی سی صورت بناتا ہوں پھر اس میں پھونک مارتا ہوں تو وہ فوراً پرند ہو جاتی ہے۔ اللہ کے حکم سے اور میں شفا دیتا ہوں مادرزاد اندھے اور سفید داغ والے کو اور میں مردے جلاتا ہوں اللہ کے حکم سے اور تمہیں بتاتا ہوں جو تم کھاتے اور جو اپنے گھروں میں جمع کر رکھتے ہو بے شک ان باتوں میں تمہارے لئے بڑی نشانی ہے اگر تم ایمان رکھتے ہو۔

اور ہمارے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہزاروں معجزات اس قسم کے ظاہر ہوئے جنکا ذکر احادیث میں ہے مثل شق القمر باشارہ انگشت مبارک اور ظاہر ہونا پانی کا انگلیوں سے مثل فوارہ کے اور چنگا ہونا چشمان مبارک حضرت سیدنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم ورضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اور بہت سے معجزات لعاب دہن شریف سے آپکے ظاہر ہوئے۔ پس قرآن شریف یا احادیث میں ذکر نہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام بوقت ابراء اکمہ و ابرص یا احیاء موتیٰ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم بوقت القاء لعاب دہن مبارک اور بوقت اجرائے آب انگشتان مبارک خدا سے دعا کی جیسا کہ انسان بوقت کام لینے اپنی قوت سمع و بصر اور بطش اور مشی جو یہ عطایائے الٰہی سے ہیں خدا سے دعا نہیں کرتا ہے ایسا ہی یہ معجزات عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم سے بہت وقوۃ وہبیہ الٰہیہ آپ سے صادر ہوئی لیکن جو وارد ہے کہ عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام قم باذن اللہ بوقت احیاء اموات کے فرماتے تھے تو یہ دعا نہیں بلکہ اموات کو حکم زندہ ہونے کا ہے جو خدا نے انکو اجازت اور اذن احیاء اموات کا عطا فرمایا اور یہ قوت عنایت کیا اولیاء اللہ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کے تابعین اور آپکے فیضان سے فیضیاب ہیں ان سے بھی کرامات بہت اور بقوت عطا شدہ الٰہی احیاء و اموات صادر ہوتے ہیں جس سے کتب تراجم اولیاء اللہ مملو ہیں۔

بعضے معجزات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام باستجابت۔

دعا انکی ظاہر ہوئی۔ جیسا نزول آسمان سے مائدہ سیدنا عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام ہوا اور ہمارے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم سے بھی اس قسم کے معجزات ہزاروں ظاہر ہوئے جیسا یہ وقت تھا حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے نزول باراں کے لئے دعا فرمائی فوراً ابر آ کر نزول باراں ہوا اور اسلام سیدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے دعا فرمائی مستجاب ہوئی اور حضرت سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسلمان ہوئے۔ ومثل ذلک کثیر۔ حالت حیات اور وفات انبیا علیہم السلام کے برابر ہے ایسا ہی بہ تبعیت انبیا علیہم السلام اولیاء اللہ کا بھی وہی حال ہے۔ اسکا تذکرہ بخوف طوالت چھوڑا جاتا ہے۔

صرف چند احادیث شریفہ بطور نمونہ درج کئے جاتے ہیں۔ صحیح مسلم شریف و سنن ابی داؤد و سنن ابن ماجہ و معجم کبیر طبرانی میں سیدنا ربیعہ بن کعب اسلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے۔ قال کنت ابیت مع رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فاتیتہ بوضوءہ وحاجتہ فقال لی سل (ولفظ الطبرانی فقال لی یوماً یاربیعۃ سلنی فاعطیک رجعنا الی لفظ مسلم) قال فقلت اسئلک مرافقتک فی الجنۃ فقال اوغیر ذلک فقلت ہو ذاک فقال فاعنی علی نفسک بکثرۃ السجود۔

میں حضور پر نور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس رات کو حاضر رہتا ایک شب حضور کے لئے آب وضو وغیرہ ضروریات حاضر لایا (رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا بحر رحمت جوش میں آیا) ارشاد فرمایا مانگ کیا مانگتا ہے کہ ہم تجھے عطا فرمائیں میں نے عرض کی میں حضور سے

سوال کرتا ہوں کہ جنت میں اپنی رفاقت عطا فرمائیں۔ فرمایا کچھ اور؟ میں نے عرض کی کہ میری مراد تو صرف یہی ہے۔

سائل ہوں تیرا مانگتا ہوں تجھ سے تجھی کو
معلوم ہے اقرار کی عادت تیری مجھکو

سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا تو میری اعانت کر اپنے نفس پر کثرت سجود سے۔

حضور اقدس خلیفۃ اللہ الاعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مطلقاً بلا تقیید و بلا تخصیص ارشاد فرمانا سل مانگ کیا مانگتا ہے جس میں صاف ظاہر ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جس قسم کی حاجت روا فرما سکتے ہیں دنیا و آخرت کی سب مرادیں حضور کے اختیار میں ہیں جب تو بلا تقیید ارشاد ہوا مانگ کیا مانگتا ہے۔ شیخ شیوخ علماء الہند عارف باللہ عاشق رسول اللہ برکۃ المصطفیٰ فی ہذا الدیار سیدی شیخ محقق مولانا عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ القوی شرح مشکوٰۃ شریف میں اس حدیث کے نیچے فرماتے ہیں۔

از اطلاق سوال کہ فرمود سل بخواہ تخصیص نکرد بمطلوبے خاص معلوم میشود کہ کار ہمہ بدست ہمت وکرامت اوست صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہر چہ خواہد ہر کرا خواہد باذن پروردگار خود دہد۔

فان من جودک الدنیا وضرتھا
ومن علومک علم اللوح والقلم

یہ شعر بردہ شریف کا ہے جس میں سیدی امام اجل محمد بوصیری قدس سرہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کرتے ہیں یا رسول اللہ دنیا و آخرت دونوں حضور کے خوان جود و کرم سے ایک حصہ ہیں اور لوح و قلم کے تمام علوم جن میں ماکان ومایکون جو کچھ ہوا اور جو کچھ قیام قیامت

تک ہونے والا ہے ذرہ ذرہ بالتفصیل مندرج ہے حضورؐ کے علوم سے ایک پارہ ہیں۔

الحمد للہ یہ عقیدہ ہے ہمارے ائمہ دین کے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جناب میں علامہ علی قاری علیہ رحمۃ الباری مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں یُوخَذُ من اطلاقہ صلی اللہ علیہ وسلم الخ یعنی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مانگنے کا حکم مطلق دیا اس سے مستفاد ہوتا ہے کہ اللہ عزوجل نے حضورؐ کو عام قدرت بخشی ہے کہ خدا کے خزانوں سے جو کچھ چاہیں عطا فرمادیں والحمد للہ رب العالمین۔

مالک کونین ہیں گو پاس کچھ رکھتے نہیں
دو جہاں کی نعمتیں ہیں انکے خالی ہاتھ میں

نسائی و ترمذی و ابن ماجہ و ابن خزیمہ و طبرانی و حاکم و بیہقی نے سیدنا عثمان بن حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا جس میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نابینا کو دعا تعلیم فرمائی کہ بعد نماز کہے اللھم انی اسألک واتوجہ الیک بنبیک محمد نبی الرحمۃ یا محمد انی توجھت بک الی ربی فی حاجتی ھذہ لیقضی لی اللھم فشفعہ فی۔

الٰہی میں تجھ سے مانگتا اور تیری طرف توجہ کرتا ہوں تیرے نبی محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وسیلہ سے جو مہربانی کے نبی ہیں یا رسول اللہ میں حضور کے وسیلے اپنے رب کی طرف توجہ کرتا ہوں تاکہ میری حاجت روا ہو الٰہی انہیں میرا شفیع کر ان کی شفاعت میرے حق میں قبول فرما۔

حصن حصین شریف کی بعض روایات میں تو لتقضی لی بصیغہ معروف ہے یعنی یا رسول اللہ حضور میری حاجت روا فرمادیں

سیدنا عثمان بن حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خلافت امیر المومنین عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں یہی دعا ایک صاحب حاجتمند کو تعلیم فرمائی اور بعد الوصال سے جان وہابیت پر آفت عظمیٰ ڈھائی۔ معجم کبیر امام طبرانی میں یہ حدیث یوں ہے کہ ایک شخص امیر المومنین عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بارگاہ میں اپنی کسی حاجت کے لئے حاضر ہوا کرتے امیر المومنین ان کی طرف التفات نہ فرماتے نہ ان کی حاجت پر غور کرتے۔ ایک دن عثمان بن حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملے ان سے شکایت کی عثمان بن حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ایت المیضاۃ فتوضا ثم ائت المسجد فصل فیہ رکعتین ثم قل اللھم انی الخ

وضو کی جگہ جاکر وضو کرو پھر مسجد میں جاکر دو رکعت نماز پڑھو پھر یوں دعا کرو میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اور تیری طرف ہمارے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم نبی رحمت کے ذریعہ سے متوجہ ہوتا ہوں یا رسول اللہ میں حضورؐ کے وسیلہ سے اپنے رب کی طرف توجہ کرتا ہوں کہ میری حاجت روا فرمائیے۔ اور اپنی حاجت کا ذکر کرو شام کو پھر میرے پاس آنا کہ میں بھی تمہارے ساتھ چلوں صاحب حاجت نے جاکر ایسا ہی کیا۔ الغرض انہوں نے اپنی حاجت عرض کی امیر المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فوراً روا فرمائی۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی سید المرسلین وخاتم النبیین وعلی آلہ واصحابہ اجمعین

برادران ملت!

شیخ الاسلام عارف باللہ حضرت مولانا مولوی حاجی حافظ محمد انوار اللہ خان بہادر فضیلت جنگ علیہ الرحمۃ ونور اللہ مرقدہٗ اپنی کتاب انوار احمدی میں عقیدہٗ اہلسنت کی حفاظت کی خاطر فرقہ وہابیہ کی حقیقت کو واضح فرمائے ہیں جن میں سے بعض کو پیش کرنے کی سعادت حاصل کیجا رہی ہے۔

روایت ہے ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ کئی لوگ مشرق کیطرف سے نکلیں گے پڑھیں گے وہ قرآن مگر ان کے حلق کے نیچے نہ اترے گا جب ایک سینگھ کاٹا جائے گا تو دوسرا نکلے گا یعنی جب ایک فرقہ استیصال کیا جاوے گا تو دوسرا ظہور کرے گا یہاں تک کہ وہ آخر میں دجال کے ساتھ رہیں گے۔ روایت کی اس کو امام احمد اور طبرانی اور حاکم وغیرہ نے۔ انتہیٰ

چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ خوارج بھی مشرق ہی کی طرف سے نکلے اور وہابی بھی جن کا فتنہ مدتوں ملک عرب میں رہا غالباً یہ وہی فرقہ ہے جس کی طرف اس حدیث شریف میں اشارہ ہے۔

عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللھم بارک لنا فی شامنا الخ

روایت ہے ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے کہ ایک بار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی کہ الٰہی ہمارے شام اور یمن میں برکت دیجیو۔ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین نے عرض کی اور ہمارے نجد میں مقصود یہ کہ نجد کو بھی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم دعا میں شریک فرمالیں۔ پھر وہی دعا کی الٰہی ہمارے شام اور یمن میں برکت دیجیو پھر صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے نجد کے لئے عرض کی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہاں زلزلے اور فتنے ہیں اور وہاں شیطان کا سینگھ نکلے گا۔ روایت کی اس کو بخاری نے انتہیٰ۔

اس حدیث شریف سے بتصریح معلوم ہوا کہ نجد سے فتنے برپا ہوں گے اور اوپر کی حدیث سے معلوم ہوا کہ وہ لوگ مشرق سے نکلیں گے۔ گرچہ مشرق عام ہے کہ ہندوستان بھی مدینہ طیبہ کے شرق ہی میں واقع ہے

مگر مدینہ طیبہ کے خاص و عام لوگ نجدیوں کے شرقی اور وہابیوں کو شرقی کہا کرتے ہیں جن کی اقامت ملک نجد میں ہے پس معلوم ہوا کہ ان حدیثوں سے وہابیوں کا فتنہ مراد ہے پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی چند علامتیں بیان فرمائیں منجملہ ان کے ایک یہ ہے کہ مشرق سے نکلیں گے جیسا کہ ابھی معلوم ہوا اور ایک یہ کہ بات نہایت ہی عمدہ کہیں گے جیسا کہ ارشاد ہوا ہے عن ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یخرج فی آخر الزمان سفہاء الاحلام یقولون من قول خیر البریۃ الخ

روایت ہے ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ نکلیں گے آخر زمانے میں بیوقوف لوگ بات نہایت اچھے لوگوں کی سی کریں گے اور قرآن پڑھیں گے مگر وہ ان کے حلق سے نیچے نہ اترے گا الخ (کنز العمال)۔

ظاہر ہے کہ ان کا دعویٰ یہی تھا کہ شرک و بدعت کو مٹاتے ہیں اور ایک علامت یہ ہے کہ وہ لوگ مسلمانوں کو قتل کریں گے چنانچہ اس حدیث شریف سے ظاہر ہے۔
عن ابن عمر رضی اللہ عنہما قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یخرج من امتی قوم الخ

روایت ہے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ نکلے گی ایک قوم میری امت سے کہ قرآن پڑھیں گے مگر ان کے حلق سے نہ اترے گا قتل کریں گے وہ اہل اسلام کو الخ (کنز العمال)

یہ ثابت ہے کہ ہزارہا مسلمانوں کو ان لوگوں نے قتل کر کے حرمین شریفین اور تمامی ملک عرب پر تسلط کر لیا

تھا اب بے باکی کو ان کے دیکھئے حق تعالیٰ فرماتا ہے :۔
ومن یرد فیہ بالحاد بظلم نذقہ من عذاب الیم۔
جو شخص مسجد حرام میں شرارت سے کجروی کرنا چاہے چکھائیں گے ہم اس کو دردناک عذاب انتہی
حافظ محی السنہ بغوی رحمۃ اللہ تعالیٰ تفسیر معالم التنزیل میں اس آیت کی تفسیر میں ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا قول نقل کرتے ہیں ان تقتل فیہ من لا یقتلک او تظلم من لا یظلمک۔
یعنی الحاد بظلم یہ ہے کہ قتل کرے تو اس شخص کو جو تجھ کو نہ مارے یا ظلم کرے تو اس پر جو ظلم نہ کرے۔ اور ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا قول نقل کیا ہے۔
لو أنّ رجلا بخطیئۃ الخ
اگر کوئی کہیں گناہ کا قصد کرے تو جب تک اس کا وقوع نہ ہوگا گناہ لکھا نہ جائے گا۔ بخلاف اس کے کہ جو شخص مکہ میں رہتا ہو تو اس کے قتل کے قصد پہ عذاب الیم چکھایا جائے گا اگرچہ کہ قصد کرنے والا عدن میں ہو یا دوسرے شہر میں۔ اور مدینہ طیبہ کی نسبت ارشاد ہے :۔
عن عائشۃ رضی اللہ عنہا قالت سمعت سعدا قال سمعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقول لا یکید اہل المدینۃ احد الا انماع المالح فی الماء رواہ البخاری۔
یعنی بخاری شریف میں روایت ہے سعد رضی اللہ عنہ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو شخص مدینہ والوں کے ساتھ مکر و حیلہ کرے تو ایسا گلے گا جیسا نمک پانی میں گلتا ہے۔

ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فتح الباری میں اس حدیث کے تحت میں مسلم کی روایت نقل کرتے ہیں کہ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لایرید احد اھل المدینۃ بسوء الخ

فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو شخص مدینہ والوں کو برائی پہونچانے کا ارادہ کرے گا اسکو حق تعالیٰ دوزخ میں مثل سیسے کے یا جیسے نمک پانی میں گھلتا ہے انتہی

جب کہ مکہ معظمہ اور مدینہ طیبہ میں قتل اور برائی کے ارادہ پر یہ سزائیں ہوں تو جنہوں نے وہاں قتل عام کیا اور وہ وہ اذیتیں پہونچائیں جس سے ہزارہا لوگ جلا وطن ہوگئے ان کا کیا حال ہوگا۔ اور ایک علامت اس قوم کی یہ کہ قرآن پڑھیں گے جیسا کہ کئی حدیثوں سے یہ بات معلوم ہو چکی قرآن شریف پڑھنے کا اس قوم میں اس قدر اہتمام تھا کہ دلائل الخیرات کے صدہا نسخے جلادئے تا کہ اس کا وقت بھی تلاوت قرآن میں صرف ہو جیسا کہ درر السنیہ میں مذکور ہے۔ ایک علامت یہ ہے کہ اس قوم میں جو کوئی داخل ہو اس کے پھرنے کی توقع نہیں جیسا کہ روایت کی اسکو ابن شیبہ نے اور امام احمد نسائی طبرانی اور حاکم نے۔

روایت ہے ابی برزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ آخر زمانہ میں ایک قوم نکلے گی وہ قرآن پڑھیں گے مگر وہ ان کے حلق سے نہ اترے گا اسلام سے وہ ایسے نکل جائیں گے جیسے تیر شکار سے نکل جاتا ہے پھر نہ پھریں گے اسلام کی طرف علامت انکی یہ کہ سر منڈایا کریں گے یہ قوم ہمیشہ خروج کرتی رہے گی یہاں تک کہ آخر دجال کے ساتھ ہونگے۔ الخ

اس میں شک نہیں کہ کوئی باطنی نکبت اس فرقہ میں ضرور ہے جس کی وجہ سے مخبر صادق صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پھر وہ دین میں نہ آئیں گے مگر بظاہر ایک وجہ یہ بھی معلوم ہوتی ہے کہ حمایت توحید اور دفع شرک و بدعت کے غرور میں محبوبان بارگاہ الٰہی کی نسبت توہین کرتے ہیں جسکی وجہ سے غیرت الٰہی ان کو تباہ کر دیتی ہے۔ اور ایک علامت یہ کہ بنی تمیم سے ہونا جیسا کہ درر السنیہ میں کتاب جلاء الظلام سے نقل کیا ہے کہ ظن غالب ہے کہ محمد ابن عبد الوہاب ذوالخویصرہ تمیمی کی اولاد سے ہوگا جس کی خبر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث میں دی ہے۔ عن ابی سعید الخدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ان من ضئضئ ھذا او فی عقب ھذا قوما یقرؤن القرآن الخ

روایت ہے ابی سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اس شخص کے خاندان یا نسل میں ایک قوم ہوگی کہ وہ قرآن پڑھیں گے مگر ان کے حلق سے نہ اترے گا۔ دین سے وہ ایسے نکل جائیں گے جیسے تیر شکار سے نکل جاتا ہے وہ مسلمانوں کو قتل کریں گے۔ اور بت پرستوں کو چھوڑ دیں گے اگر میں ان کو پاتا تو قتل کرتا مثل قوم عاد انتہی روایت کیا اس کو بخاری نے۔

اس شخص کا نام ذوالخویصرہ تھا چنانچہ اس حدیث شریف سے ظاہر ہے جو مسلم شریف میں ہے عن ابی سعید الخدری رضی اللہ عنہ قال بینا عند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وھو یقسم الخ

روایت ہے ابی سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہ ایک بار ہم لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے حضرت کچھ مال تقسیم فرما رہے تھے کہ بنی تمیم کے قبیلہ

ایک شخص آیا جس کا نام ذوالخویصرہ تھا اور کہا یا رسول اللہ عدل کیجئے فرمایا حضرت نے خرابی ہو تیری اگر میں عدل نہ کروں تو پھر کون کریگا۔ عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ اگر اجازت ہو تو اس کی گردن ماروں فرمایا جانے دو اسکے ساتھ والے ایسے لوگ ہونگے کہ تم اپنی نماز و روزہ کو ان کی نماز و روزہ کے مقابلہ میں حقیر سمجھوگے وہ قرآن پڑھیں گے مگر حلق سے آگے نہ بڑھیگا اسلام سے وہ ایسے نکل جائینگے جیسے تیر شکار سے نکلتا ہے۔ روایت کی اس کو مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے انتہی۔

اس حدیث شریف سے ثابت ہے کہ ذوالخویصرہ قبیلہ بنی تمیم سے تھا اور ابن عبدالوہاب بھی تمیمی ہے تعجب نہیں کہ اس کی نسل سے ہو اور اگر نہ بھی ہو تو ہم خاندان ہونے میں شک نہیں۔

محمد ابن عبدالوہاب نجدی کا مجملاً حال یہ

ہے ۱۱۱۱ھ گیارہ سو گیارہ میں وہ پیدا ہوا اور بعد کسی قدر تحصیل علم کے ۱۱۴۳ھ گیارہ سو تینتالیس میں اپنے خیالات فاسدہ کو رواج دینے کے واسطے خطہ نجد میں گیا پہلے صرف اسی بات پر زور دیا کہ اس زمانہ میں شرک ہر طرف پھیل گیا ہے اور اسلام کی حالت روز بروز گھٹتی جارہی ہے اس وقت مسلمان پر واجب ہے کہ توحید کو رواج دینے اور شرک کو مٹانے کی فکر کرے چونکہ یہ دعویٰ قابل تسلیم تھا لوگ اسکے دام میں پھنسنے لگے چنانچہ ۱۱۵۰ھ گیارہ سو پچاس میں اسکی شہرت ہوئی اور "درعیہ" اس کے اطراف و جوانب کے لوگ اس کے تابع ہوگئے اور روز بروز ترقی ہونے لگی جب کسی قدر مجمع ہوگیا جہاد پر آمادہ ہوا اور اپنے ہوا خواہوں کو جمع کرکے لکچر دیا کہ سوائے اس خطہ کے اس وقت کل روئے زمین پر شرک پھیلا ہوا ہے اور سوائے تم چند شخصوں کے جتنے لوگ آسمان کے تلے ہیں سب مشرک اب ہم کو ضرور ہے کہ جہاد کرکے مشرکوں کو قتل کریں تمہیں یاد رہے جو کوئی مشرک کو قتل کرتا ہے اس کے لئے جنت ہے پھر سب سے بیعت لے کر جہاد کا حکم دیا۔ یہ فتنہ ایک مدت تک رہا اس قوم نے ہزارہا مسلمانوں کو شہید اور جلاوطن کردیا اور حرمین شریفین پر قبضہ کرکے کئی سال باستقلال حکمرانی کی آخر ۱۲۲۷ھ بارہ سو ستائیس میں بحکم سلطان محمود حرمین وغیرہ سے نکالے گئے مادۂ تاریخ ان کے اخراج کا قطع دابر الخوارج ۱۲۲۷ھ ہے اس کی کسی قدر تفصیل اور حال اُن مصیبتوں کا جو اہل حرمین شریفین پر گذریں شیخ دحلان مکی نے الدرر السنیہ میں لکھا ہے اس فرقہ کو بھی مثل خوارج کے عمل میں نہایت اہتمام تھا یہاں تک کہ تارک فرض کو کافر حلال الدم سمجھتے اور توحید میں ان کو اس قدر غلو تھا کہ یا رسول اللہ کہنے والے اور بزرگوں سے مدد مانگنے والے کو کافر سمجھتے۔ ابن عبدالوہاب ہر جمعہ کے خطبہ میں کہا کرتا کہ جو شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا توسل کرے وہ کافر ہے اور زیارت قبور ناجائز سمجھی جاتی تھی چنانچہ لکھا ہے کہ ایک قافلہ "احسا" سے مدینہ طیبہ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے لئے گیا تھا واپسی کے وقت جب "درعیہ" پہنچا جہاں وہ تھا اُس نے ان کی یہ سزا ٹھیرائی کہ داڑھیاں سب کی منڈوائی جائیں اور گدھوں پر اس رسوائی کے ساتھ سوار کئے جائیں کہ دم کی طرف منہ ہو اور یہی حالت "احسا" تک رہے جہاں ان کا گھر ہے تاکہ تشہیر ہوجائے کہ جو شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کو جائے اسکی یہ سزا ہے

چنانچہ ایسا ہی کیا گیا بدعت سے ان لوگوں کو اس قدر
احتراز تھا کہ صدہا دلائل الخیرات اور دوسرے علوم کی کتابیں
جلا دی گئیں اس میں لکھا ہے کہ ایک بزرگ نابینا اذان
کے بعد منارہ پر بآواز بلند درود شریف پڑھا کرتے تھے
ابن عبدالوہاب نے اس کو منع کیا جب انہوں نے نہ مانا
قتل کر ڈالا اور کہا کسی عورت کے گھر سے رباب کی آواز
درود کی آواز سے بہتر ہے جو مناروں پر پڑھا جائے اور
مولود شریف کسی کو پڑھنے نہ دیتا صرف و نحو و فقہ وغیرہ
علوم کے مطالعہ سے منع کرتا اس کا قول تھا کہ اصل شریعت
ایک تھی ان لوگوں کو کیا ہوا اس میں چار مذہب کر دئے
کبھی کہتا کہ قول ائمہ اربعہ بالکل قابل اعتبار نہیں اور کبھی
کہتا وہ تو حق پر تھے مگر ان کے اتباع کتابیں تصنیف
کر کے خود گمراہ ہوئے اور لوگوں کو گمراہ کیا۔

شیخ سلیمان بن سحیم حنبلی نے جو معاصر ابن عبدالوہاب
کے ہیں ایک استفتا کیا جس کا جواب علامہ احمد بن علی قبانی
نے دیا ہے استفتا میں لکھا ہے کہ ابن عبدالوہاب نے
بیان اقسام کی بدعتیں نکالیں اور لوگوں کو گمراہ کرنے پر
کمر باندھی ہے منجملہ ان کے چند یہ ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم پر ہر جمعہ کے دن اور رات درود پڑھنے سے
منع کرتا ہے اور کہتا ہے کہ ایسی بدعت ہے کہ اس سے
آدمی دوزخی بن جاتا ہے۔ دلائل الخیرات اور روض
الریاحین کے کئی نسخے اس نے جلا دئے اس کا قول ہے
کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نام پر لفظ سیدنا کہنے
سے آدمی کافر ہو جاتا ہے اور کہتا ہے کہ کبھی جو قدرت
ہوگی تو قبر شریف کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ڈھا دیگا
زید بن خطاب رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھ والے صحابہ
کی قبروں کو کھدوا ڈالا۔ غرض کہ اسکی بے باکیاں اور
گستاخیاں کوئی شمار و حساب نہیں رکھتے اس سے بڑھکر
کیا ہو کہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت کمال
بے ادبی کے الفاظ کہتا ہے اور سن کر خوش رہتا ہے
چنانچہ رسول کے معنی طارش کہتا ہے جو ان لوگوں کی
زبان میں ہرکارہ کو کہتے تھے اور اس کے اتباع کہتے تھے کہ
جو اس عصا سے کام نکلتا ہے وہ بھی ان سے نہیں نکلتا
اور وہ ایسی باتیں سن کر خوش ہوتا اور سوائے اس کے
صدہا خرافات ان لوگوں کے زبان زد تھے یہ فرقہ نجد
میں اب تک موجود ہے اہل انصاف غور کر سکتے ہیں کہ
کون مسلمان ایسا ہوگا کہ انکے اعتقادوں کو پسند کریگا۔

الحمد للہ رب العلمین والصلوٰۃ والسلام علے
رسوله الکریم وعلے آله واصحابه اجمعین

ہمکو بتنا ہے نشانِ راہِ منزل دوستو کہ — ہم اگر بھٹکیں تو کتنے کارواں کھو جائینگے

حضرت حقائق آگاہ معارف دستگاہ عارف باللہ مولٰنا حافظ محمد انوار اللہ فاروقی علیہ الرحمہ ان مردانِ خدا میں سے ہیں جو ایسے وقت مجاہدانہ اقدام فرمایا جب کہ دانایانِ فرنگ نے ہندوستان پر اپنا اقتدار و تسلط پائیدار بنانے کے لئے نہایت پرزور تدابیر سے اہل ہند خصوصاً اہل اسلام کو مسلکِ حق سے ہٹانے کے لئے بعض اہل علم و اہل قلم کو اپنا ہمنوا بنا لیا تھا اور عقلی دلائل کے نام سے مسائل کی غلط تاویلات بلکہ تحریفات کا سلسلہ شروع کیا تھا۔ اس پُرفتن ماحول میں مسلک حق واضح کرنا ضروری تھا۔ مولٰنا ممدوح کی حرارتِ دینی حساس تھی اور رگِ فاروقی جوشں زن ہوئی جبکہ مسلک حق پر ضرب کاریاں لگائی جارہی تھی تو آپ نے باطل کا جواب دیکر صحیح راہ کو واضح کیا حضرت کا مسلک اہل سنت والجماعت ہے آپ کا مشرب افراط و تفریط، تشدد و غلو سے دور نہایت معتدل ہے جیسا کہ خود حضرت کی متعدد تصانیف اور آپ کے عقائد و نظریات اس بات کی دلالت کرتے ہیں بانی علیہ الرحمہ اسی راہ پر گامزن تھے جسکے ناجی ہونے پر حدیث شریف میں بشارت دی گئی ہے حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ "اشعۃ اللمعات" میں فرماتے ہیں جن باتوں پر سنتِ رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام اور اجماع سلف صالحین جاری رہا اسی راہ کا نام اہل سنت والجماعت پڑا۔

یہ ان بہتّر فرقوں سے الگ واحد فرقہ ہے جو افراط و تفریط سے بری ہے۔ حضرت شیخ الاسلام "مقاصد الاسلام" حصہ ششم صفحہ ۲۴۹ میں رقمطراز ہیں کہ "جس طرح ہمارا دین متوسط ہے اسیطرح اہل سنت کا مذہب بھی متوسط اور افراط و تفریط سے دور ہے۔ دیکھئے صفاتِ الٰہیہ میں کس قدر افراط و تفریط ہے معتزلہ تو انکی بالکل نفی ہی کردیتے ہیں۔ اور مجسمہ جتنے آیات و احادیث صفات کے باب میں وارد ہیں سب کو ظاہر پر محمول کرتے ہیں چنانچہ ان کا اعتقاد ہے کہ خدائے تعالیٰ کی صورتِ ظاہری انسان کی ہے۔"

حضرت شیخ الاسلام فرماتے ہیں "دیکھئے کس قدر افراط و تفریط ہے بخلاف اہل سنت والجماعت خدائے تعالیٰ کے ان تمام صفات کو مانتے ہیں جو قرآن و حدیث میں وارد ہیں" مزید آگے فرماتے ہیں "بہرحال مسلمانوں کا کام یہی ہے کہ خدائے تعالیٰ نے جس طرح اپنے صفات کی خبر دی ہے ان کو اعتقاداً مان لیں اور اس کی کیفیات کو علم الٰہی پر حوالہ کرے اور ہر صفت میں مالیلیق بشانہ خیال کیا کرے۔

بانی علیہ الرحمہ کا مسلک اس افراط سے بری ہے جو شیعہ نے اختیار کیا اور اس تفریط سے پاک ہے جو وہابیہ نے اختیار کیا۔ مقاصد الاسلام حصہ ششم صلاا کی عبارت سے یہ بات عیاں ہو جاتی ہے فرماتے ہیں:

"شیعہ میں ایک فرقہ ہے جس کو مفوضہ کہتے ہیں ان کا اعتقاد ہے کہ حق تعالیٰ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو پیدا کرکے تمام دنیا کا پیدا کرنا آپ سے متعلق کر دیا۔

وہابیہ کہتے ہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم بھی ہم جیسے ایک معمولی آدمی تھے۔ اہل سنت والجماعت کہتے ہیں کہ بیشک آدمی ہیں مگر تمام آدمیوں سے بلکہ تمام عالم سے افضل ہیں۔ خدائے تعالیٰ نے آپ کو رحمۃ للعالمین بنایا اور علم اولین و آخرین آپ کو عطا ہوا اس کے سوا بہت ساری خصوصیتیں ہیں جن کو حقانی علماء خوب مانتے ہیں"

اس عبارت سے یہ بات عیاں ہو جاتی ہے کہ رسول علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے علم غیب کے بارے میں شیخ الاسلام کا یہی مسلک تھا کہ تمام علوم اولین و آخرین حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل تھے۔

حضرت کا مسلک جبر و قدر کے افراط و تفریط سے پاک تھا جیسا کہ آپ مقاصد الاسلام میں تحریر فرماتے ہیں۔

"[illegible] یہ عقیدہ ہو نا طل تھا اور [illegible] سمجھ لیا اور بعض سمجھتے ہیں کہ بندہ مجبور محض ہے [illegible] ارادی چیز کو قدرت نہیں [illegible] قدرت نہیں۔ اہل سنت والجماعت نے دیکھا کہ [illegible] کا حکم اور جزا و سزا اعمال کا نتیجہ ہے [illegible] اور احادیث سے ثابت ہے کہ خدائے تعالیٰ [illegible] خالق ہے اس لئے وہ دونوں نصوص کی تصدیق [illegible] بات کے قائل ہو گئے کہ بندہ کاسب اعمال ہے خالق نہیں"

حضرت کا مسلک رفض و خروج سے [illegible] سے پاک تھا فرماتے ہیں۔

"شیعہ اور خصوصاً ائمہ اطہار کو [illegible] مثل انبیاء علیہم السلام [illegible] معصوم سمجھتے ہیں [illegible] انبیاء سمجھتے ہیں۔ اور [illegible] کیا کو تکفیر کرنے لگے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم [illegible] سے خارج کر دیا نعوذ باللہ من ذالک [illegible] قرآن و حدیث ان حضرات [illegible] کو انبیاء [illegible] کم اور غیر معصوم سمجھتے ہیں لیکن [illegible] جانتے ہیں" (مقاصد الاسلام حصہ ششم [illegible])

غرضیکہ [illegible] روپیہ [illegible] صادق آتی [illegible] دجالوں اور کذابوں کے پیدا ہونے کی خبر دی [illegible] کا سلسلہ جاری تھا باطل خیالات [illegible] ایمانی [illegible] حضرت علیہ الرحمہ کو کب گوارا ہو سکتی تھی [illegible] سے چراغ کو روشن کرنا [illegible] باطل عقائد کا منہ توڑ جواب دیا

یہ باتیں بدعت کی تعبیر میں شامل تھیں۔ جب باطل اہل قرآن
کی صورت میں ظاہر ہوا جو کھلم کھلا احادیث کا انکار
کرتا تھا تو آپ نے اس فرقہ باطلہ کی طرف سے جو آیات
کی غلط تاویلات کرتا تھا اور احادیث مقدسہ کی حرمت
و ناموس پر کئے گئے حملوں کا دفاع کر کے دلوں کے تاریک
ویرانوں میں حقیقت و یقین کا اجالا پھیلایا اور مسلک
اہل سنت و جماعت کا احیا کیا۔ جب باطل قادیانیت
کی صورت میں ظاہر ہوا تو آپ نے اپنی کتاب افادۃ الافہام
میں اسکے باطل تاویلات کی دلائل قاہرہ و براہین ساطعہ
سے تار عنکبوت کی طرح دھجیاں اڑا دیں پھر باطل گروہ
وہابیہ کی صورت میں ظاہر ہوا جسکا سرگروہ ابن عبدالوہاب
نجدی تھا جس نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی
تنقیص شان اور صحابہ کرام کی توہین کو اپنا شعار بنا
لیا تھا جس کا عقیدہ تھا کہ ہر جمعہ کے دن اور رات میں
درود شریف پڑھنا ایسی بدعت ہے جس سے انسان دوزخی بن جاتا
ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کے ساتھ لفظ سیدنا
کہنے سے انسان کافر ہو جاتا ہے۔

بانی جامعہ رحمۃ مقاصد الاسلام حصہ یازدہم صفحہ
بیان فرماتے ہیں:۔

"اسمعیل دہلوی نے جس قدر عظمت و علوشان تھی
اتنی ہی لفظ رسول سے اس نے توہین نکالی لکھا ہے کہ رسول
قاصد اور ایلچی کو کہتے ہیں جو کسی معزز شخص کے پیام
چھوٹی باتیں کی غرض سے بھیجا جاتا ہے۔ اسوجہ سے معزز و معظم
وہی ہو سکتا جسکے پاس رسول بھیجا جائے (نعوذ باللہ من ذالک)
حضرت شیخ الاسلام اپنے دلائل قاہرہ سے اس کے
ناپاک عقیدے کا رد فرماتے ہوئے آگے رقمطراز ہیں:۔

"خدائے تعالی تو حضرت کی سیادت اور تعظیم کےلئے
ارشاد فرماتا ہے اور آخری زمانہ کے بعض لوگ رسول کے
معنے بیکارہ لیکر توہین کرتے ہیں۔ کسقدر خدائے تعالی کی
مخالفت کیجارہی ہے۔ مسلمانوں کا فرض ہے کہ اسکے جوابات
دے کر حضرت کی فضیلت ثابت کریں"

شیخ الاسلام کا یہ بڑا احسان ہے کہ آپ نے کتب میں
جا بجا اس فرقہ باطلہ کی شاطرانہ چالوں سے باخبر کیا اور وہ
مسائل جس میں چہ می گوئیاں شروع ہو گئی تھیں انکے حقائق کو
واضح کیا اور مسلک اہل سنت والجماعت کا احقاق کیا۔

آپ نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت و مدح و
ثنا کو دلائل ساطعہ کے ذریعہ اصل ایمان قرار دیا مقاصد الاسلام
حصہ اول میں تحریر فرماتے ہیں:۔

"جس طرح محبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی واجب ہے
اسیطرح حضرت کی تعظیم و توقیر و مدح و ثنا بھی واجب بلکہ فرض
ہے" اور اس حدیث شریف کے تحت جو طبرانی اور حاکم میں
مذکور ہے قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ عَلَیْہِ وسلم
اَنَا رَحْمَۃٌ مُّھْدَاۃٌ (میں اللہ کی رحمت ہوں جو تمہارے
لئے ہدیہ بھیجی گئی ہے) اور آیت شریفہ قُلْ بِفَضْلِ اللّٰہِ
وَبِرَحْمَتِہٖ فَبِذٰلِکَ فَلْیَفْرَحُوْا (کہدیجئے اے
محبوب اللہ کے فضل اور اس کی رحمت پر خوشی کیا کریں)
کو پیش نظر رکھکر مسئلہ محافل میلاد کو ثابت کرتے ہیں۔
مقاصد الاسلام حصہ اول میں فرماتے ہیں:۔

"ایسے ہمہ تن فضل اور رحمت کے نزول کے دن کو
ہم عید نہ قرار دیں تو ہم سے زیادہ ناقدر شناس کون ہو کہ
خدائے تعالی کے ہدیہ کی ہم نے کچھ قدر نہ کی حالانکہ فضل اور
رحمت الہی پر خوشی کرنا ہمارا فرض ہے جو آیۂ موصوفہ

فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا سے ظاہر ہے۔

درود شریف کے تعلق سے انوار احمدی ص۱۳۱ میں تحریر فرماتے ہیں:۔

"صرف ایک بار درود شریف اسقاط فرضیت کے خیال سے پڑھ لینا اور ایسی تقریریں بنانا کہ جس سے مسلمانوں کی محبت کم ہو جائے خلاف مسلک اہل سنت والجماعت کے ہے اور خلاف مرضی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بلکہ خلاف مرضی حق تعالیٰ کے بھی ہے۔ اعاذنا اللہ من ذٰلک"

مقاصد الاسلام حصہ نہم میں موئے مبارک کی توہین کرنیوالے کا انجام ذکر کرتے ہوئے کنز العمال کی حدیث شریف میں ذکر فرماتے ہیں:۔

"حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ایک بال ہاتھ میں لے کر فرمایا جس نے میرے بال کو ایذا دی اس نے مجھے ایذا دی اور جس نے مجھے ایذا دی اس نے خدا کو ایذا دی اور جس نے خدا کو ایذا دی اسپر تمام آسمان و زمین کے فرشتوں کی لعنت ہے اور نہ اس کے نوافل قبول ہونگے اور نہ فرائض۔ ایک روایت میں ہے کہ اسپر جنت حرام ہے۔"

مقاصد الاسلام حصہ اول میں رقمطراز ہیں کہ:۔

"حق تعالیٰ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کرنے والا واجب القتل ہے اگرچہ تنقیص شان کنایۃً ہو اگر کوئی کہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا زہد قصداً نہ تھا۔ اگر عمدہ چیزیں ملتیں تو آپ کھاتے ایسے شخص کا بھی قتل واجب ہے۔" یہ وہی اعتقاد ہے جو افراط و تفریط سے بری ہے اسی اعتقاد پر ائمہ اربعہ اور سلف صالحین کا گروہ گامزن تھا۔ تفسیر صاوی میں مذکور ہے:۔

مَنِ اسْتَخَفَّ بِجَنَابِهٖ صلى الله عليه وسلم فَهُوَ كَافِرٌ مَلْعُوْنٌ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ۔

جو جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں تخفیف کرے تو وہ دنیا و آخرت میں ملعون ہے۔

علامہ ابن عابدین شامی عقود رسم المفتی میں تحریر فرماتے ہیں کہ:۔

مَسْئَلَةُ عَدَمِ قَبُوْلِ تَوْبَةِ السَّابِّ لِلْجَنَابِ الرَّفِيْعِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَدْ نَقَلَ صَاحِبُ الْفَتَاوٰى الْبَزَّازِيَّةِ اَنَّهٗ يَجِبُ قَتْلُهٗ عِنْدَنَا وَلَا تُقْبَلُ تَوْبَتُهٗ وَاِنْ اَسْلَمَ۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی جناب میں گالی دینے والے کی توبہ قبول نہ ہونے کا مسئلہ (اس بارے میں) صاحب فتاویٰ بزازیہ نے نقل کیا ہے کہ اس کا قتل ہمارے یہاں واجب ہے اور اس کی توبہ قبول نہیں کی جائے گی اگرچہ وہ اسلام لائے۔

اس اندیشہ سے کہیں کوئی اعتدال اعتدال کہہ کر مساوات کا نعرہ بلند نہ کرے اور مسلک اہل سنت والجماعت کو مجروح نہ کرے اس لئے آپ نے الزام افراط اور کیفیت تذبذب کا بڑے دلنشین پیرائے میں تجزیہ فرماتے ہیں۔ انوار احمدی ص۱۹۰ میں مذکور ہے:۔

افسوس ہے کہ چند روز سے پھر وہی مساوات کا خیال آخری زمانہ کے بعض مسلمانوں کے سروں میں سمایا گویا یہ فکر شروع ہوئی کہ وہ سب باتیں تازہ ہوں جیسا کبھی إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ میں خوض ہوتا ہے کبھی کہا جاتا ہے کہ ہم لوگوں کو حضرت نے بھائی کہا ہے اسلئے حضرت بڑے بھائی ہیں۔ اب اس خیال نے یہاں تک پہونچا دیا کہ وہ آیات و احادیث منتخب کیجاتی ہیں جس سے ان کے زعم میں منقصت شان ہو لیکن یہ دیکھنا چاہیئے کہ انتہا اسکی کہاں ہوگی۔ ہم یقین سمجھتے ہیں

(بقیہ ص۵۲ پر ملاحظہ ہو)

آج کے ترقی یافتہ دور میں اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ دنیا آج مادی رفعت و بلندی کے بے انتہا منازل طے کرکے بام عروج پر پہونچ چکی ہے اور ایک عظیم شعور پیدا کر دیا ہے آج کے انسانوں نے ہواؤں میں اڑنا سیکھا ہے جس کو ترقی کا نام دیا جا رہا ہے لیکن قرآن و حدیث کی روشنی میں دیکھا جائے، اس ترقی یافتہ دنیا کی حقیقت کیا ہے جس کو انسان نے اتنی وقعت دے رکھی ہے تو قرآن کا ارشاد ربانی ہے وَمَا هٰذِهِ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا لَهْوٌ وَّلَعِبٌ (پ ۲۱ ع ۳)

یعنی یہ دنیا کی زندگی صرف کھیل کود ہے۔"

جیسے چھوٹے بچے تھوڑی دیر کھیلتے ہیں کھیل میں دل لگاتے ہیں پھر اس کو چھوڑ کر چل دیتے ہیں یہی حال دنیا کا ہے کہ نہایت ہی ناپائیدار ہے اور موت یہاں سے انسان کو ایسا ہی جدا کر دیتی ہے جیسے کھیل والے بچے منتشر ہو جاتے ہیں۔

دوسری جگہ خدائے تعالیٰ نے دنیا کی مثال پانی سے دی اور ارشاد فرمایا وَاضْرِبْ لَهُمْ مَّثَلَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا كَمَآءٍ اَنْزَلْنٰهُ مِنَ السَّمَآءِ فَاخْتَلَطَ بِهٖ نَبَاتُ الْاَرْضِ فَاَصْبَحَ هَشِيْمًا تَذْرُوْهُ الرِّيٰحُ (پ ۱۵ ع ۱۸)

یعنی آپ ان کے سامنے زندگانی دنیا کی مثال بیان کریں جیسے ایک پانی ہم نے آسمان سے اتارا تو اسکے سبب زمین کا سبزہ گھنا ہو کر نکلا پھر سوکھی گھاس ہو گیا۔ جسے ہوائیں اڑائیں۔"

اس آیت میں دنیا کی تر و تازگی اور بہجت و شادمانی اور اسکے فنا و ہلاک ہونے کی سبزہ سے تمثیل فرمائی گئی کہ جس طرح سبزہ شاداب ہو کر فنا ہو جاتا ہے اور اس کا نام و نشان باقی نہیں رہتا یہی حالت دنیا کی حیات کی ہے تو پھر اس پر مغرور و شیدا ہونا ذی عقل کا کام نہیں۔

اسی طرح پارہ ۲۷ میں ارشاد خداوندی ہے اِعْلَمُوْٓا اَنَّمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ وَّزِيْنَةٌ وَّتَفَاخُرٌۢ بَيْنَكُمْ وَتَكَاثُرٌ فِى الْاَمْوَالِ وَالْاَوْلَادِ كَمَثَلِ غَيْثٍ اَعْجَبَ الْكُفَّارَ نَبَاتُهٗ ثُمَّ يَهِيْجُ فَتَرٰىهُ مُصْفَرًّا ثُمَّ يَكُوْنُ حُطٰمًا (الحدید)

اے لوگو! جان لو کہ دنیا کی زندگی صرف کھیل کود اور آرائش تمہارا ایک دوسرے پر بڑائی کرنا اور مال و اولاد میں ایک دوسرے پر زیادتی چاہنا اس مینہ کی طرح ہے جس کا اُگایا سبزہ کسانوں کو بھایا پھر سوکھا کہ تو اسے زرد دیکھے پھر ریزہ ریزہ ہو جائے۔" اس آیت میں دنیا کی مثال مینہ سے دی گئی ہے۔

الغرض یہ تمام آیتیں صراحتاً اعلان کر رہی ہیں کہ اے لوگو! اس فانی دنیا کی کوئی وقعت نہیں قل متاع الدنیا قلیل دنیا کے ساز و سامان تو تھوڑے ہیں لہٰذا اس سے دل لگانا ذی ہوش کا شیوہ نہیں۔ صاحب تفسیر مدارک علیہ الرحمۃ اسی آیت کے تحت حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ کا ایک واقعہ نقل کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ آپ نے اپنے مریدین سے مخاطب ہو کر فرمایا اے گروہ مریدین! دنیا طلب نہ کرو اگر طلب کرو تو اس سے محبت نہ کرو صرف توشہ یہاں سے لو، آرام گاہ اور ہے۔"

(تفسیر مدارک جلد [illegible])

اسی طرح جامع ترمذی کی روایت ہے عن سہل بن سعد قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لَوْ كَانَتِ الدُّنْيَا تَعْدِلُ جَنَاحَ بَعُوضَةٍ مَا سَقَى كَافِرًا مِنْهَا شَرْبَةَ مَاءٍ

ترجمہ: حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر اللہ کے نزدیک دنیا کی وقعت، مچھر کے ایک پر کے برابر بھی ہوتی تو کسی کافر کو ایک گھونٹ پانی بھی اسے نہ پلاتا" (ترمذی شریف جلد دوم ص۵۶)

یعنی دنیا کی وقعت اللہ کے نزدیک ایک مچھر کے پر کے برابر بھی نہیں یہی وجہ ہے کہ کفار اس بے وقعت شئی سے تمتع حاصل کر رہے ہیں بلکہ یہ بے وقعت دنیا انکے لئے جنت ہے۔

ترمذی شریف کی ایک اور روایت ہے جس میں دنیا نہایت ہی ذلیل قرار دی گئی ہے عن المستورد بن شداد قال كنت مع الركب الذين وقفوا مع رسول الله صلى الله عليه وسلم على السخلة الميتة فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم ترون هذه [illegible] اهلها حين القوها [illegible] القوها يا رسول الله قال [illegible] على الله من هذه على [illegible]

[illegible]

ترجمہ: حضرت مستورد بن شداد [illegible] ان سواروں کے ہمراہ تھا جو [illegible] [illegible] فرمایا [illegible] اس کی وقعت [illegible] ہو گیا ہے [illegible] پھینک دیا ہے لوگوں نے [illegible] اسے اس کے گھر والوں نے ذلیل سمجھ [illegible] رسول اللہ نے فرمایا یہ دنیا اللہ کے نزدیک [illegible] زیادہ ذلیل و بے وقعت ہے جیسا یہ [illegible] ذلیل و بے وقعت ہے۔

اللہ اکبر دنیا کس قدر ذلیل ہے کہ [illegible] بھی اتنا ذلیل نہیں لیکن آج انسانوں کا یہ [illegible] دنیا میں اس طرح محو ہیں کہ [illegible] آرام گاہ [illegible] ہی بھول بیٹھے حالانکہ یہ دنیا تو چند روزہ ہے اس کا کیا اعتبار ہے بقول میر

زندگی کا کیا اعتبار ہے میر
آدمی بلبلہ ہے پانی کا

سرکار دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم [illegible] کی حقیقت واضح فرمائی ہے اگر اس کو پیش نظر رکھ [illegible] تو یقیناً اخروی زندگی کامیاب ہو سکتی ہے [illegible]

میں بھی سر بلندی مل سکتی ہے۔ ترمذی کی روایت ہے عن عبد اللہؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عَلٰی حَصِیْرٍ فَقَامَ وَقَدْ اَثَّرَ فِیْ جَنْبِہٖ فَقُلْنَا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ لَوِ اتَّخَذْنَا لَکَ فَقَالَ مَا لِیْ وَلِلدُّنْیَا مَا اَنَا فِی الدُّنْیَا اِلَّا کَرَاکِبٍ اِسْتَظَلَّ تَحْتَ شَجَرَۃٍ ثُمَّ رَاحَ۔

(ترمذی شریف جلد دوم صفحہ)

ترجمہ: حضرت عبد اللہؓ فرماتے ہیں کہ جنابِ رسالتماب صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن چٹائی پر لیٹے ہوئے تھے جب آپ سو کر اٹھے تو جسمِ اطہر پر چٹائی کے نشانات نمایاں تھے۔ ہم لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا ہم لوگ آپکے لئے کوئی نرم بچھونا تیار کر دیں آپ نے فرمایا مجھے دنیا سے کیا مطلب میں دنیا میں اس طرح ہوں جس طرح کسی سوار نے ایک درخت کے سایہ سے فائدہ اٹھایا پھر اس کو چھوڑ کر چل پڑا۔"

یعنی دنیا اس سایہ کے مانند ہے جس میں ایک مسافر تھوڑی دیر کے لئے بیٹھتا ہے اور پھر اس سایہ کو چھوڑ کر چلے جاتا ہے ایسا نہیں ہوتا کہ اگر مسافر ہمیشہ اس کے نیچے آرام کرتا ہی رہے کیونکہ اگر وہ اسی سایہ کے نیچے بیٹھا رہے تو منزلِ مقصود تک نہیں پہنچ سکتا ٹھیک یہی حال دنیا کا ہے اگر انسان اس دنیا میں آکر اس کی لذتوں میں مشغول ہو جائے تو وہ منزلِ مقصود نہیں پا سکتا ہے۔

لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ دنیا فی نفسہٖ کچھ نہیں ہے بلکہ اس کا منشاء یہ ہے کہ دنیا میں رہ کر توشۂ آخرت تیار کیا جائے اور آخرت کے مقابلہ میں دنیا کو ترجیح نہ دی جائے اور جس کا اصول یہ ہو یقیناً اس کی دنیا اچھی ہے جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے عن عبد اللہ بن قیس اَنَّ اَعْرَابِیًّا قَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ مَنْ خَیْرُ النَّاسِ قَالَ مَنْ طَالَ عُمُرُہٗ وَحَسُنَ عَمَلُہٗ۔

(ترمذی شریف جلد دوم صفحہ)

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن قیس فرماتے ہیں کہ ایک اعرابی نے عرض کیا یا رسول اللہ لوگوں میں سب سے اچھا کون ہے آپ نے فرمایا جسکی عمر لمبی اور عمل اچھا ہو۔"

تو معلوم ہوا کہ جس کا عمل اچھا ہو اسکی دنیاوی زندگی بھی اچھی اور جس کا عمل برا ہو اسکی دنیاوی زندگی بھی بری جیسا کہ دوسری حدیث شریف میں آیا ہے عن ابی بکرۃ اَنَّ رَجُلًا قَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اَیُّ النَّاسِ خَیْرٌ قَالَ مَنْ طَالَ عُمُرُہٗ وَحَسُنَ عَمَلُہٗ قَالَ فَاَیُّ النَّاسِ شَرٌّ قَالَ مَنْ طَالَ عُمُرُہٗ وَسَاءَ عَمَلُہٗ۔ (ترمذی شریف جلد دوم صفحہ)

ترجمہ: حضرت ابو بکرۃ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص عرض کیا یا رسول اللہ کون شخص بہتر ہے آپ نے فرمایا جس کی عمر دراز اور عمل اچھا ہو۔ پھر اس نے پوچھا یا رسول اللہ لوگوں میں سب سے برا کون ہے آپ نے فرمایا جسکی عمر لمبی اور عمل برا ہو۔"

اس سے واضح ہے کہ دنیاوی زندگی کے حسن و قبح کا دارو مدار عمل کے حسن و قبح پر ہے۔ لہذا معلوم ہوا کہ دنیاوی زندگی فی نفسہٖ کوئی بری چیز نہیں بری اس وقت ہے جبکہ اسکا استعمال بیجا ہو بلکہ ایسی صورت میں یہی دنیاوی زندگی جو ایک مسلم کے لئے اخروی زندگی میں کامیابی کا ذریعہ ہے وبالِ جان بن سکتی ہے۔

کاش! آج مسلمان ان احادیث کو پیشِ نظر رکھتے

(بقیہ صفحہ ۳۵ پر ملاحظہ ہو)

از قاضی محمد مظہر الدین صدیقی، متعلم عالم دوم جامعہ نظامیہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

امابعد

انسان کو عقل دی گئی ہے اور اس کی رہنمائی کے لئے جو خدائی احکام اور آسمانی دستور العمل ترتیب پایا ہے اس کی تعلیم و تربیت کا معلم و مربی وہ نفس قدسی ہے جو پیغام الٰہی رسول ہے جو تربیت کرتا ہے اور نفس کا تزکیہ کرتا ہے نفس کو پاک کرنے کا یہ مطلب نہیں کہ صرف اس کے ظاہر پر نظر رکھی جائے بلکہ اس کے باطن کو درست اور صاف کرنا حقیقت میں نفس کو پاک کرنا ہے نفس کے جذبات کا ایک تلاطم ہے اور اس کی موجیں ایسے زور سے چاروں طرف اٹھتی ہیں کہ اس تلاطم و تموج میں نیکیوں کے جذبات کی کشتی ڈوبی رہتی ہے نفس میں جو جو قوتیں بڑی ہیں موزیعہ کو ہر وقت ان کا محاسبہ ضروری ہے اور جو اس کا محاسبہ کرتا رہتا ہے وہی حقیقی معنوں میں مہذب ہوسکتا ہے دنیا کے تعلقات گوناگوں میں انسان ایسا پھنسا ہوا ہے کہ جبتک وہ تہذیب کی طرف اپنی ہمت کو مصروف نہیں کرتا مگر دنیا کے مقابلہ خوش نہیں رہ سکتا پہلی چیز جس سے انسان کی آسائش کو بڑا تعلق ہے اسکی صحت جسمانی ہے صحت کی قدر بیمار ہی اچھا طرح جان سکتا ہے مثل مشہور ہے تندرستی ہزار نعمت ہے۔

نفس کی تہذیب کے یہی معنی ہیں کہ اس کو درست ... پر لگایا جائے اور حرام غذاؤں سے روکا جائے تاکہ ... اسے احتراز کیا جائے ...

کا اصول ہو کہ ضائع نہ ہونے پائے ... صحت ... کے لئے ضروری سمجھا جاتا ہے کہ ہوا صاف ہو اور مکان بدبو غلیظ نہ ہو۔ پانی صاف ہو برتن دھویا ہوا ہو ... موجودہ زمانہ کے وہ لوگ جو تہذیب کا دعویٰ رکھتے ہیں اس کا خاص اہتمام رکھتے ہیں ظاہری چیزوں پر ان کی نظر بہت رہتی ہے مگر حقیقت ... اشیاء کی صفائی ... کرنے پر ان کی ویسی نظر ... اور جو ... دیکھ لیتے ہیں اور ان کے مقرر کردہ فیشن کی پابندی ... تو پھر ان کو اشیاء خوردنی و نوشیدنی کی ذاتی صفائی کا بھی کچھ خیال نہیں ہوتا۔ یہ لوگ حفاظت صحت کے لئے جن جن چیزوں پر نظر رکھتے ہیں یہی ہے کہ مکان ... ہوادار ہو۔ کھانے کے میز پر جو کپڑا ہو وہ سفید ... نہایت صاف ہوں کھانے پینے کی چیزیں لا ... لباس بیش قیمت ہو ... یہ تمام چیزیں جہاں پر پا ...

صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال سے کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ
دورِ حاضر کی تہذیب انسان کو کس قدر نقصان پہونچا رہی ہے
اور کس قدر اس پر عمل کرنے والا اپنی آخرت اپنے ہاتھوں سے
تباہ کر رہا ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:۔

من تشبہ بغیرنا فلیس منا۔ "جو دوسروں
کی تہذیب کو اختیار کرے وہ ہم میں سے نہیں۔"

اسی طرح مغربی تہذیب کے ذریعہ عورتوں میں میز
اور کرسیوں کو ترجیح دی جا رہی ہے اور بعض مقامات پر
تو کھڑے ہو کر کھانے کا اہتمام کیا جاتا ہے اور اسکو تہذیب
کا اعلیٰ نمونہ اور اس کو اپنی خوش اخلاقی بھی جانی ہے۔
اس مغربی لعنت میں صرف جاہل طبقہ ہی نہیں بلکہ ذی علم
لوگ بھی مبتلا ہیں حالانکہ یہ شریعت محمدی کے سراسر خلاف
ہے لیکن اس مغربی لعنت سے لوگ دن بدن گمراہ ہوتے جا رہے
ہیں۔ حضرت انسؓ سے ایک حدیث روایت ہے:۔

ما اکل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی خوان۔

اور جو لوگ مغربی تہذیب کو اختیار نہیں کرتے ہیں
اور عمل نہیں کرتے آجکل کے فیشن کے مطابق لباس نہیں
پہنتے خواہ وہ کیسے ہی اچھے کردار کے لوگ کیوں نہ ہوں
اسکو تہذیب جدید کے لوگ قابل ہم نشینی نہیں سمجھتے اب
بتلائیے کہ اس تہذیب سے سیرت و کردار پر کہاں سے اچھا
اثر ہوگا۔ ہم ظاہری خوش لباسی کے مخالف نہیں ہیں کیونکہ خوش
لباسی صفائی کی دلیل ہے اور ظاہری پاکی ایک زینہ ہے
باطنی پاکی کا۔ اور باطن کی پاکی تہذیب نفس کا محل ہے اور
اس میں داخل ہونے کا زینہ ظاہری پاکی ہے جن لوگوں کی
نظر صرف صفائی باطن پر ہوتی ہے اور اس محل میں داخل
ہونا چاہتے ہیں ان کے لئے ضروری ہے کہ اس کے زینہ پر
قدم رکھیں مگر جو لوگ اسی زینہ کو بام عروج سمجھ کر اسی کے
اہتمام میں لگے ہوئے ہیں تو ان کو اس ظاہری صفائی سے
کچھ نہیں مل سکتا۔ دیکھئے ہمارے مذہب اسلام نے صفائی
کا وہ اہتمام کیا ہے جس کی مثال کسی اور مذہب میں نہیں ملتی
اور اس کے تمام احکام جو صفائی ظاہر کا سبق دیتے ہیں ان کا
بڑا گہرا اثر باطن پر پڑتا ہے موجودہ تہذیب یافتہ کو
پیشاب سے اپنے جسم یا پتلون کو بچانے کی اتنی ضرورت
نہیں ہے جتنی کہ میل سے حالانکہ میلا جسم کے پسینہ اور
گرد و غبار کی آمیزش سے نجاست اور پیشاب کی طرح متعفن
نہیں ہوتا اگر وہ حقیقی صفائی کے دلدادہ ہوتے تو میل جو
پاک چیزوں سے مرکب ہے اس سے جتنی کراہت انکو ہے
اس سے زیادہ پیشاب سے کراہت کرتے اپنے جسم اور
لباس کو اس سے بچانے میں خاص اہتمام کرتے مگر ایسا
نہیں ہے اور اس سے ہم اس نتیجہ پر پہونچتے ہیں کہ موجودہ
تہذیب یافتہ حقیقی صفائی پر نظر نہیں رکھتے۔ پیشاب
کرتے ہیں تو کھڑے ہو کر کر لیتے ہیں اور پیشاب کے قطرے
پتلون میں اور پیشاب کے چھینٹے پائنچوں پر ہوتے ہیں اور
انکی تہذیب میں اس سے کوئی فرق نہیں آتا۔ ہمارا مذہب
اسلام نے جس صفائی کا حکم دیا ہے وہ ایسا نمائشی نہیں
ہے ایک مسلمان سے بڑھ کر کوئی صاف ستھرا نہیں رہ سکتا
جو سچا مسلمان ہے جو مذہبی احکام کا پابند ہے وہ صرف
اپنے کو بول و براز سے ہی نہیں بلکہ میل و کچیل سے بھی پاک
رکھتا ہے۔ اسلام کی نظر میں بول و براز سے احتیاط نہ کرنا گناہ
ہے تو میلا کچیلا رہنا بھی مکروہ ہے اور اس صفائی کے ترک
رکھنے میں یا ایسی صفائی قائم کرنے میں اس کے نفس پر کوئی

برائی پیدا نہیں ہوسکتی وہ لوگوں کو حقیر سمجھتا ہے اور ان کو کم
نظر سے دیکھتا ہے نہ اس کو بھی برائی کا خیال آتا ہے نہ وہ
کسی کو چھوٹا جانتا ہے کیونکہ ان طریقوں اور ان عیبوں کو
تہذیب کے دائرہ سے خارج کرنا اور ایسی باتوں کو جس میں
نہ ظاہری صفائی ہے نہ اصلی صفائی کا کوئی خاص اہتمام ہے
ایسی تہذیب کو اختیار کرنا اور ان کو تہذیب کا مرکز قرار دینا
اور نفس کو برائیوں میں مبتلا کرنا ایک مسلمان کا شیوہ نہیں
ہوسکتا۔ تہذیب کا سبق اس سے ملتا ہے۔ خداوند کریم
ارشاد فرماتا ہے کہ نفس میں ہم نے جو قوت رکھی ہے۔ اس میں
بدکاری بھی ہے اور پرہیزگاری بھی۔ فالھمھا فجورھا
وتقوٰھا لیکن نفس کو کس قوت کی طرف راغب کرنا چاہیئے
اور کب انسان کو اچھا پھل مل سکتا ہے اور کب وہ برائی
کے اندوہناک نتائج میں پھنس جاتا ہے۔ اسکی صراحت آیت متذکرہ

میں ہے قد افلح من زکھا وقد خاب من دسھا
اس آیت کریمہ نے نہایت صاف طور پر دکھا دیا ہے کہ وہی
شخص نجات پائے گا اور اسی کے لئے دنیا و آخرت کی فلاح
و بہبودی مقدر ہے جس نے اپنے نفس کو برائیوں سے
پاک و صاف رکھا اور اسکی بدی کے رجحان کو پامال کر دیا
دیکھئے اسی تہذیب کو تہذیب کہتے ہیں۔ ہر طرح سے تہذیب
ہے ظاہری تہذیب جو موجودہ زمانہ میں زیادہ رواج پارہی
ہے اور جس کی پابندی آج کل مہذب کا لقب دلارہی ہے
یہ اصلی تہذیب نہیں ہے کیونکہ اس طریقہ میں نفس پروری اور
نمائش کے سوا اسکے ترقی و اصلاح کی کوئی صورت نظر نہیں آتی
ہے عام لوگ اس تہذیب سے فائدہ نہیں اٹھاسکتے اور غربا
دیکھا دیکھی اسکی ریس کرتے جائیں تو تباہ ہوجائیں گے۔
غرض اصلی تہذیب دریافت کرنے کیلئے مذہب اسلام کی طرف رجوع ہونا چاہیئے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

استاد کا ادب

از محمد عارف متعلم عالم دوم

شاگرد پر لازم ہے کہ علم کو ذلت کی نگاہ سے نہ دیکھے اور استاد پر اپنے کو حاکم اور امیر نہ بنائے اس کی اطاعت میں ہرگز فرق نہ کرے اس پر ایسا اعتقاد رکھے جیسے جاہل بیمار طبیب حاذق کی نصیحت پر اعتقاد رکھتا ہے استاد کے ساتھ نہایت عجز و انکساری سے پیش آئے اور اس کی خدمت گزاری سے عزت و ثواب حاصل کرتا ہے چنانچہ حضرت ابن عباسؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچازاد بھائی ہونے کے باوجود زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے خچر پر سوار ہونے کے وقت رکاب تھام لی تھی اور زید ابن ثابت رضی اللہ عنہ کے اصرار پر بھی آپ نے رکاب نہیں چھوڑی اور یہ فرمایا کہ ہم کو علماء اور بزرگوں کی اسی طرح تعظیم و تکریم کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ تب حضرت زید ابن ثابت رضی اللہ عنہ نے اہلبیت کی فضیلت کے لحاظ سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بوسہ دیا۔

علم سیکھنے کے لئے استاد کی جہاں تک ممکن ہو خوشامد و چاپلوسی کرے اور کبھی استاد پر اپنا غرور و تکبر ظاہر نہ کرے مشہور و معروف علماء سے پڑھنے کی خواہش رکھنا اور چھوٹے عالموں سے نہ پڑھنا یہ بھی غرور میں حماقت ہے کیونکہ علم نیک بختی و نجات کا ذریعہ ہے اور جہالت و گمراہی کے بعد لکھنے والے درندہ سے بچنے والا ہے وہ شخص درندہ ہو سکتا بن جاتا ہے وہ کسی بڑے بھاڑ دینے والے کو نہیں چھوڑتا بلکہ وقت پر جو کوئی مل جائے اس سے وہ چاہتا اور کام نکالتا ہے۔ اسی طرح طالب علم کو چاہیئے جو اپنے سے کچھ بھی زیادہ معلومات رکھتا ہے ان معلومات کو بے تامل اس سے حاصل کرے اور شاگرد بن جائے استاد جو کچھ کہتا ہے اس کو نہایت عجز و انکساری کے ساتھ سماع قبولیت سے یعنی اسی طرفہ استاد کا احسان مان کر فرحاں و شاداں شکریہ ادا کرتے ہوئے توجہ دے اور اپنی رائے کو چھوڑ دے ہر بات کو چپ چاپ سنتا جائے شور نہ مچائے اور بیہودہ سوال نہ کرے اور جس سوال کا استاد جواب نہ دے تو اس کو مجبور نہ کرے اور جو بات اپنے سمجھ کی اور درجہ کی نہیں ہے اگر اس کے بتانے میں استاد عذر کرے تو استاد پر اصرار و جبر نہ کرے۔ اگر کسی سوال کا استاد جواب نہ دے سکے تو اس کی تذلیل و تحقیر نہ کرے اور اس کے بھید اور خانگی باتوں کو کسی پر ظاہر نہ کرے اور اس کی برائی کو پوشیدہ رکھے اس کے روبرو کسی کی غیبت نہ کرے اور اس کی ذلت کے درپے نہ ہو اگر اس کی کسی بات میں لغزش اور غلطی ہو جائے تو اس سے درگزر کرے اور اللہ تعالیٰ کے واسطے اس کی تعظیم و توقیر کرے مجلس میں اس کے آگے بڑھ کر نہ بیٹھے اور جب کبھی اس کو دینی یا دنیوی کوئی ضرورت لاحق ہو تو سب سے پہلے فوراً اس کی حاجت پوری کرے ★★

از قاضی سید خواجہ حسین ادیب
متعلم عالم اول

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

امابعد

مسلمان ایک سب سے [illegible] بہت آگے [illegible] مسلمان
صنعت و حرفت و تجارت میں اور اقوام سے بہت پیچھے
ہیں اور ہمارا خود اجتناب ہم کو ترقی کی دوڑ میں پیچھے کر رکھا
ہے اور کوئی جتھہ بندی کے بغیر ترقی پذیر نہیں ہو سکتے اب زمانہ
ہم کو مجبور کر رہا ہے اور یہی سبق آموز دوڑ اور ترقی قائم
رکھنے کے لئے مسلمان بھی اس میدان میں توکل علی اللہ تریں
صنعت و حرفت و زراعت و تجارت کو اپنے ہاتھ میں لیں
کسب معاش صنعت و حرفت تجارت کی فضیلت کیلئے
احادیث وارد ہوئی ہیں التاجر الامین الصدوق المسلم
مع الشہداء یوم القیمۃ (ابن ماجہ)

ترجمہ: راستباز امانت دار تاجر کا درجہ شہداء
کے برابر ہے۔ اور دوسری روایت ہے التاجر الصدوق
تحت ظل عرش اللہ یوم القیمۃ۔

ترجمہ: راستباز تاجر قیامت میں زیر عرش ہونگے۔

حضرت عبد اللہ بن مبارک کہتے ہیں کہ تجارت و
کسب رزق توکل نہیں بلکہ دخل عبادت ہے۔ تذکرۃ الاولیاء
حضرت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لان
یاخذ احدکم حبلہ ثم یغدو الی الجبل فیحتطب
فیبیع فیاکل ویتصدق خیر لہ من ان
یسال الناس۔

ترجمہ: تم میں سے ایک شخص رسی لے کر پہاڑی پر جائے پھر
لکڑیاں جمع کرے اور اس کو فروخت کر کے کھائے اور کچھ
خیرات کرے تو یہ اسکے لئے گداگری سے بہت اچھا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا قول ہے فاذا قضیت الصلوٰۃ الآیۃ
پھر جب نماز جمعہ ختم ہو جائے تو تم زمین میں جدا جدا ہو جاؤ
اور اللہ کا فضل تلاش کرو اور اللہ کو بہت یاد کرو تاکہ تم
کامیاب ہو جاؤ۔

اور ایک حدیث میں وارد ہے اطلبوا الرزق فی خبایا
الارض۔ ترجمہ: زمین کے چھپے ہوئے مقامات میں رزق طلب کرو
انوار القدسیہ میں لکھا ہے کہ اس عبارت کا ترجمہ یہ ہے
جاننا چاہئے کہ اہل زہد کی تجارت بیع اور مزدوری کا رہا
ہے نے ان کا سفر منافی زہد نہیں۔ [illegible] کام بھی آخر
سے لئے ہے صحابہ کرام اور سلف الصالحین کی تجارت و زراعت
اسی پر محمول ہے قرآن مجید میں اسی کی طرف اشارہ کیا ہے۔
رجال لا تلھیھم تجارۃ ولا بیع عن ذکر اللہ
ترجمہ: یہ وہ لوگ ہیں کہ انہیں اللہ کے ذکر سے نہ [illegible]

تجارت نا قابل ترقی ہے اور نہ کوئی خرید و فروخت ہو رہی ہے

اور حدیث شریف میں وارد ہے ما اکل احد

طعاما قط خیرا من ان یاکل من عمل یدہ

وان نبی اللہ داؤد کان یاکل من عمل یدہ ۔

ترجمہ: اپنے ہاتھ کی کمائی سے بہتر کوئی کھانا نہیں

اور اللہ کے نبی داؤد علیہ السلام اپنے کسب سے کھاتے

تھے۔ (بخاری)

طلب الحلال جہاد ترجمہ: حلال مال

کا طلب کرنا بمنزلہ جہاد کے ہے (کنز العمال)

جیسا کہ بڑے بڑے پیغمبر و صحابہ کرام سلف صالحین

نے بڑی بڑی تجارت کی ہیں جیسے:۔

حضرت آدم علیہ السلام زراعت کرتے تھے

حضرت نوح علیہ السلام نجار تھے

حضرت ابراہیم علیہ السلام بزاز یعنی تاجر پارچہ تھے

حضرت داؤد علیہ السلام زرہ بکتر بناتے تھے یعنی جہاد کا ان

حضرت سلیمان علیہ السلام باوجود جلیل القدر عظیم الشان

بادشاہ ہوتے ہوئے زنبیل بناتے تھے۔

حضرت زکریا علیہ السلام نجار تھے۔

اور صحابہ کرام اہل بیت کرام تبع تابعین بڑے بڑے

اولیاء کرام تجارت یا کسب کرتے تھے۔ حضرت ابوبکر صدیق رض

اور حضرت عمر رض اور حضرت عثمان رض کھجور کی تجارت اور کپڑے کی تجارت

اور غلہ، چمڑے کی تجارت کرتے تھے۔

حضرت ابوبکر صدیق رض کا ایک عظیم الشان کارخانہ

مقام سنح میں قائم تھا جہاں آپ کپڑے کی تجارت کرتے تھے۔

حضرت عثمان غنی رض بنو قینقاع کے بازار میں کھجوروں

کی تجارت کرتے تھے انہوں نے بڑی ترقی کی (مسند امام احمد)

حضرت عمر رض کی تجارت نے تو اتنی وسعت اختیار کر لی

تھی کہ اس کی شاخیں ایران تک پھیل گئی تھیں اور اسی

طرح دیگر صحابہ کرام بھی تجارت کرتے تھے اور حضرت

عبداللہ بن عمر رض سونے اور چاندی کے سکوں کی تجارت

کرتے تھے۔ (ترمذی شریف)

لیکن آج کل کے زمانے کے بیٹے نکھٹو ہو کر

ماں باپ کی کمائی ہونے پر [illegible] عیش

کرتے ہیں۔ اور اسی طرح ایک روایت حضرت نافع

سے روایت ہے کہ وہ فرماتے ہیں ایک شخص [illegible]

کہ مسجد نبوی میں آیا اس کے ہاتھ میں کشکول تھا اور

وہ بولتا تھا کہ راہ خدا میں کون میری مدد کرتا ہے حضرت عمر رض

نے اس شخص کو بلایا اور وہ حاضر ہوا۔ آپ نے فرمایا کہ

کون مزدوری پر لے جائے گا تاکہ اس کی زمین میں کام کرے

ایک انصاری نے کہا اے امیر المومنین میں اس سے کام

لیتا ہوں۔ انصاری اسے بلوا کر لے گئے۔ اس انصاری

کا پیشہ زراعت تھا۔ دیکھا آپ نے حضرت عمر فاروق رض

نے کسی کو بیکار دیکھنا پسند نہیں کرتے تھے۔

یا ایھا الذین آمنوا انفقوا من طیبت

ما کسبتم۔

ترجمہ: اے ایمان والو اللہ کی راہ میں اپنی پاک

کمائی میں سے مال خرچ کرو۔ اور دوسری آیت میں رقمطراز

ہے یمحق اللہ الربوا ویربی الصدقت

ترجمہ: اللہ تعالیٰ سود کو گھٹاتا ہے اور اس کی برکت

زائل کرتا ہے اور خیرات ثواب کو اور برکت کو بڑھاتا ہے۔

آج کل دیکھا جاتا ہے کہ تاجر بہت جھوٹ بولتے ہیں

جیسا کہ روایت کی بیہقی نے پاکیزہ ترین کمائی تاجروں کی کمائی ہے

مجلس اشاعۃ العلوم

جامعہ نظامیہ

مجلس اشاعۃ العلوم جامعہ نظامیہ کو حضرۃ العلامہ شیخ الاسلام عارف باللہ مولانا حافظ محمد انوار اللہ فاروقی فضیلت جنگ علیہ الرحمہ استاذ سلاطین دکن نے ۱۳۳۰ھ م ۱۹۱۲ء میں قائم فرمایا تاکہ اس کے ذریعہ علوم اسلامیہ کے مفید نادر تحقیقی، اصلاحی اور معلوماتی آخری کتب شائع ہوں، الحمدللہ مجلس اشاعۃ العلوم بانی علیہ الرحمہ کے منشا و مقصد کے مطابق اپنے قیام کے زائد از ۷۰ سالہ عرصہ میں اُردو، عربی، فارسی، انگریزی و تلگو کتب شائع کیں جو اندرون ملک و بیرون ملک بیحد مقبول و فائدہ بخش ثابت ہوئیں اس وقت تک مجلس اشاعت العلوم نے تفسیر، حدیث، فقہ، تاریخ، سیرت، اخلاق، اسلامی تہذیب و تمدن، فضائل و مناقب، معجزات و کرامات، ردِ وہابیت، رد قادیانیت، زیارت قبور، علم غیب، میلاد مبارک، وسیلہ وغیرہ پر مولانا محمد انوار اللہ فاروقی فضیلت جنگ علیہ الرحمہ و دیگر اقطاع عالم کے علماء اعلام کی مدلل تصانیف شائع کی ہیں جنکا مطالعہ ایمان میں تازگی اور روح میں بالیدگی پیدا کرتا ہے۔

خوشخبری مجلس اشاعۃ العلوم کے کام صاحبان خیر کے عطایا اور ارکان کی امداد پر چل رہے ہیں علم دوست اصحاب سے خواہش کیجاتی ہے کہ کم از کم ایک سو روپیہ کی رکنیت قبول فرمائیں ادائی یکمشت یا بالاقساط بھی ہوسکتی ہے ارکان کو مجلس اشاعۃ العلوم کی مطبوعات اصلی لاگت پر اور سابقہ مطبوعات ۲۲ فیصد رعایت پر دیجائیگی۔ تجار حضرات کو بحساب خریدی ۲۰ تا ۳۳ فیصد کمیشن دیا جائیگا اضلاع و بیرون ملک کے حضرات بذریعہ وی پی طلب فرماسکتے ہیں، ڈاک خرچ بذمہ خریدار ہوگا۔ اشاعۃ العلوم کے مطبوعات باوقات ۱۰ تا ۴ ساعت صبح مجلس اشاعۃ العلوم جامعہ نظامیہ سے حاصل کی جاسکتی ہیں فہرست مطبوعات ایک روپیہ کے ڈاک ٹکٹ روانہ فرماکر طلب فرماسکتے ہیں۔

المعلن: محمد خواجہ شریف نائب شیخ الحدیث و معتمد مجلس اشاعۃ العلوم جامعہ نظامیہ رجسٹرڈ ۱۰۵۹

تالیفات حضرت شیخ الاسلام مولانا حافظ محمد انوار اللہ فاروقی فضیلت جنگ علیہ الرحمہ بانی جامعہ نظامیہ

۱۔ مقاصد الاسلام حصہ اول اردو، اخلاق، تمدن، عقائد اور کلام پر بحث ---۶ ۲۔ مقاصد الاسلام حصہ دوم اردو، عقل و درایت پر عالمانہ بحث زیر طبع

۳۔ مقاصد الاسلام حصہ سوم اردو۔ انسان کی ترکیب — زیر طبع
خلق روح کا حال معرفت الٰہی پر مدلل بحث

۴۔ مقاصد الاسلام حصہ چہارم، اردو۔ تحصیل علوم ... ۶۔۰۰
عربیہ مطابق نصاب نظامیہ پر ایک عجیب بحث، فضائل حج

۵۔ مقاصد الاسلام حصہ پنجم اردو۔ تصوف کی تعریف ... ۶۔۰۰
معرفت الٰہی پر اعتراضات حجت وجود روح پر متعلق بحث

۶۔ مقاصد الاسلام حصہ ششم اردو، عبداللہ بن سبا ... ۱۵۔۰۰
کے حالات، شہادت حضرت عثمان، فضیلت تقویٰ کا بیان

۷۔ مقاصد الاسلام حصہ ہفتم اردو، عجائب حیوانی — عنقریب شائع ہوگا
کے علمی حالات، وحی کے اقسام، عشق حقیقی، شریعت کی ضرورت

۸۔ مقاصد الاسلام حصہ ہشتم اردو۔ تفسیر سورہ ناس — عنقریب شائع ہوگی
سے متعلق چند ارشادات و مضامین ״

۹۔ مقاصد الاسلام حصہ نہم اردو۔ معجزات ״
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا بیان

۱۰۔ مقاصد الاسلام حصہ دہم اردو حضرت ابوبکر صدیقؓ ״
و حضرت عمر فاروقؓ کے واقعات

۱۱۔ مقاصد الاسلام حصہ یازدہم اردو، ضرورت اتباع ״
صحابہ، فضائل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

۱۲۔ حقیقۃ الفقہ حصہ اول اردو، محدثین و فقہا ... ۲۵۔۰۰
کے فرائض منصبی، حدیث، فقہ و اجتہاد پر مدلل دلائل

۱۳۔ حقیقۃ الفقہ حصہ دوم اردو ״ ״ ... ۱۵۔۰۰

۱۴۔ کتاب العقل، عقل کی حقیقت کہاں تک — زیر طبع
دینی ابواب میں چل سکتی ہے حکمت قدیمہ و جدیدہ کا بیان

۱۵۔ انوار احمدی، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل — زیر طبع

۱۶۔ انوار الحق۔ مرزا غلام احمد قادیانی کے رد میں ״

۱۷۔ الکلام المرفوع، قرآن، وضع حدیث، فضیلت امام شافعی کا بیان ۲۔۰۰

۱۸۔ شمیم الانوار فارسی کلام منظوم — زیر طبع

۱۹۔ خلق افعال اردو ״

۲۰۔ خدا کی قدرت ״ ۰۔۵۰

۲۱۔ انوار اللہ الودود اردو ۰۔۵۰

۲۲۔ افادۃ الافہام اردو، مرزا غلام احمد قادیانی ... ۸۔۰۰
کی ازالۃ الاوہام کا جواب

۲۳۔ افادۃ الافہام حصہ دوم اردو ״ — زیر طبع

۲۴۔ انوار التمجید اردو ۲۔۰۰

۲۵۔ مسئلۃ الربوا ״ بینک سے سود لینے ... ۱۔۰۰
کے عدم جواز کا ثبوت

تالیفات مولانا محمد غوث نائطی ارکاٹی علیہ الرحمہ

۲۶۔ نثر المرجان فی رسم نظم القرآن حصہ اول تا ہفتم عربی
قرآن کے رسم خط نظم قرآن اختلاف و عدد کا بیان۔ فی جلد ۲۰۔۰۰

۲۷۔ روح الایمان فی آیات تشریح القرآن، اردو ... ۱۲۔۰۰
مولفہ مولوی فتح الدین از بیرہ شاہی

۲۸۔ حیاۃ الانبیاء و ترجمہ انباہ الاذکیاء، اردو — زیر طبع
مولفہ مولوی حفیظ اللہ خان، آنحضرت و دیگر انبیاء کی حیات

۲۹۔ مکارم الحفاظ اردو، از مولوی حفیظ اللہ خان — زیر طبع
حفاظ قرآن کے آداب و فضائل

۳۰۔ السیع الاسمع خطبہ بے نقط عربی ۱۔۰۰
از مولفہ مولوی احمد مکرم عباسی چریا کوٹی

۳۱۔ العروۃ الوثقیٰ عربی، از مولوی غلام محمد برہان الدین ... ۶۔۰۰
رویت فضائل۔ رویت آنحضرت

۳۲۔ الوسیلۃ العظمیٰ عربی از مولوی غلام محمد برہان الدین ... ۶۔۰۰
جواز قیام وقت ذکر میلاد، آنحضرت فضیلت مکہ معظمہ و مدینہ منورہ

۳۳ - فوز المرام اردو از مولوی غلام محمد بہاء الدینؒ — زیر طبع
ولی اور ولایت کی تعریف میں مدلل بحث

۳۴ - انوار البہیہ فی الاستعانت من خیر البریہ اردو — ״
استعانت از رسول کریمؐ

۳۵ - زاد السبیل الی دار الخلیل اردو — ״
مولفہ مولوی سعد اللہ خان صاحبؒ حج کی فرضیت و فضائل — ״

۳۶ - سفر نامہ حرمین شریفین اردو مولفہ مولوی — ״
محی الدین حسینؒ نہبوی سفر حرمین شریفین کے حالات

۳۷ - خیر المواعظ جلد اول (عربی ترجمہ فارسی) — ״
مولوی محمد زمان خان شہیدؒ مسائل طہارت
وصلوٰۃ وزکوٰۃ وصیام و حج و نکاح و طلاق کا بیان

۳۸ - خیر المواعظ جلد ثانی مضامین متعلق خانہ داری — ״
و آداب اسلام کی بحث

۳۹ - مذہب منصور اردو مولفہ مولوی منصور علیخاں — ״
اصطلاحات صوفیہ وجودیہ و اسماء و صفات
الٰہیہ کی تفصیل ۔

۴۰ - ہدایۃ الترتیل جلد اول اردو — ۸۔۰۰
مولفہ سید عبد الحی بخاریؒ ۔ قرآن مجید صحیح پڑھنے
کی تاکید اور غلط پڑھنے کی تحدید کا بیان ۔

۴۱ - ہدایۃ الترتیل جلد دوم اردو قرآن شریف کے — ۸۔۰۰
لغات عجیب بہ ترتیب حروف تہجی ۔

۴۲ - مرجع غیب اردو مولفہ مولانا سید غوث الدین قادری — ۶۔۰۰
علم غیب کی بحث

۴۳ - اصطلاحات صوفیہ (عربی) مولفہ مولوی
کمال الدینؒ اصطلاحات صوفیہ کی شرح

۴۴ - شرح الحجب والاستار (عربی) مولفہ علامہ — ۵۔۰۰
وزبجانؒ فن تصوف کا ایک بے نظیر رسالہ

۴۵ - عمران القلوب اردو مولفہ مولوی مردان حسینؒ — زیر طبع
بغرض حصول فیض و برکات زیارت مزارات کے جواز پر بحث

تالیفات مولوی مشتاق احمد انبیٹھوی علیہ الرحمہ

۴۶ - انوار العاشقین (اردو) تذکرہ ولادت — زیر طبع
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم و حالات صحابہ و اہلبیت

۴۷ - تحقیق مسح الجوربین (فارسی) یہ رسالہ تحقیق — ۱۔۰۰
مسح الجوربین میں لاجواب ہے ۔

۴۸ - فیصلہ شاہ صاحب دہلوی اردو وحدۃ الوجود — زیر طبع
کا ثبوت آیات قرآنی و احادیث سے ۔

۴۹ - ثبوت ذکر جہر (اردو) ذکر جہر کا ثبوت — ۰۔۵۰
فتاوی و احادیث سے ۔

۵۰ - تحفۃ السالکین (اردو) سلوک و طریقت — زیر طبع
اذکار و اشغال کا بیان ۔

۵۱ - تفسیر سورہ اعلیٰ (فارسی) سورہ اعلیٰ کی تفسیر — ۱۔۰۰

۵۲ - الدلیل الاظہر (اردو) پیشاب کرنے کے — زیر طبع
ڈھیلے یا پتھر سے پاک کرنے کا ثبوت ۔

تالیفات مولوی سلامت اللہ علیہ الرحمہ

۵۳ - سخاوت الشرافت (اردو) — زیر طبع

۵۴ - شعائر اللہ فضائل شعر رسول اللہ (اردو) — ۳۔۰۰
موئے مبارک آنحضرتؐ کی فضیلت ۔

۵۵ - رفع الحجاب عن مسئلۃ الخضاب (اردو) — ۱۔۰۰
مہندی و نیل کے خضاب کا ثبوت

۵۶ - افحام اللحی فی احکام اللحی (اردو) — زیر طبع

۵۷۔ القول الاظہر (اردو) مولفہ مولوی معین الدینؒ — ۲۔۰۰

۵۸۔ نقشہ جات متفرقہ (اردو) مولوی عبید اللہ منشی فاضل

۵۹۔ فتاوی نظامیہ جلد اول (اردو) مولانا محمد رکن الدینؒ سابقہ مفتی جامعہ نظامیہ — ۸۔۰۰

۶۰۔ فتاوی نظامیہ جلد دوم (اردو) مولفہ مولانا محمد رکن الدینؒ ″ طہارت، زکوٰۃ، صوم، نکاح، ایمان، وقف کا بیان — زیرِ طبع

۶۱۔ فتاوی نظامیہ جلد سوم (اردو) مولفہ مولانا محمد رکن الدینؒ ″ ″ — ۱۰۔۰۰

۶۲۔ نقشہ انوار الفرائض (اردو) مولفہ مولوی فتح الدین از برخوشابی۔ نقشہ جات احکام توریث اسلام وغیرہ۔ — ۳۔۰۰

۶۳۔ الحجۃ البازغۃ (عربی) مولفہ مولوی برکات احمدؒ حکماء ٹونکی کا استدلال صورت جسمیہ پر — ۱۲۔۰۰

۶۴۔ سلام الاسلام (اردو) مولفہ مولوی کاظم حسین خرقہ تقوی کنتوری — ۲۔۰۰

۶۵۔ فیصلہ آسمانی (اردو) مولفہ مولوی سید الواحد رحمانی، فرقہ قادیانی کی تردید — زیرِ طبع

۶۶۔ اعظم التجرید (اردو) تجوید، قرأت قرآن و قواعد — ″

۶۷۔ غایۃ البیان فی مسائل صیام رمضان (اردو) مولفہ مولوی محمود حسین خاں صیوری، روزہ کے مسائل — ″

۶۸۔ شروط الائمۃ الخمسہ (عربی) مولفہ مولوی ابوبکر محمد بن موسیٰ "اصول احادیث و شرائط کا بیان" — ۱۰۔۰۰

۶۹۔ شروط الائمۃ الستہ (عربی) مولفہ مولوی ابو الفضل محمد بن طاہر "اصول حدیث و شرائط حدیث کا بیان" — ۱۰۔۰۰

۷۰۔ خلاصہ منتقی الابحر (عربی) مولفہ مولوی غلام ابراہیم حلیم، کی مشہور فقہ حنفی کی کتاب کا انتخاب۔

تالیفات مولانا محمود الحسن خاں ٹونکی

۷۱۔ معجم المصنفین حصہ اول تا چہارم عربی — فی جز ۲۰۔۰۰
جملہ علوم و فنون کا بیان۔

۷۲۔ شمائل الاتقیاء (فارسی) مولفہ حضرت شیخ رکن الدین عماد الدین و مسر کاشانی خلد آبادی مسائل تصوف میں — زیرِ طبع

۷۳۔ فتاوی لبس حریر و ابریشم اردو — ۴۔۰۰

تالیفات مولوی محمد ادریس صاحبؒ کاندھلوی

۷۴۔ التعلیق الصبیح علی مشکوٰۃ المصابیح اول تا چہارم — زیرِ طبع

۷۵۔ فتاوی نوازل ابو اللیث سمرقندیؒ — ″

۷۶۔ سرمایہ نجات آخرت، مترجمہ غلام محمد صاحب تحویلی — ″

۷۷۔ تفسیر مظہری۔ اول و دوم، مولانا ثناء اللہ پانی پتی — ″

۷۸۔ حکایت الصلوٰۃ۔ اول و دوم مرزا محمد علیم الدین بیگؒ — ″

۷۹۔ زکوٰۃ۔ انگریزی — ۴۔۰۰

۸۰۔ مختارات الادب زیدان بیدان (عربی) — ۱۰۔۰۰

۸۱۔ حجاب المرأۃ فی الاسلام (عربی) فضیلۃ الشیخ محمد محمود فؤاد میرازی (ابوظبی)

———★———

از سید محمد یوسف حسینی گوگی شریف
متعلم کامل الفقہ سال دوم

حقائق کی روشنی میں

رب کائنات کا یہ دستور رہا ہے کہ وہ ہر زمانہ میں اپنے کسی منتخب بندہ کو انسانوں کی ہدایت اور رہنمائی کے لئے روانہ فرماتا رہا ہے چنانچہ حضرت آدم علیہ السلام سے لیکر رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم تک کم وبیش ایک لاکھ چوبیس ہزار رہنمایان قوم اس عالم گیتی میں تشریف لائے۔

چونکہ ہمارے آقا حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اس نورانی زنجیر کی آخری کڑی تھے سرداد انبیاء کے ساتھ ساتھ خاتم الانبیاء کا تاج بھی آپ ہی کے سر تھا اسلئے آپکے بعد قیامت تک کیلئے آپ کی امت کی رہنمائی کا بیڑا اولیاء کرام کے سپرد کیا گیا۔ موجودہ دور میں اولیاء کے متعلق مختلف الخیالات لوگ مسلمانوں میں پائے جاتے ہیں۔ اسلئے میں نے قرآن وحدیث کی روشنی میں حقائق کو پیش کرنے کی سعی حقیر کی ہے۔

سید محمد یوسف حسینی

ولی : ولی کے معنی دوست کے ہیں رب الاولیاءؑ کا ارشاد ہے رضی اللہ عنھم ورضوا عنہ ذالک لمن خشی ربہ (القرآن)

اللہ ان سے راضی ہے اور وہ اللہ سے راضی ہیں یہ ان لوگوں کے لئے جو اپنے پروردگار سے ڈرتے ہیں۔

حضرت علی ہجویری المعروف بہ داتا گنج بخشؒ نے اپنی کتاب کشف المحجوب میں ایک حدیث شریف نقل فرمائی ہے کہ فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ کے بندوں میں کچھ ایسے بھی ہیں جن پر انبیاء وشہداء بھی رشک کرتے ہیں تو صحابہؓ نے عرض کیا یارسول اللہ کون ہیں وہ لوگ ان کی صفت بیان فرمائیے تاکہ ہم ان سے محبت کریں۔ فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ وہ ایک گروہ ہے جو مال و دولت اور دوسری چیزوں سے بڑھکر خدا کے احکام کو محبوب رکھتا ہے قیامت کے روز ان کے چہرے نور کے ہونگے اور وہ نور کے ممبروں پر بیٹھے ہونگے جب دوسرے لوگ خوفزدہ ہونگے تو انہیں کوئی خوف

نہ ہوگا جب دوسرے لوگ غمزدہ ہونگے تو انہیں کوئی
غم نہ ہوگا پھر آپ نے یہ آیت الا ان اولیاء اللہ
لاخوف علیہم ولاہم یحزنون تلاوت فرمائی (حدیث)

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے مروی
ہے کہ فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ابدال اس امت
میں تیس آدمی ہیں (ابدال اولیاء ہی کی ایک قسم ہے)
ان کے دل ابراہیم علیہ السلام کے پر تو ہونگے جب
ایک فوت ہو جائے گا تو اس کی جگہ دوسرا بدل دیا
جائیگا۔ (جامع صغیر)

ان ادلہ صحیحہ سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ خدا کے
چند ایسے بندے موجود ہیں جنہیں وارثین انبیاء بنا کر ہدایت
کے لئے روانہ کیا گیا ہے یہ راضی برضا الٰہی
ہوتے ہیں خدا نے انہیں برگزیدہ فرمایا ہے یہ خلق کی
خدمت میں ہمیشہ کمر بستہ رہتے ہیں اور انہیں خدا کی محبت
سے زیادہ کوئی چیز عزیز نہیں ہوتی۔ شاید اسی لئے خدا
نے ان کی حفاظت یوں فرمائی ہے۔ حدیث قدسی ہے
من عادی لی ولیا فاذنتہ بالحرب۔ جو کوئی
میرے ولی سے دشمنی کرے اسکو میں جنگ کی دعوت دیتا ہوں

مدارج: ولایت کے درجات مختلف ہیں اور
مراتب بھی متعدد ہیں حضرت داتا گنج بخش فرماتے ہیں
کہ جو حل و عقد کے مالک ہیں اور خدا کی بارگاہ کے سپاہی
ہیں وہ تین سو ہیں جنہیں اخیار کہا جاتا ہے اور چالیس
دوسرے ہیں جنہیں ابدال کہا جاتا ہے۔ سات اور ہیں جنہیں
ابرار کہا جاتا ہے۔ چار اور ہیں جنہیں اوتاد کہا جاتا ہے
تین اور ہیں جنہیں نقباء کہا جاتا ہے ایک اور ہے جسے
قطب کہتے ہیں اور غوث بھی کہا جاتا ہے۔ اہل سنت

اس کی صحت پر متفق ہیں۔ (کشف المحجوب)

ان میں سے بعض فنا فی اللہ ہو کر مظہر صفات الٰہی ہوتے
ہیں۔ یہ بحالت جذب انا اللہ کہتے رہتے ہیں تو یہ اس
کیفیت میں وہ غیر مکلف رہتے ہیں اور عشق الٰہی میں اپنی
انا کو فنا کر دیتے ہیں۔ چنانچہ ایسی ہی حالت میں منصور
حلاج نے انا الحق کہا تھا لیکن وہ مومن رہے کیونکہ وہ
انانیت کو فنا کر چکے تھے۔ مولانا روم فرماتے ہیں۔

گفتۂ او گفتۂ اللہ بود
گرچہ از حلقوم عبداللہ بود

صفات: اولیاء کے مدارج کی طرح صفات بھی
جداگانہ ہیں کیونکہ اولیاء مظہر صفات انبیاء ہوتے ہیں
پس جو ولی جس نبی کے صفات کا مظہر ہوتا ہے اس سے
اسی کے صفات کا ظہور ہوتا ہے مثلاً جو ولایت عیسوی
رکھتے ہیں وہ تارک الدنیا ہوتے ہیں اور جو ولایت
سلیمانی رکھتے ہیں وہ صاحب تخت و تاج ہوتے ہیں۔ جو
ولایت نوحی رکھتے ہیں وہ مظہر جلال ہوتے ہیں اور جو
ولایت ابراہیمی رکھتے ہیں وہ مظہر جمال ہوتے ہیں۔ جو
ولایت مصطفوی رکھتے ہیں وہ کبھی فقیر کبھی تاجدار کبھی مظہر
جلال کبھی مظہر جمال غرض جامع الصفات ہوتے ہیں۔

صوفیاء ولی کی صفات کے متعلق لکھتے ہیں کہ وہ شریعت
کا پابند ہو دین کا مبلغ ہو مسجد میں نمازی ہو میدان میں غازی
ہو مدرسے میں قاضی ہو [illegible] کے سر پر شریعت [illegible]
طریقت ہو سامنے دنیوی تعلقات ہوں اور ان سب کو اللہ
کی مرضی کے مطابق سنبھالتا ہوا راہ خدا طے کرے۔

کرامات: جو فعل خلاف عادت کسی ولی سے صادر
ہو اسے کرامت کہتے ہیں یہ خدا کی جانب سے [illegible] تعظیم

و تکریم کے لئے ہوتا ہے تاکہ یہ معلوم ہو کہ یہ خدا کے برگزیدہ بندے اور ولی ہیں۔

علامہ عمر نسفی اپنی مشہور کتاب الآرا تصنیف عقائد نسفی (جو دنیا کے بڑے بڑے اداروں کے درس عقائد میں شامل ہے) لکھتے ہیں و کرامات الاولیاء حق یعنی اولیاء کے کرامات حق اور سچے ہیں اسکے شارح علامہ تفتازانی ؒ فرماتے ہیں الکتاب ناطق بظہورہا۔ یعنے ان کے صدور ہونے میں قرآن گویا ہے جیسے مریم علیہا السلام کیلئے کھانا اترنے جانے پر قرآن کہتا ہے کلما دخل علیھا زکریا المحراب وجد عندھا رزقا قال یا مریم انی لک ھذا قالت ھو من عند اللہ۔

حضرت مریم علیہا السلام پر منجانب اللہ کھانا اتارا جانا یہ کرامت ہے۔

اس کے علاوہ اولیاء کا پانی پر چلنا۔ ہوا میں اڑنا (جو جعفر بن ابی طالب سے نقل ہے) بے زبان کا بات کرنا (جو اصحاب کہف کے کتے کے بات کرنے سے ثابت ہے) دریا کو جاری کرنا (جو حضرت عمر ؓ کے دریائے نیل کو جاری کرنے سے ثابت ہے) یہ سب کرامات ہیں (شرح عقائد نسفی)

حضرت علی ہجویری فرماتے ہیں جان لو کہ ولی سے کرامات کا ظہور صحت تکلیف کی حالت میں جائز ہے اور اہلسنت کے دونوں فریق اس امر پر متفق ہیں اور عقل کے نزدیک بھی قابل استحالہ نہیں کیونکہ یہ نوع خداوند کریم کی مقدورات سے اس کا ظہور شریعت کے اصول میں سے کسی اصل کے منافی نہیں ہے۔ (کشف المحجوب)

لیکن محقق یاد رکھیں کہ کسی شخص سے خلاف عادت فعل کا صادر ہونا اس کے ولی ہونے کی قطعی دلیل نہیں کیونکہ شریعت

نبی کی پابندی ولایت کا لازمہ ہے اور کرامت اسی خلاف عادت سرزد ہونے والے فعل کو کہا جائے گا جو کسی شرع و سنت کے پابند ولی سے صادر ہو۔ اس کے برعکس کسی کافر یا غیر پابند شریعت شخص سے کوئی فعل خلاف عادت سرزد ہو تو اسکو انہیں خرق عادات میں شامل کیا جائیگا جو دجال سے بھی سرزد ہونگے اور خود بہ نہ شخص جو یہ کہتا ہے کہ ولی پابند شریعت نہیں۔ ایسے ہی لوگوں کے متعلق کہا گیا ہے۔

اے بسا شیطاں کہ کند نامش ولی
گر ولی ایں ہست لعنت بر ولی

تصرفات و کرامات کی طرح اولیاء کو چند امور میں تصرفات بھی حاصل ہیں جس طرح دنیاوی بادشاہت کے لیے امراء مقرر ہوتے ہیں اسی طرح خدا کے چند مقرب بندے خدائی سلطنت کے امراء مقرر ہیں اس سے یہ مطلب اخذ نہیں کیا جا سکتا کہ خدا انکا محتاج ہے بلکہ آئین سلطنت کا یہی تقاضہ ہے جیسا کہ قادر مطلق نے باوجود ہر کام خود کرنے پر قادر ہونے کے کئی خدمات ملائکہ کے ذمے کی ہیں کسی کو بارش برسانے پر تو کسی کو ہوا پہنچانے پر کسی کو بندوں کے اعمال تحریر کرنے پر تو کسی کو قبر میں سوالات کرنے پر مقرر کئے ہیں۔

اسی طرح کچھ انتظام اولیاء کے سپرد ہے اور انہیں اس میں پورا پورا تصرف بھی حاصل ہے اور یہ امر قرآن حدیث اقوال علماء و مشائخین سے ثابت ہے۔

قرآن پاک میں ارشاد ہے ان الارض یرثھا عبادی الصالحون (سورہ نساء)

بیشک زمین کے وارث میرے نیک بندے ہیں۔

جب زمین نیک بندوں کی وراثت قرار پائی تو اس کا انتظام بھی

انہیں کے سپرد ہونا ثابت ہوتا ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ بیشک اللہ کے ایسے بندے بھی ہیں جنکو پروردگار عالم نے لوگوں کی حاجتیں پوری کرنے کے لئے مخصوص فرمایا ہے اور وہ اللہ کے عذاب سے محفوظ ہیں (طبرانی شریف جن عمر)

ایک اور حدیث حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اس امت میں ابدال تیس ہونگے انہی کی وجہ سے زمین قائم رہے گی تم پر بارش کیجائے گی اور تمہاری مدد کیجائے گی۔ (جامع صغیر)

حدیث شریف ہے اذا اضل احدکم شیأ او اراد عونًا فلیقل یا عباد اللہ اعینونی یا عباد اللہ اعینونی یا عباد اللہ اعینونی فان للہ عباداً لا یراھم۔

جب تم میں سے کوئی کسی چیز کھو دے یا مدد کا طالب ہو تو اس کو چاہیئے کہ کہے اے اللہ کے بندو میری مدد کرو اے اللہ کے بندو میری مدد کرو۔ اے اللہ کے بندو میری مدد کرو۔ پس اللہ کے بندے ایسے بھی ہیں جنہیں تم نہیں دیکھتے۔

علامہ احمد بن محمد شہاب خفاجی "خوب تیت القاضی" میں امام غزالی و فخر الدین رازی سے نقل فرماتے ہیں اذ تحیرتم فی الامور فاستعینوا من اصحاب القبور۔ جب تم کسی مسئلہ میں مایوس ہو جاؤ تو اصحاب قبور سے مدد طلب کرو۔

ملا علی قاری (جو حنفیوں کے امام بھی مانے جاتے ہیں) اپنی کتاب نزہتہ الخاطر میں حضور غوث اعظم کا یہ قول نقل فرماتے ہیں من استغاث بی فی کربۃ

کشفت عنہ ومن نادانی باسمی فی شدۃ فرجت عنہ ومن توسل بی الی اللہ فی حاجۃ قضیت۔

یعنی جو کوئی رنج و غم میں مجھ سے مدد طلب کرے اس کا رنج و غم دور ہوگا جو سختی کے وقت میرا نام لیکر مجھے پکارے تو وہ اس سے چھٹکارہ پائیگا جو کسی حاجت میں مجھے رب کی طرف وسیلہ بنائے اسکی حاجت پوری ہو جائے گی۔ (نزہتہ الخاطر)

امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ جب مجھے کوئی حاجت درپیش ہوتی تو حضرت امام ابو حنیفہؒ کی مزار اقدس پر حاضری دیتا ہوں تو ان کی برکت سے میرا کام بن جاتا ہے۔

شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ اپنی کتاب حجتہ اللہ البالغہ میں فرماتے ہیں کہ ارواح طیبہ فرشتوں میں مل کر اللہ کے بندوں کی مدد فرماتے ہیں۔

ان اقوال صحیحہ سے صاف طور پر واضح ہو جاتا ہے کہ خدا کے چند مقرب بندے خدا کی جانب سے ہماری امداد کے لئے مقرر ہیں اور انہیں ہمارے معاملات میں تصرف بھی حاصل ہے اس وضاحت کے بعد اس کو کفار کے بتوں سے مدد مانگنے کی مشابہت دیکر شرک قرار دینا کم علمی کی دلیل ہوگی کیونکہ شرک اور ایمان کے درمیان صرف حکم الہٰی یا شریعت ہی سے فرق کیا جاتا ہے۔ پس جو حکم الہٰی کے خلاف ہوگا وہ کفر و شرک ہوگا اور جو حکم الہٰی کے موافق ہو وہ عین ایمان ہوگا۔ یہاں خدا کے مقرب بندوں سے مدد حاصل کرنا شرع سے ثابت ہے اسلئے شرک نہیں ہو سکتا اور بتوں سے مانگنا شرع کے خلاف ہے اس لئے شرک و کفر ہے یہ واضح رہے کہ کوئی بھی شخص اولیاء کو

بقیہ ص۲۳ پر ملاحظہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

احادیث میں مذکورہ امراض اور اسکا علاج

حافظ محمد عبدالمجیب فاضل سال آخر

انسانی زندگی میں طب کی اہمیت سے کون واقف نہیں اس علم سے انسان کی صحت و زندگی وابستہ ہے قرآن و حدیث شریف میں طب سے متعلق ہدایات اور اسکے رہنمایانہ اصول موجود ہیں۔ بخاری شریف میں روایت آئی ہے کہ۔

عن جابرؓ ما انزل اللہ من داء الا انزلہ شفاءً اللہ تعالیٰ نے ہر بیماری کی دوا نازل کیا ہے

امام مسلم نے روایت کی ہے کہ۔

عن جابرؓ بن عبداللہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ قال لکل داء دواءٌ فاذا اصیب دواء الداء برا باذن اللہ عزوجل۔

ہر بیماری کی دوا ہے اور جب بیماری کی صحیح دوا مل جائے تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے صحت یاب ہو جائیگا۔

اس حدیث شریف میں بیماری کی صحیح تشخیص اور دوا کے صحیح نسخہ کی تجویز کی اہمیت معلوم ہوتی ہے۔

اس مختصر مضمون میں اس امر کی گنجائش نہیں ہے کہ تمام امراض اور ان کے علاج سے متعلق بحث کیجائے چند مختلف امراض اور ان کے علاج کا تذکرہ کیا جائے گا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو علاج تجویز فرمایا تھا وہ آج بھی نہایت مفید اور تیر بہدف ہے لیکن اس کا دارومدار امراض کے علل و اسباب کے اختلاف مریض کے مزاج کا اختلاف اور موسم کا اختلاف اور مقامی آب و ہوا کے اختلاف جیسے عوامل کو ملحوظ رکھ کر مفردات کے صحیح طریقہ استعمال اور مرکبات کی صحیح ترکیب پر موقوف ہے۔ حدیث مذکورہ میں باذن اللہ سے واضح ہے کہ شافی مطلق اللہ ہی ہے۔ ادویہ کی تاثیر اللہ کے حکم سے ہے لہذا مومن کو دوا کے استعمال کے ساتھ اسکی ذات پر توکل کرنا چاہیئے۔

آشوب چشم :-

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ ان ناسؓ من اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قالوا الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الکماۃ جدری الارض فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الکماۃ من المن وماءھا شفاء العین۔ ترمذی

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ صحابہ نے عرض کیا کھمبی زمین کی چیچک ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نے فرمایا یہ تو من میں سے ہے یعنی من کی طرح بغیر محنت کے ایک سفید چیز ہے، اسکا پانی آنکھوں کے لئے شفا ہے۔

حضرت ابوہریرہؓ اپنا ذاتی واقعہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے تین یا پانچ سات کھنبیاں لیں اسکا پانی نچوڑا اور شیشی میں ڈال لیا اور میری ایک کنیز تھی جسکو آنکھوں کی بیماری تھی میں نے اسکی آنکھوں میں ڈالا اور وہ اچھی ہو گئی۔ کھنبی ایک زرد عیار رنگ کا پودا ہے جو گیند نما ہوتا ہے اور یہ موسم برسات میں کثرت سے اگتا ہے اس پودے کو خشک کر کے پیس کر استعمال کرنے سے بیستوں کی بیماری میں افاقہ ہوتا ہے۔ اور حدیث نبویؐ سے یہ معلوم ہوا کہ آنکھوں کی بیماری میں اسکے عرق کے استعمال سے افاقہ ہوتا ہے۔

حضرت صہیبؓ فرماتے ہیں کہ:-

قدمت علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم وبین یدیہ خبزٌ وتمرٌ فقال ادن فکل فاخذت تمراً فاکلت فقال اتاکل تمراً وبك رمدٌ۔ حوالہ (طب نبوی)

میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا آپ کے سامنے روٹی اور کھجوریں تھیں حضورؐ نے فرمایا قریب آؤ اور کھاؤ میں نے کھجور لیا اور کھانے لگا اسپر حضورؐ نے فرمایا کھجور کھانا چاہتے ہو جبکہ تمہیں آشوب چشم کی شکایت ہے۔

اس حدیث شریف سے دوا کے ساتھ پرہیز کی بھی اہمیت معلوم ہوتی ہے۔ یہ پودا ان افراد کے لئے مفید ہے جن کی آنکھوں میں سے اکثر پانی بہتا رہتا ہے اور آنکھیں کمزور ہو نظر میں جا کر دیکھنے سے دھندلا ہوتا ہو۔

ایلوا:-

سیدہ ام سلمہؓ سے مروی ہے کہ:-

دخل علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حین توفی ابوسلمة وقد جعلت علیّ صبراً فقال ماذا یا ام سلمة؟ فقلت انہ ھو صبرٌ یا رسول اللہ لیس فیہ طیب قال انہ یشبّ الوجہ فلا تجعلہ الّا باللیل ونھی عنہ بالنھار۔

حوالہ (طب نبوی)

جب ابوسلمہؓ کا انتقال ہوا تو رسول اللہ میرے پاس تشریف لائے اور میں ایلوا لگا رکھی تھی تو حضورؐ نے دریافت فرمایا یہ کیا ہے میں نے عرض کیا یہ ایلوا ہے اس میں خوشبو نہیں ہے اس پر حضورؐ نے فرمایا یہ چہرے کو نکھارتا ہے تو تم اسے رات میں لگایا کرو اور دن میں استعمال سے منع کیا۔

ایلوا ایک سخت کڑوا اور سیاہ رنگ کا پھل ہے اور یہ پھل مقوی معدہ و جگر کیلئے نہایت ہی مفید ہے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اسکا استعمال اور فوائد کو کتنے عمدہ اسلوب میں اجمالاً بیان کیا تاکہ امت محمدیہ اس سے صحیح فائدہ حاصل کرے۔

ضعف قلب:-

حضرت ابوطلحہؓ فرماتے ہیں کہ:-

دخلت علی النبیؐ وبیدہ سفرجلة فقال دونکھا یا طلحة فانھا تجم الفؤاد (ابن ماجہ)

میں رسول اللہؐ کی خدمت میں حاضر ہوا آپ کے دست مبارک میں سفرجل تھا۔ آپؐ نے فرمایا اے طلحہ یہ لے لو بیشک یہ دل کے لئے مفرح ہے۔

سفرجل ایک پھل کا نام ہے اس کا ذائقہ ترش ترین (چاشنی دار) ہوتا ہے جسکو اردو میں بہی کہتے ہیں۔ اس حدیث پاک سے مفرح قلب ہونا ثابت ہوا۔ اور طبی نقطۂ نظر سے یہ پھل معدہ جگر، دل و دماغ و ضعف قلب اور پیاس اور قے کے دوران تسکین قلب کا فعل انجام دیتا ہے جو نہایت ہی اکسیر ہے۔ بہی سفرجل سے شربت اور مربہ بنایا جاتا ہے جو عمدہ مقوی قلب ہے۔

بواسیر :-

حدیث شریف میں آیا ہے کہ :- اهدی الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم طبق من تین فقال لاصحابہ کلوا فلو قلت ان فاکھۃ نزلت من الجنۃ بلا عجم لقلت ھی التین وانہ یذھب البواسیر وینفع النقرس۔ (مشکوٰۃ)

حضورؐ کے پاس انجیروں کی ایک تھال بطور تحفہ آیا آپ نے صحابہ سے فرمایا کھاؤ اگر میں کہتا کہ جنت سے ایک کھانا آیا ہے تو میں کہتا یہ انجیر ہے یہ بواسیر کو دور کرتا ہے اور درد نقرس کے لئے نافع ہے۔

یہ پھل بطور دوا اور غذا کے کثرت سے استعمال ہوتا ہے جو ملک شام میں کثرت سے پایا جاتا ہے۔ بواسیر الیا مرض ہے اسکے اقسام بھی ہیں جو سب پر واضح ہے لیکن نقرس اس بیماری کو کہتے ہیں جو چھوٹے جوڑوں میں درد ہو جو بہت ہی تکلیف دہ درد ہوتا ہے اسے داء النقرس بھی کہتے ہیں۔

پھنسی پھوڑوں :-

ماکان رسول اللہ قرحۃ ولا نکبۃ الا امرنی ان اضع علیھا الحناء (ترمذی)

جب رسول اللہؐ کو پھنسی نکلتی یا کانٹا وغیرہ چبھ جاتا تو حضورؐ مجھے ارشاد فرماتے کہ اس پر مہندی لگاؤں۔

اس حدیث کے راوی حضرت ام سلمہؓ ہیں۔ لیکن مہندی کے چند فوائد ہیں وہ یہ کہ (الف) پھوڑے پھنسی (ب) کانٹا وغیرہ کا چبھ جانا (د) اور درد سر کے لئے نہایت ہی سود مند ہے۔ ابن ماجہ کی ایک روایت یہ بھی کہ جب بھی حضورؐ کو درد سر ہوتا تو آپ اس پر مہندی لگاتے اور فرماتے کہ اللہ کے حکم سے یہ درد سر کیلئے نفع بخش ہے۔

بخار :-

حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ :-
الحمیٰ من کیر جھنم فنحوھا عنکم بالماء البارد۔ (ابن ماجہ)

بخار جہنم کی بھٹی سے ہے تم ٹھنڈے پانی کے ذریعہ اسے اپنے آپ سے زائل کرو۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضورؐ کے اہل خانہ میں کسی کو بخار آجاتا تو حضورؐ اس کے لئے جو کا دلیہ بنانے کا حکم دیتے چنانچہ وہ تیار کیا جاتا اور مریض کو کھلایا جاتا۔ (زاد المعاد)

حضورؐ نے ٹھنڈے پانی کو بخار کے لئے بطور دوا استعمال کرنے کا حکم دیا اور خوراک میں جو کا دلیہ تجویز فرمایا جو بخار اور امراض شکم و ضعف اعضاء کے لئے بہترین علاج ہے اسلئے جالینوس نے بھی پانی کو بخار کے لئے نافع قرار دیا۔

پسلی کا درد :-

زید بن ارقمؓ روایت کرتے ہیں کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ذات الجنب (پسلی کا درد) کے سلسلہ میں زیتون اور ورس کی تعریف کرتے تھے۔ (ترمذی)

ذریس ایک زرد رنگ کا گھاس ہے زیتون کا ذکر قرآن میں بھی آیا ہے جو ایک شفا بخش تیل ہے اور یہ قبض کش اور اس کا تیل کمزور بچوں اور اعضاء کی سوزش و خراش والوں کے لئے نہایت مفید ہے۔

زہر کا تریاق :-

حضرت سعد بن ابی وقاص رض فرماتے ہیں کہ :-
رسول اللہ نے فرمایا جو شخص روزآنہ صبح کے وقت سات عجوہ کھجوریں کھا لیا کرے تو اس دن زہر اور جادو اسکو نقصان نہ پہونچا سکے گا۔ (بخاری)
کھجور کے کئی اقسام ہیں لیکن عجوہ کھجور سب سے اعلیٰ ہوتی ہے جو سیاہ رنگ اور ذائقہ دار ہوتا ہے۔ جسکا استعمال زہر و جادو کا تریاق ثابت ہوتا ہے۔

فوائد شہد :-

حضرت ابوہریرہ رض فرماتے ہیں کہ رسول خدا نے فرمایا جس نے ہر ماہ صبح کے وقت تین دن تک شہد چاٹے تو اس کو کوئی بڑی تکلیف نہ پہونچے گی۔ (مشکوٰۃ)
شہد کی شفا بخشی کے تعلق سے ایک حدیث یہ بھی ہے جس کا خلاصہ عرض ہے ایک شخص نے رسول ؐ کی خدمت میں عرض کیا کہ میرے بھائی کو اسہال کی شکایت ہے یا پیٹ میں درد ہے۔ آپؐ نے فرمایا کہ اسکو شہد پلاؤ۔ وہ شخص تین مرتبہ اپنے بھائی کو شہد پلایا مگر افاقہ نہ ہوا ہر مرتبہ بارگاہ رسالت میں عرض کرتا کہ افاقہ نہ ہوا چوتھی مرتبہ آکر عرض کیا کہ اسکو اسہال آرہے ہیں۔ آپ نے فرمایا اس کے پیٹ کی خرابی ہے جاؤ پھر شہد پلاؤ۔ وہ شخص گیا اور شہد پلایا تو پھر اس کا بھائی شفا یاب ہو گیا۔

شہد طبی نقطۂ نظر سے یہ بدن کو طاقت ور اور پھیپھڑوں کو قوت بخشتا ہے۔ کھانسی، دمہ اور خرخرہ بیماریوں کے لئے مفید ہے۔ اور لقوہ، فالج، صفائی خون، امراض قلب، امراض ابصار کے لئے نہایت ہی اکسیر ہے۔ (طب نبوی)
ان امراض کے علاج کے علاوہ اور بھی امراض احادیث شریفہ میں وارد ہیں۔ اختصار کو ملحوظ رکھتے ہوئے صرف مرض اور علاج کا ذکر کرنا مناسب سمجھتا ہوں۔
اور ضعف بصارت کو دور کرنے کیلئے سرمہ اثمد ورات میں لگانا۔ کثرت خون سے پیدا ہونے والے امراض کیلئے حجمی، پچھنا یا سنگی لگانا مفید ہے۔ نمونیہ قسط یعنی عود ہندی اور عرق النساء میں الیہ اشاہ دنبہ کی چکتی اور معدہ کے امراض میں تلبینہ کا استعمال۔ اور جلاب کے لئے سنا کا پتا بحد مفید و مناسب ہے۔ اور حبہ سودا یعنی کلونجی کا استعمال متعدد امراض کے لئے زود اثر اور مفید ہے۔ وما علینا الا البلاغ

پیر کے اوصاف

ارشاد مبارک حضرت غوث الاعظم رض

جس پیر میں یہ پانچ صفات نہ ہوں وہ پیر نہیں دجال ہے
(۱) شریعت ظاہری کا عالم ہو (۲) علم حقیقت جانتا ہو
۳۔ پاس آنے والوں سے خوش اخلاقی اور حسن سلوک سے پیش آئے۔ (۴) مسافروں اور مسکینوں کو کھانا کھلائے مریدوں کی باطنی تعلیم و تربیت کی اہلیت و قابلیت رکھتا ہو۔
۵۔ تکبر، ریا، حسد، خود بینی، علت طلبی اور غفلت سے پاک ہو۔ (ادارہ)

الحاج سید شاہ لطیف پیر قادری صاحب
(نظامیہ)

نعت شریف

کہے وصف کیا کوئی انساں محمدؐ — خدا آپ کا ہے ثنا خواں محمدؐ
کرم ہے خدا کا عطا آپ کی ہے — مری زندگی میرا ایماں محمدؐ
خدا سے ہمیشہ رہا قرب حاصل — رسولوں میں ہیں آپ ذیشاں محمدؐ
دو عالم میں رحمت فقط آپ سے ہے — یقیناً ہیں محبوب یزداں محمدؐ
بلا لیجئے اس کو طیبہ میں آقا — نہیں ہے کوئی اور ارماں محمدؐ
سلاطین کی بھی رہی آرزو یہ — بنیں آپ کے در کے درباں محمدؐ

لطیفؔ آپ کا ہے اگر آپ چاہیں
جو مشکل ہے میری ہو آساں محمدؐ

محمد جاوید علی لاکھانی
متعلم مولوی

نعت شریف

لبوں پر محمدؐ کا نام آرہا ہے — یہ اسم گرامی ہی کام آرہا ہے
برستے رہے گی زمانے میں رحمت — جو خالق سے ہے ہم کلام آرہا ہے
نہ جانے کہاں ذکر ہوتا ہے شہؐ کا — زباں پہ درود و سلام آرہا ہے
یہ مژدہ سنایا تھا سب انبیاء نے — جہاں میں ہمارا امام آرہا ہے
وہ نور الہدیٰ آگیا جب جہاں میں — خدا کا مسلسل پیام آرہا ہے
مچل جتنا چاہے مچل قلب مضطر — گلستان خیر الانام آرہا ہے
یہی تو اشارے یہ شکر شے ہوا تھا — نشاں دیکھو ماہِ تمام آرہا ہے
گنہ گار محشر میں کہتے ہیں باہم — شفاعت کو خیر الانام آرہا ہے

خدا کرنے جاویدؔ اب زندگانی
دکن سے مدینہ غلام آرہا ہے

شیخ محبوب متعلم عالم دوم

ارشاد باری تعالیٰ ہے یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا تُوْبُوْٓا اِلَى اللّٰهِ تَوْبَةً نَّصُوْحًا عَسٰی رَبُّكُمْ اَنْ یُّكَفِّرَ عَنْكُمْ سَیِّاٰتِكُمْ وَیُدْخِلَكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ یَوْمَ لَا یُخْزِی اللّٰهُ النَّبِیَّ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ نُوْرُهُمْ یَسْعٰی بَیْنَ اَیْدِیْهِمْ وَبِاَیْمَانِهِمْ یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اَتْمِمْ لَنَا نُوْرَنَا وَاغْفِرْ لَنَا اِنَّكَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ (پ۲۸ رکوع ۲۰)

اے ایمان والو! اللہ کے آگے سچی توبہ کرو امید ہے کہ تمہارا پروردگار تمہارے گناہ معاف کر دے گا۔ اور تم کو بہشت کے لیے باغوں میں داخل کرے گا جس کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں جس دن اللہ اپنے پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) کو اور جو ایمان والے ان کے ساتھ ہیں ان کو رسوا نہیں کریگا ان کا نور ان کے سامنے اور ان کی داہنی جانب دوڑ تا ہوگا اور وہ یوں دعا کرتے ہونگے کہ اے ہمارے پروردگار ہمارے نور کو ہمارے لئے کامل کر دے اور ہمیں بخشش دے بیشک تو ہر چیز پر قادر ہے۔

برادران اسلام!

بروز قیامت سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقہ وطفیل سے ایمان والے رسوا نہیں ہونگے بلکہ ان کے ساتھ انعام واکرام اور اعزاز کا سلوک کیا جائے گا۔

ان لوگوں کے اعزاز واکرام کا ایک طریقہ تو یہ ہوگا کہ ایمان اور عمل صالح کا نور ان کے آگے اور داہنے بائیں دوڑ تا ہوگا جس کی روشنی میں وہ لوگ پل صراط پر بلا خوف وخطر چلیں گے جبکہ کفار اور منافقین اس مبارک روشنی سے محروم رہیں گے۔ وہ حضرات کرام اپنے اس نور کو دیکھ کر بہت خوش وخرم رہیں گے اور دعا کرینگے کہ اے رب العالمین اس نور کو مکمل فرما اور ہماری خطاؤں اور لغزشوں کو معاف فرما بیشک تو ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے۔

توبہ کے معنیٰ "واپس آجانا" ہے اگر کوئی شخص غلط راہ سے صحیح راستہ پر عزم بالجزم کر کے قائم ہو جائے تو یہ کہا جاتا ہے کہ یہ شخص ایک راہ سے دوسرے راستہ پر واپس آگیا۔ شریعت مطہرہ کی اصطلاح میں ایسے شخص کو تائب کہتے ہیں۔

عن عبد اللہ بن عمر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ان اللہ عزوجل یقبل توبۃ

العبد ما لم یغرغر (ترمذی)

عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ بزرگ و برتر بندے کی توبہ سانس اکھڑنے سے پہلے تک قبول کرتا ہے۔

اگر کوئی گنہگار موت کی بے ہوشی سے قبل سچی توبہ کر لیا تو مولیٰ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے اس کے گناہ معاف فرما دیتے ہیں۔

البتہ موت کی بے ہوشی کے وقت جس کو "سکرات" کہتے ہیں توبہ قابل قبول نہیں ہوتی۔

عن ابی موسیٰ الاشعری عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ان اللہ یبسط یدہ باللیل لیتوب مسیٔ النہار و یبسط یدہ بالنہار لیتوب مسیٔ اللیل حتیٰ تطلع الشمس من مغربھا۔ (مسلم)

ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ رات کو اپنا ہاتھ پھیلاتا ہے کہ جس شخص نے دن میں کوئی گناہ کیا ہے وہ رات میں اللہ تعالیٰ کی طرف پلٹ آئے اور دن میں اپنا ہاتھ پھیلاتا ہے تاکہ رات میں کسی نے گناہ کیے ہے تو وہ دن میں اپنے رب کی طرف پلٹے اور گناہوں کی معافی مانگے۔ یہاں تک کہ سورج مغرب سے طلوع ہو جائے یعنی قیامت تک۔"

حدیث پاک میں جو ہاتھ پھیلانے کا ذکر آیا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ اپنے خطاکار بندوں کو بلاتا ہے کہ میری طرف آؤ کہ میری رحمت تمہیں اپنے دامن میں لینے کے لئے تیار ہے۔

انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بندہ گناہ کرنے کے بعد معافی مانگنے کے لئے جب اللہ کی طرف پلٹتا ہے تو اللہ اپنے بندے کے پلٹنے پر اس شخص سے زیادہ خوش ہوتا ہے جس نے اپنی اونٹنی جس پر اس کی زندگی کا دارومدار تھا کسی بیابان میں کھو دیا ہو۔

ایسے وقت وہ آدمی جب اپنی اس اونٹنی کو اچانک پالیتا ہے تو وہ اس اونٹنی کو پا کر جس قدر خوش ہوتا ہے اس کا اندازہ نہیں کیا جا سکتا۔ اسی طرح جب گنہگار شخص اپنے گناہوں سے سچی توبہ کرتا ہے تو پروردگار عالم اس توبہ کرنے والے بندے سے اس سے بھی زیادہ خوش ہوتا ہے کیونکہ وہ رحم و کرم کا سرچشمہ ہے۔

حضرت ابوبکر کتانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ استغفار ایک نور ہے اور توبہ چھ معنوں کا ایک نام ہے۔

۱۔ سابقہ گناہوں پر شرمندہ و نادم ہونا۔
۲۔ دوبارہ گناہ کے نہ کرنے پر اپنا عزم بالجزم رکھنا۔
۳۔ جس فرائض کو اس نے ضائع کر دیا اس کا خلوص نیت کے ساتھ اعادہ کرنا۔
۴۔ مخلوق کے حقوق جو تلف اور مال وغیرہ جو غبن کیا ہے اس کا ادا کرنا۔
۵۔ چربی گوشت وغیرہ جو کہ حرام طریقہ سے جسم میں پیدا ہوئے ہوں تو انہیں گلا دینا۔
۶۔ اس جسم خاکی کو عبادت سے ایسا دکھ اور مصیبت دینا کہ جس طرح معصیت سے راحت کو مزہ و لطف حاصل ہوتا ہے۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کو کوئی آواز ایسی پیاری نہیں معلوم ہوتی جیسی گنہگار

بندہ کی آواز جب وہ استغفار کرتا رہتا ہے اور ربی
ربی کہتا رہتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ہاں میرے بندے
فرشتو تم گواہ رہو اس استغفار کرنے والے بندہ کو
میں نے بخش دیا۔

یہ ایک حقیقت ہے اور اس بات سے انکار نہیں
کیا جاسکتا کہ دنیا کا بڑے سے بڑا مالدار بھی اپنے خادم کو
ایک نہ ایک بار معاف کرنے سے منہ پھیر لیتا ہے اور
انکار کر دیتا ہے اور رسوا کر دیتا ہے لیکن جب بندہ
پروردگار کے دربار میں خلوص نیت کے ساتھ سچی توبہ کرتا
ہے تو رب العالمین اپنے فضل و کرم سے اور رحمۃ للعالمین
صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقہ میں گنہگاروں کے گناہوں کو
معاف و درگذر فرما دیتے ہیں اور مواخذہ نہیں فرماتے
بلکہ انعامات سے سرفراز فرماتے ہیں اور خوشخبریاں
عطا فرماتے ہیں۔ ایک مشہور ادیب "ابونواس" کہتا ہے۔

یَا رَبِّ اِنْ عَظُمَتْ ذُنُوْبِیْ کَثْرَۃً
فَلَقَدْ عَلِمْتُ بِاَنَّ عَفْوَکَ اَعْظَمُ

اے پروردگار عالم اگرچہ کہ میرے گناہ بہت ہیں
یقیناً میں جانتا ہوں کہ آپ کا درگذر و معاف فرمانا اس
سے بہت بڑا ہے۔

اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے نبیوں، پیغمبروں کو
بالخصوص سرور انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم اور اپنی
کتابوں کو بالخصوص قرآن مجید اسلئے نازل فرمایا کہ رہتی
دنیا تک انسانوں کو اچھے اور برے عمل کا پتہ چل جائے
اور انسانیت صحیح راستہ پر عمل پیرا ہو کر اللہ اور اسکے رسول
کی رضامندی و خوشنودی سے سرفراز ہو سکے۔

جن لوگوں نے اللہ تبارک و تعالیٰ کو اور اسکے
نبیوں اور رسولوں اور اس کے کتابوں کو نہیں مانے اور
ایمان نہیں لائے تو ایسے لوگوں کی زندگی بغاوت اور سرکشی
و نافرمانی کی زندگی ہے۔

اسلئے کہ وہ اس مالک حقیقی کے بھیجے ہوئے نبیوں،
رسولوں اور ان کی کتابوں پر بالخصوص اس بے مثال نبی
برحق حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کی ہوئی خداوند
قدوس کی کتاب جو تا قیام قیامت نوع انسانی کے لئے
مشعل راہ و ہدایت کامل ہے ایمان نہیں لائے ہیں۔

اور جو راہ گمراہی کو ترک کرکے ایمان و اسلام لے آئیں
اور اس کی تعلیمات پر عمل پیرا رہیں تو فلاح و بہبودی انکے
قدم چومتی ہے۔

جب غیر مومن ایمان کی دولت سے مالا مال ہو جاتا
ہے تو رب العالمین اپنے انعام و اکرام سے اسکے سابقہ
زندگی کی غلط کاریوں کو درگذر و معاف فرما دیتے ہیں
اور ایسے لوگوں کی حالت ایسی ہوتی ہے جس طرح کہ بچہ
اپنے ماں کی گود سے ابھی پیدا ہوا یعنی پروردگار عالم
اس کے سابقہ گناہوں کو معاف فرما دیتے ہیں اسلئے کہ
وہ بندہ راہ ضلالت کو ترک کرکے راہ حق پر آگیا اور
جب وہ دین اسلام میں داخل ہو چکا ہو تو وہ فرمان
مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم المسلم اخو المسلم کا مصداق
بن جاتا ہے۔

بندہ جب گناہوں سے توبہ نصوح کرتا ہے تو وہ گناہوں
سے بالکل پاک ہو جاتا ہے۔ اور جب رب العالمین کسی
بندہ کو چاہتے ہیں تو کوئی گناہ اس کو تکلیف نہیں پہونچا
سکتا یعنی اللہ تعالیٰ خود ہی اس بندہ کو توبہ کی توفیق عطا
فرماتا ہے۔

جس طرح کہ حدیث شریف میں ارشاد ہے۔

التائب من الذنب کمن لا ذنب له واذا احب الله عبدا لم یضره ذنب۔

(الجامع الصغیر للسیوطی جلد ۱ صفحہ ۱۳۲)

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ اِنَّ اللهَ يُحِبُّ التَّوَّابِينَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِينَ (پ ۲ رکوع ۱۲)

اس آیت کریمہ سے اس بات کا پتہ چلتا ہے کہ رب العزت توبہ کرنے اور پاک و صاف رہنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔

پروردگار عالم اپنے رحم و کرم سے ارشاد فرمارہا ہے

افلا یتوبون الی الله ویستغفرونه والله غفور رحیم۔ (پ ۶ رکوع ۱۲)

یہ لوگ کیوں اللہ کے آگے توبہ نہیں کرتے اور گناہوں کی معافی نہیں مانگتے حالانکہ اللہ بخشنے والا اور مہربان ہے۔

کفر کی تاریکی سے نکل کر جب انسان اسلام کی روشنی میں آجاتا ہے یعنی مسلمان ہوجاتا ہے تو پروردگار عالم اپنے فضل و کرم سے اس شخص کے سابقہ گناہوں کو معاف فرمادیتے ہیں۔ اور ایمان لانے کے بعد بھی نادانی سے کوئی برے کام ہوئے ہوں اور اس صورت میں یہ بندہ پروردگار عالم کے دربار میں سچی توبہ کرلے اور اپنی حالت درست کرلے تو مولیٰ تعالیٰ معاف فرمادیتے ہیں۔

جس طرح کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

واذا جاءك الذین یؤمنون بآیتنا فقل سلام علیکم کتب ربکم علی نفسه الرحمة انه من عمل منکم سوءً بجهالة ثم تاب من بعده واصلح فانه غفور رحیم (پ ۷ رکوع ۱۲)

اے پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) جب تمہارے پاس ایسے لوگ آیا کریں جو ہماری آیتوں پر ایمان رکھتے ہیں تو ان سے کہو کہ تم پر سلامتی ہو اللہ نے اپنی ذات پر رحمت کو لازم کرلیا ہے کہ جو کوئی تم میں نادانی سے کوئی برا کام کر بیٹھے اور پھر اسکے بعد توبہ کرلے اور اپنی حالت درست کرلے تو وہ بخشنے والا اور مہربان ہے۔

مولیٰ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہم سب کو نیک توفیق عطا فرما اور سچی توبہ کرنے والا بنا۔

وصلی الله تعالیٰ علی خیر خلقه محمد وبارك وسلم والحمد لله رب العالمین آمین یارب العالمین۔

وما علینا الا البلاغ

از محمد عثمان علی احمد عاصم متعلم فاضل سال آخر

الحمد للہ رب العالمین والصلاۃ والسلام علی سید الانبیاء والمرسلین

ضَرَبَ اللّٰہُ تَعَالیٰ مَثَلاً صِرَاطاً مُسْتَقِیْماً وَعَلیٰ جَنبَتَی الصِّرَاطِ سُوْرَانِ فِیْھَا اَبْوَابٌ مُفَتَّحَۃٌ وَعَلَی الْاَبْوَابِ سُتُوْرٌ مُرْخَاۃٌ وَعَلیٰ بَابِ الصِّرَاطِ دَاعٍ یَقُوْلُ. یَا اَیُّھَا النَّاسُ ادْخُلُوا الصِّرَاطَ جَمِیْعاً وَلَا تَتَعَوَّجُوْا وَدَاعٍ یَدْعُوْ مِنْ فَوْقِ الصِّرَاطِ فَاِذَا اَرَادَ الْاِنْسَانُ اَنْ یَفْتَحَ شَیْئاً مِنْ تِلْکَ الْاَبْوَابِ قَالَ وَیْحَکَ لَا تَفْتَحْہُ فَاِنَّکَ اِنْ تَفْتَحْہُ تَلِجْہُ فَالصِّرَاطُ الْاِسْلَامُ وَالسُّوْرَانِ حُدُوْدُ اللّٰہِ تَعَالیٰ وَالْاَبْوَابُ الْمُفَتَّحَۃُ مَحَارِمُ اللّٰہِ تَعَالیٰ وَذٰلِکَ الدَّاعِیْ عَلیٰ رَأْسِ الصِّرَاطِ کِتَابُ اللّٰہِ وَالدَّاعِیْ مِنْ فَوْقَ وَاعِظُ اللّٰہِ فِیْ قَلْبِ کُلِّ مُسْلِمٍ۔ (احمد، حاکم، عن النواس)

اللہ تعالیٰ نے ایک مثال بیان فرمائی ہے ایک سیدھی راہ ہے اور اس کی دونوں جانب دو دیواریں ہیں جن میں کھلے دروازے ہیں اور دروازوں پر پردے پڑے ہوئے ہیں اور راستے کے سرے پر ایک بلانے والا کہتا ہے۔ لوگو تم سب کے سب اس راستہ پر آجاؤ اور کجی اختیار نہ کرو۔ اور راستے کے اوپر سے ایک بلانے والا بلاتا ہے پھر جب انسان ان دروازوں میں سے کسی کو کھولنا چاہتا ہے تو وہ کہتا ہے تیری خرابی ہو اسکو نہ کھول کیونکہ اگر تو اسکو کھول دیگا تو اس میں گھس جائیگا وہ راستہ اسلام ہے اور وہ دیواریں اللہ تعالیٰ کے حدود ہیں اور کھلے ہوئے دروازے اللہ تعالیٰ کی حرام کی ہوئی چیزیں ہیں اور راستے کے سرے پر جو بلانے والا ہے وہ اللہ کی کتاب ہے اور اوپر سے بلانے والا اللہ تعالیٰ کی طرف سے نصیحت کرنے والا ہے جو مسلمان کے دل میں ہے۔

اَسْلِمْ وَاِنْ کُنْتَ کَارِھاً

اسلام پر قائم رہو اگرچہ تم اس کو پسند نہ کرتے ہو۔

(احمد)

اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِسَانِہٖ وَیَدِہٖ وَالْمُؤْمِنُ مَنْ اَمِنَہُ النَّاسُ عَلیٰ دِمَائِھِمْ وَاَمْوَالِھِمْ (احمد، ترمذی، نسائی، حاکم، ابن حبان، عن ابی ہریرہ۔ طبرانی عن واثلہ)

مسلمان وہی ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے تمام مسلمان محفوظ رہیں اور مومن وہی ہے جس سے تمام اہل ایمان اپنے خون اور اپنے مال کو امن میں تصور کریں۔

اِنَّ الْفُحْشَ وَالتَّفَحُّشَ لَیْسَا مِنَ الْاِسْلَامِ فِیْ شَیْءٍ وَاِنَّ اَحْسَنَ النَّاسِ اِسْلَاماً

أَحْسَنُهُمْ خُلُقًا۔ (احمد ابو یعلیٰ طبرانی عن جابر بن سمرة)

فحش کلامی اور اسکا کرنے والا ان کا اسلام میں کچھ بھی حصہ نہیں ہے سب لوگوں سے اچھا اسلام اس کا ہے جسکے اخلاق ان سب سے اچھے ہوں۔

إِذَا أَسْلَمَ الْعَبْدُ فَحَسُنَ إِسْلَامُهُ يُكَفِّرُ اللهُ عَنْهُ كُلَّ سَيِّئَةٍ كَانَ زَلَفَهَا وَكَانَ بَعْدَ ذٰلِكَ الْقِصَاصُ الْحَسَنَةُ بِعَشْرِ أَمْثَالِهَا إِلَى سَبْعِمِائَةِ ضِعْفٍ وَالسَّيِّئَةُ بِمِثْلِهَا إِلَّا أَنْ يَتَجَاوَزَ اللهُ عَنْهَا۔ (بخاری، نسائی عن ابی سعید)

جب کوئی بندہ اسلام قبول کرتا ہے اور اچھا مسلمان بن جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی ہر برائی کا جو جسکے قریب ہوا تھا مٹا دیتا ہے اور اس کے بعد اس کے ہر کام کا بدلہ مقرر ہو جاتا ہے نیکی کی تو دس گنا سے سات سو گنا تک نیکیاں لکھی جاتی ہیں اور برائی کی تو ایک ہی برائی لکھی جاتی ہے مگر یہ کہ اللہ اس سے بھی درگزر فرمائے۔ (تو اسکی بھی گنجائش ہے)

إِنَّ لِلْإِسْلَامِ صُوًى وَمَنَارًا كَمَنَارِ الطَّرِيقِ۔ (حاکم عن ابی ہریرہ)

اسلام کے بھی علامات اور منار ہیں جس طرح کہ راستے کے منار اور نشان ہوتے ہیں۔

شعار اسلام مراد ہے مثلاً اسلامی لباس، داڑھی وغیرہ

قَدْ أَفْلَحَ مَنْ أَسْلَمَ وَرُزِقَ كَفَافًا وَقَنَّعَهُ اللهُ بِمَا آتَاهُ (احمد، مسلم، ترمذی، ابن ماجہ عن ابن عمر)

وہی کامیاب رہا جو مسلمان ہوا اور بقدر کفاف رزق پایا اور اللہ تعالیٰ اپنے عطا سے قانع کر دیتا ہے۔

إِنَّ الْإِسْلَامَ بَدَأَ جَذَعًا ثُمَّ ثَنِيًّا ثُمَّ رَبَاعِيًا ثُمَّ سَدِيسًا ثُمَّ بَازِلًا۔ (احمد)

اسلام کا آغاز یکسالہ بچہ کی شکل میں ہوا پھر وہ دو سالہ بچہ پھر چار سالہ پھر چھ سالہ پھر جوان ہوگیا۔ (یعنی اسلام نے بتدریج ترقی کی مگر جلد جلد)

كُلُّ مَوْلُودٍ يُولَدُ عَلَى الْفِطْرَةِ حَتَّى يُعْرِبَ عَنْهُ لِسَانُهُ فَأَبَوَاهُ يُهَوِّدَانِهِ أَوْ يُنَصِّرَانِهِ أَوْ يُمَجِّسَانِهِ (ابو یعلیٰ، طبرانی، بیہقی عن الاسود ابن سریع)

ہر بچہ فطرۃ (اسلام) پر پیدا ہوتا ہے یہاں تک کہ اس کی اندرونی باتوں کا اظہار اس کی زبان کرتی ہے تو اس کے ماں باپ اس کو یہودی بناتے ہیں یا اسکو نصرانی کر دیتے ہیں یا مجوسی بنا ڈالتے ہیں۔

مطلب یہ ہے کہ بچہ جب تک بات کرنے کے قابل نہیں ہوتا وہ قبضۂ قدرت الٰہی میں رہتا ہے ہر شخص کو اسکی ہر ادا پسند آتی ہے پھر جب وہ باتیں کرنے لگا تو ماں باپ اس کو اپنے رنگ میں ڈھالیتے ہیں اب اگر یہ رنگ صبغۃ اللہ ہے یعنی اللہ والا رنگ تو وہ فطرت پہ ہی رہا ورنہ کچھ کا کچھ ہوگیا۔ نعوذ باللہ منہ

أَسْلَمْتَ مَا أَسْلَفْتَ مِنْ خَيْرٍ

(احمد، بخاری، مسلم عن حکیم ابن حزام)

تو نے اسلام قبول کیا ان اچھے کاموں کی بدولت جو تو نے پچھلے زمانے میں کئے تھے۔

أَمَا عَلِمْتَ أَنَّ الْإِسْلَامَ يَهْدِمُ مَا كَانَ قَبْلَهُ وَأَنَّ الْهِجْرَةَ تَهْدِمُ مَا كَانَ قَبْلَهَا وَأَنَّ الْحَجَّ يَهْدِمُ مَا كَانَ قَبْلَهُ (مسلم عن عمرو ابن العاص)

کیا تم نہیں جانتے کہ اسلام اس سے پہلے کے تمام گناہوں کو
زائل کر دیتا ہے اور یہ کہ ہجرت بھی اس سے پہلے کی تمام
چیزوں کو زائل کر دیتی ہے اور اس طرح حج بھی اس سے
پہلے کی چیزوں کو زائل کرتا ہے۔

مسلمان کے لغوی معنی اسلام کی پیروی کرنے والا
اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے برگزیدہ نبی حضرت رسول کریم
صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ جو احکام صادر فرمائے ہیں ان پر
صحیح طور پر عمل کرنے والا ہی مسلمان کہلانے کا مستحق ہے۔
کیونکہ ہر انسان کی پہچان ظاہری اسباب اور شکل و شباہت
اور عمل سے ہی ہوتی ہے جیسا وہ عمل کرتا ہے اسکے عمل کے
ذریعہ ہی شناخت ہوتی ہے خلاق دو عالم مخلوق کو اپنے حکم
سے پیدا کرتا ہے کسی کی پہچان یا شناخت کے لئے اس کی
پیشانی یا جسم کے کسی حصہ پر کوئی مہر ثبت نہیں کی کہ یہ ہندو
ہے یا مسلمان ہے بچہ پیدا ہوتے وقت ہر بچہ میں ایک نور
ہوتا ہے خواہ وہ کسی مذہب میں پیدا کیوں نہ ہو مسلمان کے
گھر میں پیدا ہونا اور مسلمان کہلانا کوئی بڑی بات نہیں بڑی
بات تو عمل کرنا عمل صالح کرنا ہے عملی زندگی گزارنے والے
کی پیشانی بتلاتی ہے کہ یہ ہندو ہے یا مسلمان، ہندو مسلم
کا فرق اور اسکی شناخت اور پہچان صرف اسکے عمل پر مبنی ہے
مسلمان کے گھر میں پیدا ہونے کے بعد ہمیں چاہئے تو
یہ کہ ہم اس پروردگار عالم کا ہزار دل سے شکریہ ادا کریں
کہ اس نے ہمیں مسلمان کے گھر میں پیدا کیا اور اپنے پیارے
رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں ہونے کا شرف
بخشا اور اگر وہ کسی دیگر جگہ ہمیں پیدا کرتا یا نسل حیوان
میں سے بھی کرتا اور اس سے بھی زیادہ کوئی جانور بنا دیتا تو
ہم کیا کر سکتے تھے لیکن افسوس ہے مسلمان کے گھر پیدا ہونے

کے باوجود کہ ہم وہ ہر [illegible] اور [illegible] جیسے کہ
قوموں میں ہم پر اگندہ عقل و طبعیں تشخیص کرتی ہیں [illegible]
اس کا ذرہ برابر بھی احساس نہیں [illegible]
مثال دیتے ہیں۔ پروردگار عالم نے روز ازل [illegible] روحوں کو
معلوم کیا اور کہا بتاؤ میں کون ہوں [illegible] روحوں نے جواب دیا
تو ہمارا رب ہے ہم تیری پرستش [illegible]
حکم ہوتا ہے بتاؤ تم دنیا میں جا کر بھول کے تو نہیں [illegible] روحوں
نے کہا۔ پروردگار عالم نہیں ایسا نہیں ہوگا۔ لیکن انسان وہ
وعدہ اور اقرار دنیا میں آکر اس طرح بھول گیا جیسے کوئی
وعدہ اور اقرار کسی سے کیا ہی نہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے
اے بندے دیکھ میں نے تیرے [illegible] تمام چیزیں تحقیق
پیدا کی ہیں تو خود بھی استعمال کرنا اور ہماری [illegible]
صرف کرنا۔ اے بندے یاد رکھ [illegible] ایک شام
انعام ہے اور جب تو دنیا سے لوٹ [illegible] ہماری [illegible] آئیگا
تو اس سے بہتر اور بہتر انعام تیرے [illegible]
جو لازوال ہوگا اور ہمیشہ [illegible] اعمال
صالحہ کے ساتھ دوبارہ ہماری طرف لوٹ کر آئے [illegible]
تیری وعدہ خلافی اور بد عملی پر ہم [illegible] ایک جگہ اور
عذاب ہم نے پیدا کیا ہے جس سے تیرا چھٹکارا پانا ممکن
نہیں جس پر تو ہمیشہ روئے گا اور پچھتائے گا۔ بندہ اپنے
رب تبارک تعالیٰ سے وعدہ و اقرار کرتا ہے اے پروردگار
عالم جو بھی تو ہمیں بخشا ہے ان نعمتوں میں ہر ایک نعمت کو
تیری امانت سمجھ کر ہمیشہ جائز طور پر استعمال کریں گے اور
تیری راہ میں صرف کریں گے۔

اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے بندوں کو اور بھی نعمتیں مہیا کیں
منجملہ ان کے دماغ اور اس میں اچھی سے اچھی بات سوچنے کیلئے

عقل سلیم عطا کیا ہے کائنات میں ہر اچھی بری چیز دیکھنے کے لئے دو آنکھیں بخشا ہے تا کہ ہر چیز کی اچھائی برائی ظاہر ہو۔ سننے کے لئے کان بولنے کے لئے زبان۔ بدبو اور خوشبو کے امتیاز کیلئے ناک کام کرنے کے لئے ہاتھ اور چلنے کے لئے پاؤں بخشے ہیں بتاؤ وہ کونسی چیز ہے جو نعمت نہیں دی گئی ہے اگر ایک عضو بھی اپنے فعل اور نقل و حرکت سے بے حس ہو جائے یا کسی مرض سے بگاڑ آجائے تو بتاؤ ان اعضاء کی درستی کے لئے اور اس نعمت کے حصول کیلئے دنیا کی ساری دولت بھی لٹا دیں تو کیا بغیر مشیت خدا کے اس میں طاقت و قوت پیدا ہو سکتی ہے یا کسی میں اتنی قوت ہے کہ نہیں صحیح و سالم کر سکیں اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے پیارے حبیب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت اپنے فرمان کے بموجب اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول کے تحت دینی محبت فرمانبرداری اور صراط مستقیم پر چلتے ہوئے دیکھنا چاہتا ہے تو بتاؤ اس میں اپنا کیا فرض نہیں ہے۔

ہر انسان کے لئے دو ہی راستے ہیں ایک وہ ہے جو انسان کو کفر کی طرف لے جاتا ہے اور وہ تمام عمر لہو و لعب اور اپنی بداعمالیوں میں پڑ کر نفس پرستی اور عیش و راحت میں مبتلا ہو کر صراط مستقیم اور احکام خداوندی اور اس کے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایتوں کو بھول کر شیطان کی راہ اختیار کر لیتا ہے اور ہمیشہ کے لئے حق تعالیٰ کی بندگی نماز روزہ حج زکوٰۃ وغیرہ سے بیزار ہو کر دنیا کے مزوں میں پڑ کر دنیا ہی کو جنت سمجھ لیتا ہے کیا ایسے لوگ فی حقیقت مسلمان ہونے کے مستحق ہو سکتے ہیں۔

دوسرا راستہ جس پر چل کر اپنے معبود حقیقی کی رضا پاتا ہے

اور پیارے حبیب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایتوں پر عمل کرتا ہے اور مرتے دم تک اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول کے لئے سرنگوں رہتا ہے کوئی کام اللہ اور پیارے حبیب کی مرضی کے خلاف نہیں کرتا جس سے اللہ تبارک و تعالیٰ اور پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی ناراضگی ہو ہر سانس اللہ کے ذکر اور فکر میں لگا رہتا ہے ہر لحظہ ہر لمحہ نکوکاری میں گذارتا ہے اسکے دل میں خشیت الٰہی ہوتی ہے۔ دینی علوم سے لگاؤ ہوتا ہے اور دل میں جوش ایمانی اور جذبۂ اسلامی ہوتا ہے فکر عقبیٰ کے ساتھ خوف حشر دل میں دوزخ کا ڈر پرستش اعمال کا کھٹکا لگا رہتا ہے ہر وقت غریبوں کی مدد اور بیکسوں کی دلدہی اور تسلی میں لگا رہتا ہے یہ راستہ ایمان والوں کا ہے ایسے لوگ اور نیک عمل کرنے والے انسان ہی مسلمان کہلانے کے مستحق اور حقدار ہیں مسلمان وہی ہیں جن کا ایمان آخری دم تک صحیح و سالم رہتا ہے۔ انسان ایک مٹی کا پتلا ہے اور پتلے میں خدا کا نور ہوتا ہے اب سوال یہ کہ یہ مٹی کا پتلا جو ایک قطرہ ناپاک سے پیدا کیا گیا ہے کس کے لئے پیدا کیا گیا ہے پتلا اسلئے پیدا کیا گیا ہے کہ اپنے خالق کی حمد و ثناء میں ہر وقت رطب اللسان رہے اللہ اور اللہ کے رسول کی اطاعت میں ہر وقت سر جھکائے اور کوئی کام اللہ کے حکم اور اسکے رسول کی شریعت کے خلاف نہ کرے بلکہ اسکی اطاعت اور فکر عقبیٰ میں لگا رہے تخلیق انسانی کا منشاء بھی یہی ہے اور مسلمان کے لغوی معنی بھی یہی ہیں جو اللہ اور اللہ کے رسول کے حکم کی پیروی کرنے والا ہر مسلمان عورت مرد بالغ ہوشمند پر اللہ تعالیٰ فرض کیا ہے قیامت کے روز جب رب العزت تخت عدالت پر جلوہ افروز ہونگے تو سب سے پہلے بندوں سے نماز کا سوال ہوگا جیسے اس شعر سے ثابت ہے ۔

روز محشر کہ جاں گداز بود
اولیں پرسش نماز بود

روزِ قیامت جب ہر ایک کی زبان پر الامان و
الحفیظ ہوگا سب سے پہلے جو پرستش سوال ہوگا بتاؤ
تحفہ آخرت کیا لائے ہو اور ہمارے فرض اولین میں کتنی نمازیں
پڑھی ہیں یہ نماز وہ نماز ہے جو کسی ذرہ تکلیف مصیبت اور
اور کسی بیماری کی حالت میں بھی معاف نہیں کی گئی اگر توشہ
آخرت اور کافی زادِ راہ سفر ہے تو پھر یقیناً دشوار راہ سے
گزرنے والا سفر آسان اور سہل تر ہے ورنہ ہر آسان راہ بھی
دشوار تر ہے اسلئے اس نازک دور اور پرفتن زمانہ میں
جبکہ عام طور پر مسلمان ضروریات دین کے اعمال حسنہ چھوڑ
کر راہ شریعت سے ہٹ کر دنیا کے لہو لعب میں مبتلا ہوگئے
حالانکہ ہر مسلمان کی فلاح دارین اعمال حسنہ پر منحصر ہے
اسلئے ضروری چیز یہ ہے کہ ہر مسلمان اپنے نیک اعمال کو مشعل
راہ بنانے کی سعی کرے اور دوسروں کو بھی جہاں تک ممکن
کوشش ہوسکے ترغیب دیتی رہے کہ راہ مستقیم پر لائے
اللہ تعالیٰ اور پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا
دعویٰ کرنا تو بہت آسان ہے مگر محبت کرکے اور پھر
اسکو نبھانا بہت مشکل ہے۔ راہِ محبت کی تمام تر تکلیفیں
اور ہر قسم کی سختیاں جھیلنے کے بعد ہی جب کہیں انسان
اپنے گوہر مراد کو حاصل کرتا ہے اسلئے اللہ اور اللہ کے رسول
کی محبت کے ساتھ اپنی اور اپنے حلقہ اثر کی عملی زندگی سے
اصلاح کرنے کی سعی کرے۔

اللھم احفظنی بالاسلام قائماً واحفظنی
بالاسلام قاعداً واحفظنی بالاسلام راقداً
ولا تشمت بی عدواً ولا حاسداً اللھم انی
اسئلک من کل خیرٍ خزائنہ بیدک و
اعوذبک من کل شرٍ خزائنہ بیدک۔
(حاکم عن ابن مسعود)

الٰہی اگر میں کھڑا رہوں تو اسلام کے ذریعہ میری حفاظت
فرما اور اگر میں بیٹھا رہوں تو اسلام سے میری حفاظت
فرما اور اگر میں سوتا رہوں تو اسلام سے میری حفاظت فرما۔
الٰہی میں تجھ سے ہر قسم کے خیر کی درخواست کرتا ہوں۔ اسکے
خزانے تیرے ہی ہاتھ میں ہیں۔ اور ہر قسم کے شر سے تیری پناہ
چاہتا ہوں اسکے خزانے بھی تیرے ہی ہاتھ میں ہیں۔ اور خوش
مت کر کسی دشمن اور حاسد کو مجھ پر۔

بقیہ اولیاء اللہ حقائق کی روشنی میں۔
کو خدا مان کر نہیں مانگتے بلکہ عطیۂ الٰہی کے لئے ایک
وسیلہ گردانتے ہیں۔ حسب ذیل شعر سے بات اور بھی
واضح ہوسکتی ہے۔

خاصان خدا خدا نہ باشند
لیکن ز خدا جدا نہ باشند

بمصداق اس مقولہ کے ہر کہ در کان نمک رفت نمک شد۔ جو
بھی شئی نمک کی کان میں جاتی ہے نمک ہوجاتی ہے) اولیاء بھی
خدا کی ذات میں گم ہوجاتے ہیں جسکو صوفیاء کی اصطلاح
میں فنافی اللہ کہتے ہیں اور اسکی مثال یوں شمع اور پروانہ
سے دیتے ہیں کہ جس طرح پروانہ شمع پر گر کر جل جاتا ہے تو اسکے
خواص بھی شمع کی طرح ہوجاتے ہیں اور پروانہ بھی شمع کی طرح
روشنی دیتا ہے تیل کھینچتا ہے دوسروں کو جلاتا ہے یہی کیفیت اولیاء
کی ہے کہ خود کو خدا میں مثل پروانہ جلا کر فنا کرتے ہیں تو ان میں
تجلیات الٰہی کا ظہور نمایاں ہوجاتا ہے جیسا کہ حضرت خواجہ میر درد فرماتے ہیں۔
پانی میں ڈال نمک کا گھونٹ ہے ؎ جب گھل گیا تو پھر نمک ہوگئے۔

شاعر محمد حامد الحاج علی افسر صاحب
قدیم طالب علم جامعہ نظامیہ

نعت شریف

منور سب رہے جتنے پیمبر سامنے آئے
محمد مصطفیٰ منظر بہ منظر سامنے آئے

پوشیدہ ہر ادا میں رموزِ عروج ہیں
معراج مومنوں کی یقیناً صلوٰت ہے

افسر کی یہ دعا ہے الٰہی قبول ہو
پڑھتا رہوں درود میں جب تک حیات ہے

اٹھا لایا کہیں سے منکرِ حق آزمانے کو
مگر پڑھنے لگے کلمہ جو کنکر سامنے آئے

سوال آیا جہاں بھی حسنِ سیرت کا عقیدت کا
ابوبکر و عمر عثماں و حیدر سامنے آئے

خدا کے بعد بیشک یا محمد بالیقیں تم ہو
وہ رب العالمیں ہے رحمت للعٰلمیں تم ہو

بے واسطہ معراج میں پائے وہاں تحفے
جبریل کا جس جا پہ گذر ہو نہیں سکتا

مامور حق نے کر دیا خدمت پہ روز و شب
طیبہ کو لے چلے ہیں فرشتے مرا سلام

مقبول یہ دعا ہے مری رب کائنات
رک جائے گر زباں تو کہے دل مرا سلام

محمدؐ تو محمدؐ ہیں محمدؐ کے غلاموں نے
مقدر کو سنوارا ہے مصائب سے نکالا ہے

تجھے سلام کرتے ہیں کنکر ہیں کلمہ گو
خدمت میں شاہ دیں کی کوئی بے زباں نہیں

حقیقت ما ینطق سے ہو گئی ظاہر
زباں سے آپکی خلاق اکبر بات کرتے ہیں

عرش اعلیٰ پہ ہیں محبوب خدا آج کی رات
روبرو نور کے اک نور ہوا آج کی رات

حسین ابن علی آلِ محمدؐ کربلا میں بھی
بہ شانِ انفرادی دیکھو افسر سامنے آئے

از محمد شفیع احمد انواری
متعلم فاضل سال آخر

تقوٰی

کلام ربانی میں ارشاد ہے ان اللہ مع الذین اتقوا والذین ہم محسنون۔ بیشک اللہ تعالیٰ ان لوگوں کے ساتھ ہے جو ڈرتے ہیں اور وہ جو نیکوکار ہیں۔

حضرت عمرؓ نے ایک مرتبہ حضرت کعب الاحبارؓ سے پوچھا کہ تقویٰ کیا ہے۔ کعب الاحبارؓ نے فرمایا کیا آپ کو کبھی کسی خاردار راستے سے گذرنے کا اتفاق ہوا ہے تو حضرت عمرؓ نے فرمایا ہاں۔ کعبؓ نے فرمایا پھر آپ نے اس راہ کو کس طرح طے کیا۔

حضرت عمرؓ نے فرمایا میں نے جب کبھی بھی اس راستہ پر چلا اپنے کو اور اپنے دامن کو کانٹوں سے بچاتے ہوئے اپنی منزل کو پہنچا۔ اس پر کعبؓ نے فرمایا کہ تقویٰ کی بھی یہی صورت ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جو آدمی متقی اور پرہیزگار ہوتا ہے وہ گناہوں سے اجتناب کرتا ہے اور اپنے دامن کو نافرمانی اور معصیت کے کانٹوں سے بچاتا ہوا چلتا ہے۔

بعض فقہاء کے نزدیک سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرنا تقویٰ ہے اور بعض اکابرین کے فرامین کی روشنی میں متقی وہ شخص ہے جس کا دل غفلت سے اور نفس نفسانی خواہشات سے اور اعضا گناہوں سے پاک رہے۔

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ ایک شخص نے رسالتمآبؐ سے عرض کیا یا رسول اللہ [illegible] کی آل کون ہے تو ارشاد ہوا ہر متقی میری آل میں شامل ہے۔

سبحان اللہ متقی کیا عظیم الشان ہے کہ تقویٰ کی [illegible] وہ رسول مقدس کی آل و اولاد میں شامل ہو جاتا ہے [illegible] کا بیٹا قرآن کے اس فرمان کے مطابق انہ لیس من اہلک (وہ آپ کی آل میں سے نہیں ہے) نافرمانی کی بنا پر [illegible] خارج ہو جاتا ہے تو کیا [illegible] آپ کا امتی اور آپ کا [illegible] فرمانبرداری اور اطاعت کی وجہ سے آل رسول میں شامل ہو [illegible]

> امام اعظم ابو حنیفہؒ اپنے قرضدار کے درخت کے سایہ تک بیٹھنا بھی پسند نہیں فرماتے تھے اور کہتے تھے کہ حدیث شریف میں آیا ہے جس قرض سے قرض دینے والے کو کچھ فائدہ حاصل ہو وہ بھی سود میں داخل ہے آخر درخت کے سایہ میں آرام کرنا بھی تو ایک قسم کا فائدہ ہی ہے مبادا اسکی وجہ سے میرا نام بھی سود خواروں میں شامل ہو جائے۔

ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ پرہیزگاری [illegible] جس کے دل میں گھر کر لیتی ہے تو وہ دنیا [illegible] رہتا ہے اور پھر وہ جانفزا سے ہمیشہ [illegible] رہتا ہے والدار الآخرۃ خیر للذین یتقون۔ پرہیزگاروں کے لئے دار آخرت ہی بہتر ہے۔ اور اس کی یہی خواہش ہوتی ہے جبکہ جلد سے جلد اس مکان کا مشاہدہ کرے جو رب [illegible] نے متقیوں کے لئے تیار کر رکھا ہے۔

ابن عطیہ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ متقی کے لئے ایک ظاہر ہوتا ہے اور ایک باطن۔ ظاہر یہ ہے [illegible] کی نگہبانی کرتا ہے اور باطن یہ ہے کہ اس کی [illegible] اخلاص کا درجہ حاصل ہوتا ہے۔

حضرت امام اعظم ابو حنیفہؒ کے حالات میں مذکور ہے کہ وہ اپنے قرض دار کے درخت کے سایہ تلے بیٹھنا بھی پسند نہیں فرماتے تھے اور فرماتے تھے حدیث شریف میں آیا ہے کہ جس قرض سے قرض دینے والے کو کچھ فائدہ حاصل ہو تو وہ سود میں داخل ہے۔ اس سے غرض ان کی یہ تھی اگر سایہ میں آرام کرنا بھی تو ایک قسم کا فائدہ ہی تو ہے ممکن ہے کہ اس کی وجہ سے ہمارا نام بھی سود خواروں میں شامل ہو جائے اور اللہ تعالیٰ کے حضور اس کا جواب دینا پڑے یہ تھے خدا تعالیٰ کے خوف اور حق تعالیٰ سے مذکورہ واقعہ کی روشنی میں وہ مسلمان جو علانیہ سود کھاتے ہیں اور اپنے غریب مسلمان بھائی کا خون چوس کر اپنی شکم سیری کر لیتے ہیں۔ ہے کوئی خدا کا بندہ جو اس واقعہ سے درس عبرت لے اور فائدہ اٹھائے قبل اسکے کہ اس کے ہاتھ سے موقع غنیمت جاتا رہے اور کف افسوس بیکار محض ثابت ہو۔

مسلمانوں اپنے اسلاف کے حالات زندگی پر غور کریں اور اپنی حالت کا بغور جائزہ لیں۔ افسوس ہے ہم ہر چند اپنے اسلاف کی محبت کے بلند بانگ دعوے کرتے ہیں اور یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ ان کی اتباع اور پیروی ہی صراط مستقیم اور سیدھا راستہ ہے لیکن عمل میں ہم نے ذرہ برابر بھی مطابقت نہیں رکھی شاید علامہ اقبال نے ہماری حالت پر ہی کہا تھا۔

خدا تجھے کسی طوفاں سے آشنا کر دے　　کہ تیرے بحر کی موجوں میں اضطراب نہیں
تجھے کتاب سے ممکن نہیں فراغ کہ تو　　کتاب خواں ہے مگر صاحب کتاب نہیں

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا من اتقی اللہ عاش قویا وسار فی بلاد اللہ امنا۔

"جو شخص اللہ سے ڈرتا ہے اس کی زندگی بہادرانہ ہوتی ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کی زمین پر بے خوف و خطر چلتا پھرتا ہے۔"

مندرجہ حدیث شریف بھی تقویٰ کی عظمت اور اسکی شان کی مظہر ہے۔

> سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
> جو شخص اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے
> اسکی زندگی بہادرانہ ہوتی ہے
> **اور**
> وہ اللہ کی زمین پر
> بے خوف و خطر پھرتا ہے۔

اس سے اس بات کا ثبوت ملتا ہے اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والے کو کوئی ایذا نہیں پہنچا سکتا اور اس کا دل ہمیشہ ہر حالت میں مطمئن رہتا ہے۔

حضرت سلمان فارسی ایک مرتبہ اپنے ایک مہمان کے ہمراہ صحرا میں تشریف لیگئے آپ نے چند ہرنوں اور پرندوں کا مشاہدہ فرمایا اور ایک ہرن اور پرندہ کی جانب اشارہ فرمایا تو وہ دونوں فوراً آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے۔ صورتحال دیکھ کر آپ کا مہمان حیران رہ گیا اور عرض کرنے لگا کہ اللہ تعالیٰ نے تو آپ کے واسطے پرندوں کو مسخر کر دیا ہے آپ نے فرمایا کیا تو نے کوئی ایسا انسان دیکھا ہے جو اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور فرمانبرداری کرتا ہو اور پھر مخلوق خدا میں سے کوئی اس شخص کی نافرمانی کرتا ہو۔ حضرت سلمان فارسی مہمان کے تعجب کرنے پر اپنے تعجب کا اظہار اسلئے کیا کہ آپ کا تقویٰ کامل تھا۔ اور تقویٰ کامل کے اثرات اور اس کے برکات سے آپ واقف تھے۔

ایک اور حدیث شریف میں ہے عن النبی صلی اللہ

علیہ وسلم علی امراۃ (من قریبہ) اوجاریۃ حراما فترکھا مخافۃ اللہ امنہ اللہ من الفزع الاکبر وحرم علیہ النار و ادخلہ الجنہ۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا جس شخص نے کسی عورت پر حرام کاری کے لئے قابو پالیا پھر اس کو خوف خدا کی وجہ سے چھوڑ دیا (اس سے حرام کاری نہ کی) تو اللہ تعالیٰ اسکو قیامت کی گھبراہٹ سے محفوظ رکھے گا اور اس پر دوزخ کی آگ کو حرام فرمادے گا اور اس کو داخل جنت فرمادے گا۔

یہ ہے متقیوں کی شان اور پرہیزگاری کا مرتبہ فمن شاء فلیؤمن ومن شاء فلیکفر جس کا جی چاہے اس کو اختیار کرے اور جس کا جی چاہے اس کو چھوڑ دے۔

مسلمانو! اب بھی غفلت اور لاپرواہی سے باز آجاؤ اور صراط مستقیم (یعنی سیدھی راہ) پر گامزن ہو جاؤ اور پرہیزگاری کی رسی کو مضبوطی کے ساتھ تھام لو۔ رحمت خداوندی کا دائرہ اور اس کی نوازشوں کا سایہ بہت وسیع ہے وہ ہستی جو مردہ زمین میں جان ڈالتی ہے اور اسکو بار بار سرسبز و شاداب بنایا کرتی ہے کیا وہ ایک افتادہ اور مظلوم قوم کی دستگیری فرما کر اس کو خاک مذلت سے نہیں اٹھا سکتی یہ ہمارا عقیدہ ہے کہ بیکسوں اور بے سہارا کو سہارا دینا، گرے ہوؤں کو سنبھالنا، بے بسوں اور ناتوانوں

حدیث شریف میں ہے

جس شخص نے کسی عورت پر حرام کاری کیلئے قابو پالیا پھر اس کو خوف خدا کی وجہ سے چھوڑ دیا (اس سے حرام کاری نہ کی) تو اللہ تعالیٰ اسکو قیامت کی گھبراہٹ سے محفوظ رکھے گا اور اس پر دوزخ کی آگ حرام فرمائیگا اور اسکو داخل جنت فرمادیگا۔

کو توانائی عطا کرنا اور قوت و طاقت بخشنا اسکی [illegible] و طاقت کا ایک ادنیٰ کرشمہ ہے۔ مگر شرط [illegible] یہ ہے کہ ہم پہلے متقیوں اور پرہیزگاروں کی [illegible] جناب میں نہایت ادب و احترام کے ساتھ [illegible] اور ہر حاجت و ضرورت کو اسی سے [illegible] برخلاف اس کی بارگاہ سے دور ہو کر [illegible] اپنی جبین نیاز جھکاتے اور [illegible] پشیمانی اور شرمندگی [illegible] کچھ حاصل نہیں ہوتا۔

سلیمان ابن عبد الملک جب خلیفہ بنائے گئے تو ابو حازم آن کے پاس [illegible] سلیمان نے دریافت کیا [illegible] حازم کیا سبب ہے کہ ہم موت سے [illegible] ابو حازم نے فرمایا کہ آپ لوگوں نے دنیا کو آباد کیا ہے اور آخرت کو خراب کیا ہے اس واسطے آپ آبادی سے ویرانے کی طرف جانے کے [illegible] پھر سلیمان نے کہا اچھا فرمائیے کہ اللہ کے پاس [illegible] طریقہ کیا ہے۔ آپ نے فرمایا نیک اور متقی [illegible] پاس اس طرح شاداں و فرحاں جاتا ہے جیسے [illegible] آدمی سفر سے اپنے گھر کو لوٹتا ہے اور گنہگار [illegible] پاس اس طرح ڈرتے ڈرتے جاتا ہے جیسے [illegible] غلام اپنے آقا کے پاس جاتا ہے۔ پھر سلیمان [illegible] کونسا کام افضل ہے آپ نے فرمایا فرائض [illegible] اور حرام باتوں سے دور رہنا۔ پھر پوچھا کونسی دعا مقبول ہے۔ آپ نے فرمایا مظلوم کی دعا۔ الفاقت [illegible]

[illegible] حق ... بہت جلد قبول ہوتی ہے۔ پھر پوچھا
کونسا صدقہ افضل ہے۔ آپ نے فرمایا غریب آدمی کا
[illegible] ... کو فضیلت رکھتا ہے اگر اس میں
[illegible] جتلایا نہ گیا ہو اور کسی قسم کی تکلیف نہ
[illegible]۔ پھر پوچھا سب سے زیادہ انصاف کرنے والا
کون ہے۔ آپ نے فرمایا وہ شخص سب سے زیادہ عادل ہے
جو ... شخص کے روبرو حق کہنے سے کام لے جس سے ایذا
پہنچنے کا اندیشہ ہو۔ پھر پوچھا کہ سب میں زیادہ
عاقل کون ہے۔ فرمایا وہ شخص سب سے
زیادہ عقلمند ہے جو اللہ کی اطاعت
کرتا ہے اور لوگوں کو اسکی ہدایت کرتا
ہے۔ پھر پوچھا سب سے بڑا بیوقوف
اور جاہل کون ہے۔ آپ نے فرمایا
وہ شخص سب میں زیادہ احمق اور بیوقوف
ہے جو اپنی آخرت کو دنیا کی عوض میں بیچ
ڈالے یعنی دنیا کے کاموں میں اپنی زندگی برباد کرے
اور آخرت کے واسطے کچھ سامان راحت مہیا نہ کرے۔ پھر
خلیفہ سلیمان نے پوچھا مجھے مختصر انداز میں کوئی نصیحت فرمایئے
آپ نے فرمایا اللہ کی پاکی اور اسکی بزرگی کا خیال رکھو وہ تم
کو ایسی جگہ نہ دیکھے جس جگہ اس نے جانے کی ممانعت فرمائی
ہے اور جہاں تم کو جانے کا حکم دیا ہے وہاں تم کو غیر حاضر نہ
[illegible]۔ یہ سن کر خلیفہ زار زار رونے لگا۔ خلیفہ کے احباب میں سے
کسی نے آپ سے کہا کہ ... ابو حازم تم نے امیر المؤمنین کو رنجیدہ
[illegible]۔ آپ نے فرمایا چپ رہو جو شخص ہی دنیا کا خوش[illegible]
اللہ تعالیٰ نے علماء سے عہد لیا ہے کہ وہ لوگوں پر حق ظاہر کریں
اور اس کو چھپا کر نہ رکھیں۔ پھر آپ وہاں سے تشریف لے گئے

خلیفہ نے آپ کی خدمت میں بہت سامان بطور نذرانہ پیش
کیا۔ لیکن آپ نے اس کو واپس فرمایا اور کہا کہ جب
میں اسکو تمہارے واسطے پسند نہیں کرتا تو اپنے واسطے کسطرح
پسند کر سکتا ہوں۔ یہ ہیں اہل تقوی اور ایسے ہوتے
ہیں حق گو۔ اس دور کے اہل علم حضرات اور اثر و رسوخ
رکھنے والے مشائخین کو ان سے درس عبرت حاصل کرنا چاہیئے
متقی اور پرہیزگار آدمی کا ٹھکانہ جنت ہے اور جو شخص
اپنے مالک حقیقی کی جانب رجوع ہوتا ہے اور اس مژدہ
جانفزا اور روح پرور کی صدا پر لبیک کہتے
ہوئے اس کی روح قفس عنصری سے
پرواز کر جاتی ہے یاایتھا النفس
المطمئنۃ ارجعی الی ربك راضیۃ
مرضیۃ فادخلی فی عبادی
وادخلی جنتی اے نفس مطمئنہ اپنے
پروردگار کی جانب پھر جا خوش ہے تو پسند کیا گیا
پس داخل ہو جا میرے بندوں میں اور میری جنت میں۔

جب حضرت بلالؓ کی وفات کا وقت قریب آپہونچا
آپ کی زوجہ نے واحسرتا (ہائے افسوس) کہنا شروع کیا
جس پر حضرت بلال نے فرمایا یہ وقت واحسرتا کہنے کا نہیں
بلکہ واطرباہ (واہ واہ) کہنے کا ہے انشاء اللہ میں کل خاتم النبیینؐ
اور آپ کے اصحاب سے جا ملوں گا۔ اس سے زیادہ میرے
لئے خوشی کا اور کونسا موقع ہو سکتا ہے۔

حضرت جریریؒ فرماتے ہیں کہ حضرت جنید بغدادیؒ کی وفات
کے وقت آپ کی خدمت میں حاضر ہوا آپ اس حالت میں بھی
قرآن پاک کی تلاوت فرما رہے تھے میں خاموش باادب
بیٹھ گیا جب آپ تلاوت سے فارغ ہوئے تو میں نے عرض کیا

جب خلیفہ سلیمان ابن
عبدالملک ابو حازمؒ کی خدمت میں بہت سامان
بطور نذرانہ پیش کیا تو آپ نے اسے واپس
فرمایا اور کہا کہ میں جسکو دنیا میں تمہارے لئے
پسند نہیں کرتا تو اسکو اپنے لئے کیسے پسند کر سکتا
ہوں۔ یہ واقعہ علماء اور مشائخین کیلئے
درس عبرت ہے

عرفان اللہ شاہ نوری سیفی نظامی
بانی و مہتمم دارالعلوم سیف الاسلام

منظوم اظہارِ عقیدت

ہر اک جانب ہیں انوارِ فضیلت — مہک اٹھا ہے گلزارِ شریعت
فضیلت جنگ بانی جامعہ کے — ہے ظاہر سب پہ یہ معیارِ خدمت
فضیلت جامعہ کی دیکھئے گا — نظر آتے ہیں آثارِ فضیلت
بیاں کرنے کی گنجائش نہیں ہے — تھے ایسے انکے اطوارِ طریقت
وہ اک چشمہ تھے علم و آگہی کا — کھلے تھے ان پہ اسرارِ حقیقت
تعلق دل سے ہے الفت کا انکی — کرے کیا کوئی انکارِ محبت

کرم ہے مہربانی ہے وگرنہ
یہ سیفی اور اظہارِ عقیدت

مولوی محمد وحید الدین صاحب استاذ جامعہ نظامیہ

فتاوی نویسی اور اُس کی اہمیت

فتاوی نویسی ایک نہایت اہم ذمہ داری ہے اس واسطے کہ فتوی عام ہوتا ہے اور اس کا حکم صرف پیش آمدہ مسائل تک محدود نہیں رہتا بلکہ آئندہ کے لیے بھی لائحہ عمل ہوگا یہی وجہ ہے کہ فقہاء کرام نے بہت سے مفروضہ مسائل کا حل بھی قرآن و حدیث و فقہ کی روشنی میں کیا ہے۔

نحوی تحقیق! فتاوی فتوی کی جمع ہے۔ فتوی بروزن فَعْلیٰ صیغہ صفت ہے یہ لفظ ف کے فتحہ اور ضمہ دونوں کے ساتھ آیا ہے نیز فُتیا اور فتیا بھی مستعمل ہے دراصل یہ لفظ ناقص یائی ہے فتوی کا واو یاء سے بدلا ہوا ہے۔ یہ لفظ فتی سے مشتق ہے جس کے معنی جوان قوی کے ہے۔ سخی اور بہادر کے معنی بھی آتے ہیں۔ اصطلاح میں اس کا استعمال ایسے موقع پر کیا جاتا ہے جب کہ کوئی حکم قوی اور محکم دلیل کے ساتھ ثابت ہو۔ مفتی کا درجہ مجتہد کے بعد ہے مجتہد تو اصول شرع شریف سے مسائل کا استنباط کرتے ہیں اور مفتی مجتہد کے بتائے ہوئے اصول کے مدنظر احکام شرعی کی رہبری کرتے ہیں۔ فتوی یعنی مسائل میں ماہر شریعت کا فیصلہ۔

اصطلاحی تعریف قال فی مدینۃ العلوم "ھو علم تروی فیہ الاحکام الصادرۃ عن الفقہاء فی الواقعات الجزئیۃ لیسھل الامر علی القاصرین من بعدھم" یعنی علم فتاوی وہ علم ہے جزوی واقعات کی بابت ماہر شریعت فقہاء سے صادر شدہ احکام مروی ہوں تاکہ آنے والے پست ہمت لوگوں کے لیے عمل سہل ہو۔

تاریخ فتاوی۔ عدالت سے متعلق افتاء ایک نہایت ضروری صیغہ ہے جو آغاز اسلام میں قائم ہوا اور جس کی مثال اسلام کے سوا اور کہیں پائی نہیں جاتی قانون کے جو مقدم اصول ہیں ان میں ایک یہ بھی ہے کہ ہر شخص کی نسبت یہ فرض کرنا چاہیے کہ وہ قانون سے واقف ہے یعنی اگر کوئی شخص کوئی جرم کرے تو اس کا یہ عذر کام نہیں آسکتا کہ وہ اس فعل کا جرم ہونا نہیں جانتا تھا یہ قاعدہ تمام دنیا میں مسلم ہے لیکن اور قوموں نے اس کے لیے کسی قسم کی تدبیر اختیار نہیں کی مگر اسلام میں اس کا ایک خاص محکمہ تھا جس کا نام دار الافتاء تھا۔ اس کا یہ طریقہ تھا کہ نہایت لائق قانون داں ہر جگہ موجود رہتے تھے اور جو شخص کوئی مسئلہ دریافت کرنا چاہتا ان سے دریافت کرسکتا تھا ان پر فرض تھا کہ نہایت تحقیق کے ساتھ ان مسائل کو بتائیں اس صورت میں گویا ہر شخص جب چاہے قانون کے مسائل سے واقف ہوسکتا تھا (الفاروق)

افتاء و آغاز اسلام اس سلسلہ میں علماء کرام کے دو طبقے خاص طور پر دین کی خدمت میں نمایاں اور پیش پیش رہے۔

سامنا۔

ایک محدثین کا جن کو احادیث نبوی کی روایات اور انکے بیان وضبط کا اہتمام رہا اور انھوں نے اسناد و الفاظ پر گہری نظر رکھی دوسرا طبقہ فقہاء امت کا جنہوں نے قرآنی آیات اور احادیث نبوی سے مسائل و احکام کا استنباط و استخراج کیا اور الفاظ حدیث سے زیادہ معانی حدیث اور اس سلسلہ کے اصول و قواعد پر ان کی نظر مرکوز رہی مفتیین کا تعلق اسی دوسرے طبقے سے ہے۔

افتاء اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

امت اسلامیہ کے پہلے مفتی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکت ہے اور یہ دولت آپ تک رب عزت کی طرف سے پہنچی ہے۔

قرآن پاک میں افتاء کا لفظ خود رب العالمین کے لیے بھی استعمال ہوا ہے۔ ارشاد ربانی ہے۔ ویستفتونک فی النساء قل اللہ یفتیکم فیهن وما یتلی علیکم فی الکتاب فی یتمی النساء ۰ یستفتونک قل اللہ یفتیکم فی الکلالة

ان آیات میں افتاء کی نسبت خود رب العزت جل جلالہ کی طرف کی گئی ہے جس سے اس منصب کی جلالت شان کا اندازہ ہوتا ہے۔

منصب افتاء پر صحابہ کرام

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس عظیم الشان منصب پر آپ کے جلیل القدر صاحب بصیرت صحابہ کرام فائز تھے جن کی تعداد کے متعلق حافظ ابن القیم متوفی ۷۵۱ھ کا بیان ہے کہ وہ تقریباً ایک سو تیس ہیں جن میں سے سات حضرات مکثرین میں شمار ہیں یہ وہ حضرات ہیں جن کے فتاوی کتب حدیث میں بکثرت منقول ہیں اور کہا گیا ہے کہ اگر ان تمام حضرات کے فتاوے یکجا کئے جائیں تو ان میں سے ہر ایک کے فتاوی [illegible] اس کی ضخیم جلدیں تیار ہو جائیں۔ ان سات حضرات کے اسمائے گرامی یہ ہیں۔ ۱۔ حضرت عمر بن خطاب ۲۔ حضرت علی بن ابی طالب ۳۔ حضرت عبداللہ بن مسعود ۴۔ حضرت ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ ۵۔ حضرت زید بن ثابت ۶۔ حضرت عبداللہ بن عباس ۷۔ عبداللہ بن عمر۔ ان حضرات کے علاوہ حضرت عثمان حضرت معاذ بن جبل حضرت عبدالرحمن بن عوف حضرت ابی بن کعب حضرت ابوہریرہ اور حضرت ابو الدرداء وغیرہ بھی صحابہ کرام میں جلیل القدر مفتی تھے رضوان اللہ علیہم اجمعین۔

صحابہ کرام کے ذریعہ دینی علوم نے نشو و نما پائی اور اسطرح چراغ سے چراغ جلتا گیا چنانچہ صحابہ کرام کے بعد تابعین تابعین کے بعد تبع تابعین پھر بعد کے علماء و فقہاء نے اس سلسلہ کو قائم رکھا۔ امام اعظم ابوحنیفہ نے تو اس کو باضابطہ فن کی شکل دی اسکے اصول وضوابط متعین کئے اور اجتہاد کے مدارج و طریقہ کار کو طے کر دیا گیا۔

طبقات فقہاء

باعتبار علم و عمل و تفقہ فی الدین کے فقہاء کرام کی کل سات طبقات ہیں

مجتہدین فی الشرع

یہ وہ ائمہ اعلام ہیں جو اصول اربعہ قرآن، سنت، اجماع قیاس سے راست طور پر اپنے اصول کے مطابق مسائل کا استنباط فرماتے ہیں یہ وہ اصحاب ہیں جن کے متعلق قرآن مجید میں ارشاد کیا گیا ہے "لعلمه الذین یستنبطونه منهم" جیسے ائمہ اربعہ مذاہب اور ان کے معاصر مجتہدین۔

مجتہدین فی المذہب

یہ وہ ائمہ ہیں جو کسی امام کے اصول و اقوال کے مدنظر مسائل

کا استنباط کرتے ہیں نیز خود ان کے بھی اپنے اصول ہوتے ہیں جن کی بناء پر مسائل کا استنباط فرماتے ہیں جیسے ائمہ اربعہ کے اصحاب مگر چونکہ ان کے مدونہ اصول اور مستنبط مسائل انکے شیوخ و اساتذہ سے بھی مروی ہیں اس لیے ان کا کوئی مستقل مذہب نہیں بلکہ وہ اپنے شیخ و استاذ کے ہم مذہب سے شمار کئے جاتے ہیں صاحبین یعنی امام محمدؒ و امام ابو یوسفؒ اور امام زفرؒ اور امام حسن بن زیاد وغیرھم کا شمار اسی قسم میں ہے۔

مجتہدین فی المسائل یہ وہ ائمہ ہیں جو ایسے مسائل میں جن کو الصدر حضرات کے مستنبط مسائل میں نہ پائے جاتے ہوں یہ ان کا اصول امام کے پیش نظر استنباط کرتے ہیں۔ اصول کی حد تک تو وہ امام کے مقلد ہیں کیوں کہ ان کے خود کوئی ذاتی اصول نہیں ہیں۔ البتہ فروع کی حد تک ان کا اجتہاد پایا جاتا ہے جیسے امام طحاوی، ابوالحسن، الکرخی اور ان کے امثال

اصحاب تخریج یہ وہ اصحاب ہیں جن کو اجتہاد سے کوئی بہرہ نہیں ملا مگر جس باب میں کوئی مسئلہ یا روایت نہ پائی جائے اس کو اپنے فقہاء سے امام کے اصول مجتہدین فی المذہب و مجتہدین... فی المسائل کی تصریحات کی روشنی میں ان کا حل دریافت کرلیتے ہیں جیسے امام کرخیؒ اور امام رازیؒ وغیرہ۔

اصحاب ترجیح اصحاب ترجیح وہ اصحاب ہیں جو کسی مسئلہ کی نسبت ایک سے زیادہ مختلف روایتیں ان کے سامنے ہوں تو اپنی فقاہت سے ان میں سے کسی ایک کو ترجیح دیتے ہیں، اس طبقہ کے فقہاء کسی جدید مسئلہ کا استخراج و استنباط نہیں کرتے بلکہ فقہائے بالا کے استخراج کئے ہوئے مسائل میں جو اختلاف پایا جاتا ہے ان میں سے کسی ایک قول کو راجح قرار دیتے ہیں جیسے صاحب ہدایہؒ ابوالحسن قدوریؒ امام ابن ہمام وغیرھم۔

اصحاب تمییز یہ وہ اصحاب ہیں جو مخلوط مسائل کو اپنی قوت تفقہ کے ذریعہ دریافت کرلیتے ہیں کہ فلاں مسئلہ فلاں امام کے اصول پر استخراج کیا گیا ہے اور فلاں مسئلہ فلاں امام کے اصول پر منطبق ہوتا ہے کسی مختلف فیہ مسئلہ کا تصفیہ کر اس میں راجح کون ہے ان کا کام نہیں جیسے صاحب مختارؒ صاحب کنز اور صاحب ملتقی الابحر وغیرہ۔

عام فقہاء عام فقہاء جو اتنی لیاقت رکھتے ہیں کہ کتابوں کی عبارت سے صحیح مسئلہ معلوم کرلیتے ہیں اس طبقہ کے افراد کو ماسبق طبقات کے کارناموں میں کسی قسم کا حصہ نہیں ملا۔ ان کا کام اس حد تک ہے کہ کتاب کا مطلب اپنی قابلیت کے لحاظ سے صحیح طور پر معلوم کرسکیں جیسے فقہاء مابعد اور فقہائے زماں ان کا فریضہ کسی مسئلہ کی نسبت جو ان سے دریافت کیا جائے یہی ہے کہ وہ کتب معتبرہ سے اس کی نقل کرکے بتلادیتے تصحیح نقل کا فرض ان کے ذمہ ہے جیسے اس وقت کے علمائے امت اور مفتیان ملت

افتاء کے سلسلہ میں ضروری بات افتاء کے لیے ضروری ہے کہ مفتیوں کے نام کا اعلان کردیا جائے جیسا کہ حضرت عمرؓ نے بار بار اس کا اعلان کیا چنانچہ شام کے سفر میں بمقام جابیہ بے شمار آدمیوں کے سامنے جو مشہور خطبہ پڑھا تھا اس میں یہ الفاظ بھی تھے من اراد القرآن فلیات ابیا ومن اراد ان یسال الفرائض فلیات زیدا ومن اراد ان یسال

ان الفقه فلیات معاذاً" (یعنی جو شخص قرآن سیکھنا چاہے تو ابی بن کعبؓ کے پاس اور فرائض کے متعلق کچھ پوچھنا چاہے تو زید بن ثابت کے پاس اور فقہ کے متعلق پوچھنا چاہے تو معاذ بن جبلؓ کے پاس جائے (الفاروق)

چنانچہ اس دور میں اور اسکے بعد عمومی طور پر جن مفتیان کرام کی شہرت ہوئی اور جو کہ مرجع تھے انکی فہرست کتابوں میں موجود ہے۔ مختصراً اس موقعہ پر مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے مفتیوں کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔

مفتیان مدینہ

(۱) ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ (۲) حضرت عبداللہ بن عمرؓ (۳) حضرت ابوہریرہؓ (۴) حضرت سعید بن المسیب المخزومی (۵) حضرت عروہ بن الزبیر بن العوامؓ (۶) ابوبکر بن عبدالرحمٰن بن حارث بن ہشام المخزومیؒ (۷) حضرت علی بن الحسین بن علی بن ابی طالب ہاشمیؒ (۸) حضرت عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ بن مسعودؒ (۹) حضرت سالم بن عبداللہ بن عمرؒ (۱۰) حضرت سلیمان بن یسار مولی ام المومنین میمونہؓ (۱۱) قاسم بن محمد بن ابی بکرؒ (۱۲) حضرت نافع مولی عبداللہ بن عمرؓ (۱۳) محمد بن مسلم المعروف بابن شہاب الزہری (۱۴) ابوجعفر محمد بن علی بن الحسین المعروف بالباقرؒ (۱۵) ابوالزناد عبداللہ بن ذکوان فقیہ مدینہ (۱۶) یحیی بن سعید الانصاریؒ (۱۷) ربیعہ بن ابی عبدالرحمان فروخؒ۔

مفتیان مکہ

(۱) حضرت عبداللہ بن عباسؓ بن عبدالمطلب (۲) حضرت مجاہد بن جبیر مولی بنی مخزومؒ (۳) حضرت عکرمہؒ مولی ابن عباسؓ (۴) حضرت عطاء بن ابی رباح مولی قریش (۵) حضرت ابوالزبیر محمد بن مسلم بن تدرس مولی حکیم بن حزام۔

مفتی کیسا ہونا چاہیے

مفتی کو بیدار مغز اور ہوشیار ہونا چاہیے غفلت برتنا اس کے لیے درست نہیں کیوں کہ اس زمانہ میں اکثر حیلہ سازی اور ترکیبوں سے واقعات کی صورت بدل کر فتویٰ حاصل کر لیتے ہیں۔ اور لوگوں کے سامنے ظاہر کرتے ہیں کہ فلاں مفتی نے مجھے فتویٰ دے دیا ہے محض فتویٰ ہاتھ میں ہونا ہی اپنی کامیابی تصور کرتے ہیں بلکہ مخالف پر اس کی وجہ سے غالب آجاتے ہیں اس کو کون دیکھے کہ واقعہ کیا تھا اور اس نے سوال میں کیا ظاہر کیا۔ حقیقت کو چھپا کر کس انداز میں عبارت لکھی گئی؟ اس لیے مفتی پر یہ لازم ہے کہ سائل سے واقعہ کی تحقیق کرلے اپنی طرف سے مسئلہ سے مختلف صورتیں نکال کر سائل کے سامنے بیان نہ کرے مثلاً یہ صورت ہے تو یہ حکم ہے اور یہ ہے تو یہ حکم ہے کہ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ جو صورت سائل کے موافق ہوتی ہے وہ اُسے اختیار کر لیتا ہے اور گواہوں سے ثابت کرنے کی ضرورت ہوتی ہے تو گواہ بھی بنا لیتا ہے بلکہ بہتر یہ ہے کہ نزاعی معاملات میں اسوقت فتویٰ دے جب فریقین کو طلب کرے اور ہر ایک کا بیان دوسرے کی موجودگی میں سنے اور جس کے ساتھ حق دیکھے اُسے فتویٰ دے دوسرے کو نہ دے۔ (ردالمختار)

وہ امور جو مفتی کے لیے ضروری ہیں

مفتی کو چاہیے کہ سائلین کی ترتیب کا لحاظ رکھے امیر غریب کا خیال نہ کرے یہ نہ ہو کہ مالدار یا حکومت کا ملازم ہو تو اس کو پہلے جواب دیدے اور پہلے سے جو غریب لوگ بیٹھے ہوئے ہیں انھیں بٹھائے رکھے بلکہ جو پہلے آیا اُسے پہلے جواب دے مفتی کو چاہیے

نہ کتاب کو عزت و حرمت کے ساتھ لے کتاب کی بے حرمتی نہ کرے اور جو سوال اس کے سامنے پیش ہوا ہے غور سے پڑھے پہلے سوال اچھی طرح سمجھ لے اس کے بعد جواب دے۔ بارہا ایسا بھی ہوتا ہے کہ سوال میں پیچیدگیاں ہوتی ہیں جب تک مستفتی سے دریافت نہ کیا جائے سمجھ میں نہیں آتا ایسے سوال کو مستفتی سے سمجھنے کی ضرورت ہے اس کی ظاہری عبارت پر ہرگز جواب نہ دیا جائے اور یہ بھی ہوتا ہے کہ سوال میں بعض ضروری باتیں مستفتی ذکر نہیں کرتا اگرچہ کہ اس کا ذکر نہ کرنا بد دیانتی کی بنا پر نہ ہو بلکہ اس نے اپنے نزدیک اسکو ضروری نہیں سمجھا تھا اس لیے مفتی پر لازم ہے کہ ایسی ضروری باتیں سائل سے دریافت کرلے تاکہ جواب واقعہ کے مطابق ہو سکے اور جو کچھ سائل نے بیان کر دیا ہے مفتی اس کو اپنے جواب میں ظاہر کردے تاکہ شبہ نہ ہو کہ جواب و سوال میں مطابقت نہیں ہے۔ فتویٰ کا کاغذ مستفتی کے ہاتھ میں دیا جائے اسے مستفتی کی طرف پھینکا نہ جائے کیوں کہ ایسے کاغذات میں اکثر اللہ عزوجل کا نام اور قرآن کی آیات و حدیثیں ہوتی ہیں ان کی تعظیم ضروری ہے یہ چیزیں نہ بھی ہوں تو فتویٰ خود تعظیم کی چیز ہے کہ اس میں حکم شریعت تحریر ہوتا ہے اور حکم شرع کا احترام لازم ہے (عالمگیری)

مفتی ایسے وقت فتویٰ نہ دے جب غلطی کا اندیشہ ہو۔

مفتی کو چاہیے کہ اپنے جواب کو ختم کرنے کے بعد واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب یا اسکے مثل دوسرے الفاظ تحریر کردے۔ مفتی کو چاہیے کہ بردبار خوش خلق ہنس مکھ ہو نرمی کے ساتھ بات کرے غلطی ہو جائے تو واپس لے اپنی غلطی سے رجوع کرنے میں کبھی دریغ نہ کرے یہ نہ سمجھے کہ مجھے لوگ کیا کہیں گے۔ غلط فتویٰ دے کر رجوع نہ کرنا حیا سے ہو یا تکبر سے بہرحال حرام ہے۔

بہتر یہ ہے کہ فتویٰ پر سائل سے اجرت نہ لے مفت جواب لکھے اگر دنیا والوں نے اس کی ضروریات کا لحاظ کرکے گزارہ کے لائق رقم مقرر کی ہے تو یہ جائز ہے۔

مفتی دین کی خدمت میں مشغول رہے اور اسکی ضروریات لوگ اپنے طور پر پورے کریں یہ بھی درست و جائز ہے۔

اقوال حضرت سیدنا علی کرم اللہ وجہہ

(تیرے دوست تین ہیں اور تیرے دشمن تین ہیں)

(۱) تیرا دوست
(۲) تیرے دوست کا دوست
(۳) تیرے دشمن کا دشمن
(۱) تیرا دشمن
(۲) تیرے دوست کا دشمن
(۳) تیرے دشمن کا دوست

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے ارشادات

(تین چیزیں ایسی ہیں جنکی میں آرزو نہیں رکھتا)

① ایسا ساتھی جو میری بات نہ سمجھے۔
② ایسی سواری جو میرے کجاوے کو نہ اٹھائے۔
③ ایسا کپڑا جو میری شرمگاہ نہ چھپائے۔

حضرت حسن رضی عنہ نے فرمایا:-

(۱) کسی کے تعلق سے تم معلوم کرنا چاہو کہ وہ مال کہاں سے حاصل کیا تو تلاش کرو کہ وہ مال کہاں خرچ کر رہا ہے کیوں کہ برا مال فضول خرچ کیا جاتا ہے۔

سماءِ عالم پر آدم و حوا کی شادی

مولوی قاضی سید لطیف علی قادری صاحب
کامل الحدیث جامعہ نظامیہ

جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا تو جنت ہی میں ان کی بائیں پسلی سے حضرت ہوا کو پیدا کیا۔ آپ ستر حوروں کے حسن سے بھی کہیں زیادہ حسین و جمیل تھیں حوران جنت میں ایسی معلوم ہو رہی تھیں جیسے جگمگاتے ستاروں میں چودھویں رات کا چاند حضرت آدم علیہ السلام ابھی استراحت فرما رہے تھے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے حضرت حوا کو ایک کامل عورت بنا کر ان کے پاس بٹھا دیا جیسے ہی حضرت آدم نیند سے بیدار ہوئے اپنے پاس پیکر حسن کو دیکھ کر بے قابو ہو گئے اور حضرت حوا کی طرف بڑھے اللہ تبارک و تعالیٰ نے حضرت آدم سے کہا پہلے مہر ادا کرو پھر ہاتھ لگانا حضرت آدم علیہ السلام نے فرمایا الٰہی اس کا کیا مہر ادا کروں ارشادِ خداوندی ہوا محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر تین مرتبہ درود شریف پڑھیے اور حوا کو شریعت دین کی تعلیم بھی دیں یہ اس کا مہر ہے۔

حضرت آدم علیہ السلام کے حسن و کمال کا یہ عالم تھا کہ آپ کا دایاں رخسار خورشید درخشاں کی کرنوں پر غالب تھا اور اس میں نور محمدی صلی اللہ علیہ وسلم پنہاں تھا اور آپ کا بایاں رخسار چودھویں کے چاند سے زیادہ منور تھا جس میں حسن یوسف پوشیدہ تھا جب آدم نے حوا کو دیکھا تو کہا "حوا" خالق دو جہاں نے ہم دونوں سے زیادہ خوبصورت اور حسین و جمیل اور کوئی مخلوق نہیں پیدا کی ہو گی۔ اس کہنے پر اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرئیل امین کو حکم دیا دونوں کو فردوس علیین میں لے جاؤ اور اس کے ایک محل کا دروازہ کھول دو حضرت جبرئیل امین نے فوراً حکم کی تعمیل کی سرخ یاقوت سے بنے ہوئے محل کا دروازہ کھول دیا جس میں کافور کا بنا گنبد، زعفران کی کیاری میں زبرجد کے پالوں پر رکھا ہوا ہے حضرت آدم علیہ السلام نے گنبد کا دروازہ کھولا تو دیکھتے ہیں ایک سونے کا تخت جس کے پائے موتی کے بنے ہوئے ہیں اور اس پر ایک لڑکی جلوہ فگن تھی جس کے چہرہ پر سے نورانی شعاعیں نکل رہی تھیں اور اس کے سر پر سونے کا تاج تھا جس میں مختلف بیش بہا جواہرات جڑے ہوئے تھے۔ حضرت آدم علیہ السلام اس سے پہلے اتنی حسین کوئی مخلوق نہ دیکھے تھے بے ساختہ بول اٹھے الٰہی یہ کون خاتون ہے۔ فرمایا یہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی لخت جگر خاتون جنت حضرت فاطمۃ الزہرا (رضی اللہ عنہا) ہیں حضرت آدم نے فرمایا الٰہی ان کے خاوند کون ہیں جبرئیل امین کو حکم ہوا یاقوت کا دوسرا محل کھول کر دکھلا دو جبرئیل امین نے ایک اور محل کا دروازہ کھولا جس میں کافوری گنبد اور اس کے اندر سونے کا تخت بچھا ہوا ہے اس پر ایک جوانمرد جلوہ افروز ہیں جن کا حسن حسنِ یوسف تھا رب العزت نے فرمایا یہ علی ہیں جو ان کے خاوند اس کے بعد حضرت آدم علیہ السلام نے ان کے اولاد کے متعلق دریافت فرمایا تو اللہ تعالیٰ نے جبرئیل امین کو حکم دیا موتی کے محل کا دروازہ کھول کر دکھلا دو حضرت جبرئیل امین نے فوراً حکم کی تعمیل کی وہاں حضرت آدم نے دیکھے

اس زبرجد کا ایک گنبد جس میں عنبر کا تخت رکھا ہوا ہے اور اس پر جنتین کی صورت منقش ہے اسکے بعد حضرت آدم علیہ السلام اپنے مکان کی طرف لوٹ گئے۔

اختتام عقد کے بعد فرشتوں نے عالم المکان سے دلہا دلہن پر سے شکر، بادام اور انگور نثار کئے حضرت جبرئیل امین کو حکم دیا گیا کہ وہ فوراً جنت سے ایک گھوڑا لائیں جس کا زیور مشک، زعفران کا ہو اور اس کے بازو جوہر کے ہوں جبرئیل امین فوراً ایک گھوڑا لے کر حاضر ہوئے حضرت آدم کو اس پر سوار کیا گیا اور حوا کو اونٹنی پر بٹھایا گیا اور ایک فرشتوں کا بڑا جلوس دائیں بائیں چلنے لگا اور جنت عدن میں داخل ہوئے وہاں ایک تخت رکھا ہوا تھا بتایا جاتا ہے کہ اس کے جواہرات کے انواع و اقسام سات سو تھے اس کے چاروں کونوں پر چار گنبد تھے ایک گنبد رضاء الٰہی، دوسرا گنبد زعفران، تیسرا گنبد رحمت، اور چوتھا گنبد کرم، آدم و حوا یہاں اتارے گئے اور ان کے لیے جنت کے لذیذ میوے لائے گئے اور دونوں رحمت کے گنبد میں داخل ہوگئے ہر چہار طرف باآواز بلند منادی کرادی گئی کہ اے آسمان کے رہنے والو اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کی شادی حوا سے کردی۔

ان دونوں کے لیے ایک درخت کے علاوہ جنت کی تمام چیزیں مباح کردیں لیکن جب آدم و حوا سے لغزش ہوئی تو حضرت آدم کو توبہ کے دروازے سے اور حضرت حوا کو رحمت کے دروازہ سے ابلیس لعنت کے دروازہ سے اور سانپ غضب کے دروازہ سے اور مور غضب کے دروازہ سے زمین پر اتارے گئے۔

حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ارشادات

① جو شخص بلا عمل قبر میں داخل ہوگا گویا بلا کشتی کے دریا میں سفر کرنا چاہتا ہے۔

② دولت تمناؤں سے، جوانی خضاب سے اور صحت دواؤں سے نہیں ملا کرتی۔

③ یہ تین عادتیں جن کی ہوں خود اسکے لیے وبال ہیں۔ ① ظلم ② عہد شکنی ③ مکر و فریب۔

④ آدمی کی نماز اور روزے کے ساتھ اسکے معاملے کو بھی دیکھو اگر وہ معاملے میں ٹھیک ہے تو اسکا روزہ نماز بھی درست ہے۔ ([illegible])

فقہی پہیلیاں

مرسلہ محمد خواجہ عارف الدین متعلم فاضل اول

① کس وقت بسم اللہ پڑھنا فرض ہے۔ ② کس وقت بسم اللہ پڑھنا حرام ہے۔ ③ کس وقت بسم اللہ پڑھنا کفر ہے۔ ④ ایک شخص کلمہ نہ پڑھنے کے باوجود مسلمان ہوگیا اسکی کیا صورت ہے؟ ⑤ وہ کونسی صورت ہے کہ ایک شخص دل سے مذہب اسلام کو صحیح مانتا ہے اور زبان سے اقرار بھی کرتا ہے مگر اسکے باوجود کافر ہے؟ ⑥ کب سنت کو چھوڑ دینا کفر ہے؟ ⑦ کس صورت میں ننگے سر نماز پڑھنا کفر ہے؟ ⑧ وہ کونسی بدعت ہے جس کا کرنا ضروری ہے نہ کریں تو گنہگار ہوں گے؟ ⑨ کس صورت میں قرآن شریف پڑھنے والا گنہگار رہے؟ ⑩ کس صورت میں مردے کو دفن کرنا حرام ہے؟

(جوابات کیلئے صفحہ ۹۹ پر ملاحظہ ہو)

دعوتِ اسلام اور حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض مکتوباتِ مقدسہ

مولوی غلام محمد ہاشم صاحب
کامل الحدیث جامعہ نظامیہ

چھٹی صدی عیسوی میں جب کہ کفر اور شرک نے ساری دنیا کو اپنی آغوش میں لے لیا تھا اور چاروں طرف بُت پرستی کا دور دورہ تھا، قدرت خداوندی جوش میں آئی اور اللہ رب العزت نے کفر اور باطل کے پردے ہٹا کر رحمت کی بارش رحمت للعالمین کی صورت میں عرب کی اس سرزمین پر نازل فرمائی جہاں نہ صرف بت پرستی عام تھی بلکہ ہر برائی عزیمت کا درجہ اختیار کر چکی تھی وہ گمراہی جس کی بناء پر اکثر قومیں تباہ ہو چکی تھیں ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ سرزمین عرب کی مقدر بن چکی ہیں پستیوں کی انتہا کو پہنچنے والے باشندوں پر رحم و کرم کرنے کے لیے رحمٰن و رحیم مجسم رحمت کی صورت میں ۔ ۵۷۰ء میں بی بی آمنہ رضی اللہ عنہا کی گود میں رونق بخش کی گئی جو صحیح معنوں میں افق عرب پر ایک نیا ستارہ کہی جا سکتی ہے۔

منشاء ایزدی یہی تھا کہ دین فطرت کی تکمیل کی جائے تاکہ حضرت آدم علیہ السلام کے زمانہ سے امن و سلامتی کا جو دین دین فطرت یعنی اسلام انسانوں کو عطا کیا گیا تھا اس کی ہر طرح تکمیل ہو جائے اور یہ مکمل شریعت کامل دین کی حیثیت سے ابد تک قائم و دائم رہے اسی لیے دنیا سے تیرگی دور کرنے کے لیے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت ہوئی چونکہ دین کی تکمیل مقصود تھی اس لیے چالیس سال کی پختہ عمر میں اللہ پاک نے اپنے اس محبوب و مقرب بندے کو ساری انسانیت کی ہدایت کے لیے مبعوث فرمایا جس کا امین و نیک اور پرہیزگار ہونا دشمن تک تسلیم کرتے تھے۔

نیک کام کی شروعات گھر سے ہوتی ہے اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اسلام کی دعوت اپنے گھر سے ہی شروع کی۔

قریب ترین عزیزوں۔ دوست احباب پھر قبیلہ اور اس کو وسعت دیتے ہوئے قرب و جوار کے مقامات اس دعوت کی آماجگاہ بنتے چلے گئے جب مسلمانوں کی جمعیت بڑھ گئی تو خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم نے دین کی اشاعت کا کام اور پھیلایا۔ خاص طور پر حج کے زمانہ میں دُور دراز سے آنے والے لوگوں کو مائل کرنا گویا اسلامی تعلیمات کو عام کرنے کی طرف پہلا قدم تھا۔

اہل قریش کی سازشوں سے جب مسلمانوں پر عرصۂ حیات تنگ ہونے لگا تو آپ نے جن لوگوں کو حبشہ جانے کی اجازت مرحمت فرمائی وہ بھی تبلیغ اسلام کی ایک واضح صورت تھی۔ اسی طرح رفتہ رفتہ مسلمانوں کی مدینے کی طرف روانگی آپ کے

مشن کی تکمیل کا ایک بہت بڑا ذریعہ بن گیا مدینہ منورہ سے ہجرت
کرنے کے بعد جب اسلام کو مزید تقویت پہنچ گئی اور روئے
زمین پر پہلی اسلامی مملکت وجود میں آگئی تو آپ نے مختلف
بادشاہوں اور سربراہوں کے نام دعوت اسلام دینے کے
سلسلے میں مکتوب روانہ کئے عام طور پر مکتوب کسی صحابی کے
ذریعہ بھیجا جاتا تھا۔

روم کے بادشاہ کو آپ نے جو نامۂ مبارک روانہ کیا
وہ اس طرح تھا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

خدا کے رسول محمد کی طرف سے روم کے بادشاہ ہرقل
کی طرف۔

سلامتی ہو اس پر جو خدا کی ہدایت پر عمل کرے اس کے بعد
تم کو اسلام کی دعوت دیتا ہوں۔ اگر تم اسلام قبول کرو تو دین و
دنیا کی آفتوں سے محفوظ رہو گے اور خدا تم کو دوگنا اجر عطا
کرے گا اور اگر تم نے انکار کیا تو تمہاری رعایا کا گناہ بھی
تم پر رہے گا۔

اے انجیل مقدس کے ماننے والو تم اس بات کو مان لو
جو ہمارے اور تمہارے درمیان مشترک ہے اور وہ یہ کہ ہم سوا
خدا کے کسی کی پرستش نہ کریں اور اسکے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں
اور ہم خدا کے علاوہ اور کسی کو اپنا مددگار نہ سمجھیں اور اگر تم
انکار کرو تو اس بات کی گواہی دینا کہ ہم خدا کے فرمانبردار ہیں

یہ خط صلح حدیبیہ کے بعد بھیجا گیا تھا۔ کہا جاتا ہے کہ
ہرقل نے نامۂ مبارک کی تعظیم کی مزید حالات دریافت کرنے
کے لیے ان عرب تاجروں کو جو اس مملکت میں موجود تھے طلب کیا
اور تصدیق چاہی اتفاق سے اس گروہ میں ابو سفیان بھی موجود تھے
جنہوں نے ابھی اسلام قبول نہ کیا تھا ابو سفیان وہ گو عرب تاجر اصلیت نہ چھپا سکے اور
حقیقت حال کو ذکر کیا اسکے بعد قیصر روم ہرقل نے اپنے درباریوں سے مشورہ کیا۔

اسلام قبول کرنے کی سعادت ہرقل یا اسکے ساتھیوں
کے نصیب میں نہ تھی اس لیے ان لوگوں نے انکار کیا۔

اسکے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہرقل کے نام سنہ ۹ھ
میں ایک اور خط تبوک کے بعض جنگ سے اس وقت
روانہ کیا جب کہ اسلامی لشکر رومیوں کی جنگی تیاریوں کی
وجہ سے پیش قدمی کرتے ہوئے تبوک کے میدان میں پہنچ
گیا اس کی وجہ یہ تھی کہ رومی فوجوں نے بعض عرب [illegible]
کے خلاف فوجی کارروائی شروع کردی تھی یہ خط تحریری
تھا اسے بھی قاصد رسول حضرت دحیہ کلبیؓ ہی قیصر کے
پاس لے کر گئے تھے اس خط کا مضمون کچھ اس طرح تھا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے میں تمکو
اسلام کی دعوت دیتا ہوں اگر تم اسلام قبول کرو تو تمہارے
حقوق بھی مسلمانوں کے سے ہوں گے اور فرائض بھی اگر
اسلام میں داخل ہونا نہ چاہو تو پھر جزیہ ادا کرو۔

اللہ کا حکم ہے جو لوگ اللہ پر اور یوم آخرت پر ایمان
نہ لائیں اور جس کو اللہ اور رسول نے حرام ٹھہرایا ہے اسے
اسے حرام نہ ٹھہرائیں اور خاص طور سے اہل کتاب جو دین
حق کا حق ادا نہ کریں ان سے لڑو یہاں تک کہ وہ جزیہ
دینے پر آمادہ ہو جائیں اور چھوٹے بن کر رہیں اگر تم کو
یہ منظور نہیں ہے تو کم از کم ماتحت رعیت اور اسلام کے
درمیان اس امر میں حائل نہ ہو کہ وہ اسلام قبول کریں
یا جزیہ دیں۔

اپنی حیات طیبہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
نے کوئی ڈھائی سو خطوط روانہ فرمائے تھے ان خطوط

کا تذکرہ اسلامی تاریخ کا سرمایہ ہے۔

اسلامی تاریخ میں جن خطوط کا ذکر ہے ان میں شاہ حبش نجاشی۔ شاہ فارس خسرو پرویز اور والیٔ مصر مقوقس کے نام حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مکاتیب قابل ذکر ہیں اسکے علاوہ جو خطوط لکھے گئے ہیں ان میں تین قبائل کے مذہبی پیشواؤں اور علاقائی افسروں کے نام لکھے ہوئے خطوط ہیں جو خطوط محفوظ ہیں ان پر مہر ثبت ہے جو ہر مسودہ میں ایک جیسی ہے یعنی سب سے اوپر اللہ۔ درمیان میں رسولؐ اور اس کے نیچے اسم مبارک محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔

تمام خطوط بسم اللہ الرحمن الرحیم سے شروع ہوتے ہیں اور ان کا انداز تخاطب ایک جیسا ہے جس میں القاب یا خطابت کی گنجائش نہیں ہے جس میں اللہ کا حکم ماننے اور اس پر ایمان لانے اور یوم آخرت پر ایمان کی دعوت دی گئی ہے ظاہر ہے کہ دعوت اسلام کا طریقہ اس زمانہ کے عام خوشامدی انداز تخاطب سے بدلا ہوا تھا۔ دو ٹوک بات بغیر ہیر پھیر کے بیان کی گئی ہے جس میں اسلام کی دعوت کے ساتھ اس دعوت کو قبول نہ کرنے کے نقصانات واضح کئے گئے ہیں۔

فقہی پہیلیوں کے جوابات | جواب نمبر (۱)

جانور ذبح کرتے وقت بسم اللہ پڑھنا فرض ہے (۲) شراب پینے زنا کرنے چوری کرنے جوا کھیلنے کے وقت بسم اللہ پڑھنا کفر ہے یعنی جبکہ حرام قطعی کرتے وقت بسم اللہ پڑھنے کو حلال سمجھے (۳) حرام قطعی کرنے اور چوری وغیرہ کا ناجائز مال استعمال کرنے کے وقت بسم اللہ پڑھنا حرام ہے جبکہ پڑھنے کو حلال نہ سمجھے اسی طرح حائضہ عورت سے ہم بستری کرتے وقت بھی پڑھنا حرام ہے اور وہ شخص کہ جس پر غسل فرض ہے اسے تلاوت کی نیت سے بسم اللہ پڑھنا حرام ہے (۴) جو شخص یہ کہے کہ میں نے فلاں مذہب کو چھوڑ کر دین اسلام قبول کر لیا تو وہ مسلمان ہو گیا اگرچہ اس نے کلمۂ طیبہ نہیں پڑھا (۵) اسکی صورت یہ ہے کہ وہ دل سے صحیح مانتے۔ ورنہ زبان سے اقرار کرنے کے ساتھ مذہب اسلام کو اپنا دین قرار نہیں دینا اس سبب سے وہ کافر ہے۔ اسلئے کہ کفر کی چار قسمیں ہیں (۱) کفر انکاری:۔ کہ نہ دل سے صحیح مانے اور نہ زبان سے اقرار کرے جیسے کہ فرعون وغیرہ کا کفر (۲) کفر جحودی:۔ کہ دل سے صحیح مانے مگر زبان سے اعتراف نہ کرے جیسے کہ یہودیوں وغیرہ کا کفر (۳) کفر نفاقی:۔ کہ دل سے صحیح نہ مانے مگر زبان سے اقرار کرے جیسے کہ ابی بن خلف وغیرہ کا کفر (۴) کفر عنادی:۔ کہ دل سے صحیح مانے اور زبان سے اعتراف بھی کرے مگر مذہب اسلام کو اپنا دین نہ قرار دے جیسے کہ ابو طالب وغیرہ کا کفر (۶) جبکہ سنت کو حق نہ سمجھے تو اس صورت میں نماز کو چھوڑ دینا کفر ہے (۷) جبکہ نماز کی تحقیر مقصود ہو نماز یعنی کوئی حقیر باشان چیز نہیں کہ جس کے لیے ٹوپی پہنی جائے تو اس نیت سے ننگے سر نماز پڑھنا کفر ہے۔ (۸) وہ بدعت بدعت واجبہ ہے جس کا کرنا مسلمان پر ضروری ہے اگر نہ کرینگے تو گنہگار ہوں گے (۹) بازاروں میں اور جہاں لوگ کام میں مشغول ہوں بلند آواز سے کلام مجید پڑھنا جائز نہیں لوگ نہ سنیں گے تو پڑھنے والا گنہگار ہوگا۔ (۱۰) نماز جنازہ پڑھے بغیر مردے کو دفن کرنا حرام ہے اس لیے کہ نماز جنازہ فرض ہے اور فرض کا ترک حرام ہے۔

ooo ——— ooo ——— ooo

(فقہی پہیلیاں از مفتی جلال الدین احمد امجدی)

علمِ دین کی اہمیت

حافظ محمد عبدالقدیر متعلم سال دوم

الحمدللہ الذی علم الانسان مالم یعلم والصلاۃ والسلام علی مبعوث العلم وعلی آلہ واصحابہ اجمعین

اگر اقوام عالم کے بگڑتے ہوئے طریقوں پر ایک نظر ڈالی جائے تو ہر صحیح عقل رکھنے والا اور صحیح ذہن رکھنے والا اچھی طرح جان سکتا ہے کہ دورِ حاضر میں جتنی بھی خرابیاں ظہور پذیر ہو رہی ہیں یہ محض علم دین سے دوری و لاپرواہی کا نتیجہ ہے کہیں والدین کے حقوق کو پامال کیا جا رہا ہے تو کہیں بڑوں کے آداب اور چھوٹوں کے ساتھ شفقت کو نظر انداز کیا جا رہا ہے آئے دن نئے نئے مسائل اور دردناک واقعات رونما ہو رہے ہیں غرض کے طرح طرح کے فسادات سر اٹھائے ہوئے ہیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ طلب العلم فریضۃ علی کل مسلم ومسلمۃ

یعنی علم دین کا حاصل کرنا ہر مسلمان مرد و عورت پر فرض ہے۔

فقیہ ابو اللیث سمرقندی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب (البستان) میں تحریر فرماتے ہیں۔

اعلم ان طلب العلم فریضۃ علی کل مسلم ومسلمۃ علی قدر ما یحتاج الیہ الامر دینہ مما لابد منہ من احکام الوضوء والصلاۃ وسائر الشرائع وامور معاشہ یعنی البیع والشراء والنکاح والطلاق۔

یعنی جان لو کہ علم کا طلب کرنا فرض ہے ہر مسلمان مرد و عورت پر موافق احتیاج کے امر دین میں جیسا کہ احکام وضو اور نماز اور باقی عبادتوں کے جو اس پر فرض ہیں انکا سیکھنا فرض ہے اور موافق احتیاج کے امور معاش میں مثلاً خرید و فروخت اور نکاح و طلاق کے احکام سیکھنا اس پر فرض ہے۔

اس کا یہ مطلب ہوا کہ جو عبادات بندے پر فرض ہیں ان عبادات کا علم حاصل کرنا فرض عین ہوا اسکے علاوہ دیگر تفصیلات کا جاننا فرض کفایہ ہوا۔ اگر ہم غور کریں تو معلوم ہوگا کہ کتنے لوگ ایسے ہیں جو مفروضہ عبادتوں کے علم سے واقف ہیں ہر شخص اپنا اور اپنے اہل و عیال کا محاسبہ کرے

تو خود بخود پتہ چل جائے گا۔ ہم اسلام سے محبت رکھنے کے بڑے دعویدار ہیں اور اپنے آپ کو اسلام کے دم بھرنے والوں میں شمار کرتے ہیں کیا یہ ہمارا دعویٰ صحیح ہے کیا ہماری اسلام سے حقیقی محبت ہے جبکہ جملہ عبادات کی صحت اور تحصیل علم دین ہی پر موقوف ہے اسلئے کہ ہر کام کے لئے کچھ اصول اور قواعد ہوا کرتے ہیں جس سے کوئی انسان انکار نہیں کر سکتا۔ گدا سے لیکر بادشاہ تک ہر ایک کے کاروبار کے لئے کچھ نہ کچھ قواعد و ضوابط ہوا کرتے ہیں اگر خلاف اصول کوئی کام کیا جائے تو اس میں کامیابی نہیں حاصل ہوتی اسی طرح یہ اتنی اہم شریعت جسے دین اسلام کہتے ہیں جس پر چلنے سے انسان دین و دنیا دونوں میں کامیابی حاصل کر لیتا ہے اصول و قواعد سے بے نیازی کیسے ہو سکتی ہے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں کسی تاجر کو تجارت کی اجازت نہیں تھی جب تک کہ وہ بیع و شراء کے مسائل سے واقف نہ ہو کسی زراعت کرنے والے کو زراعت کی اجازت نہ تھی جب تک کہ وہ زراعت کے شرعی مسائل سے واقف نہ ہو غرض کے تمام امور علمی روشنی میں سرانجام دئے جاتے تھے بخلاف دور حاضر کے کہ علم دین سے جتنی بے رغبتی اور بے التفاتی ہے وہ کسی سے پوشیدہ نہیں سب طالب دنیا اور تحصیل مال میں ہمہ تن مشغول ہیں اور علم دین سے اپنا رشتہ ایک دم توڑے ہوئے ہیں علم دین کی اہمیت کا اندازہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور بزرگان دین کی پاک اور مبارک سیرتوں کو پڑھ کر لگایا جا سکتا ہے کہ وہ ایک ایک حدیث شریف کی تحصیل کے لئے ہزار ہا میل پیدل سفر کیا کرتے کوفہ سے بصرہ اور بصرہ سے مدینہ طیبہ تک کے دور دراز سفر سے بھی گھبراتے نہیں تھے سفر کے دوران

کئی کئی دن فاقہ پر فاقہ برداشت کرتے اور طرح طرح کی مشقتیں گوارا کرتے۔ حضرت غوث اعظم علم دین کی تحصیل کی خاطر اپنا پیدائشی مقام "گیلان" کو خیر باد کہہ کر تقریباً چار سو میل کا پر خطر اور تکلیف دہ سفر طے کر کے شہر بغداد پہونچتے ہیں اور آپ تحصیل علم کے دوران جنگل کی طرف نکل جایا کرتے اور ننگے پیر کانٹوں اور پتھریلی زمین پر چلا کرتے اور دریائے دجلہ کے قریب جاتے تو ترکاریوں کی کونپلیں وغیرہ کھا لیا کرتے غرض جو مصیبت بھی ہوتی اسے برداشت کرتے۔ دیکھئے ان اکابر امت نے علم دین کی تحصیل کیلئے کیسی کیسی مشقتیں برداشت کیں اور ان کے پاس علم دین کی کتنی اہمیت اور وقعت تھی لیکن آج ہماری زندگی تحصیل علم کی خاطر اس قسم کے دور دراز اسفار اور مصائب کو جھیلنے سے بالکل خالی۔ ہمارے قلوب سے علم دین کی اہمیت اور عظمت بالکل جاتی رہی اسلئے کہ اگر ہمارے قلب میں ذرہ برابر بھی علم دین کی اہمیت و وقعت باقی رہتی تو آج مغربی کلچر و تمدن اور الحاد کا درس عام مسلمانوں کے لئے قابل فخر نہیں سمجھا جاتا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا شعر ہے۔

رضینا قسمۃ الجبار فینا لنا علم و للجہال مال

فان المال یفنی عن قریب و ان العلم یبقی لا یزال

یعنی اللہ تعالیٰ کی اس تقسیم پر ہم بہت خوش ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں علم دین عطا فرمایا۔ اور جہلا کو مال و دولت دیا بے شک مال عنقریب فنا ہونے والا ہے اور علم ہمیشہ باقی رہیگا اور کبھی فنا نہیں ہوگا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے :-

اطلبوا العلم ولو کان بالصین فان طلب العلم فریضۃ علی کل مسلم و مسلمۃ

یعنی علم کو طلب کرو اگرچہ چین میں ہو کیونکہ علم کا طلب کرنا فرض ہے ہر مسلمان مرد و عورت پر۔

اس حدیث شریف کا مطلب یہ ہوا کہ علم حاصل کرو اگرچہ تمہیں چین جیسے دور دراز شہروں کے اسفار کی خفت و مصائب برداشت کرنی پڑے چنانچہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور بزرگان دین نے اس پر عمل کر کے دکھایا۔

بخاری شریف کی مشہور شرح فتح الباری جو علامہ حافظ ابن حجر عسقلانی کی تصنیف ہے اس میں انہوں نے ایک واقعہ نقل فرمایا کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ مدینہ شریف میں مقیم ہیں آپ کو یہ اطلاع ہوئی ہے کہ دمشق میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث موجود ہے جس کو کوئی شخص حضور اکرم سے نقل کرتے ہیں چنانچہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ پیدل چل کر دمشق پہنچتے ہیں حدیث شریف کی سماعت کرتے ہیں اور اس کو محفوظ کر لیتے ہیں۔ دیکھا آپ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث شریف سیکھنے اور سننے کی تمنا میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کتنی مسافت طے فرمائی جس وقت سلسلہ نبوت کا آغاز ہوا اس وقت حضرت جبرئیل امین وحی لے کر غار حرا میں تشریف لائے اور آپ سے فرمایا اقرأ کہ پڑھئے محمد صلی اللہ علیہ وسلم دیکھئے یہاں حضور کو پڑھنے کے لئے کہا جا رہا ہے یہ نہیں کہا جا رہا ہے اُعبد کہ تم عبادت کرو قابل غور ہے کہ ایک نبوت کے عظیم کام کے لئے اولاً عبادت کی ضرورت نہیں تو دیگر چیزوں کے لئے کیسے ضروری ہوگی مقصود تو عبادت ہی ہے مگر عبادت علم کی تحصیل پر موقوف ہے۔ کلام ربانی ہے :-

قل ھل یستوی الذین یعلمون والذین لا یعلمون۔

اے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم آپ فرما دیجئے کیا علم جاننے والے اور علم نہ جاننے والے دونوں مساوی اور برابر ہو سکتے ہیں"

اس آیت میں استفہام انکار کے لئے ہے یعنی دونوں ہرگز برابر نہیں ہو سکتے چونکہ ظاہر ہے کہ جاہل کی مثال مردہ اور عالم کی مثال زندہ کی سی ہے جاہل ہمیشہ جہل کی وجہ سے ظلمتوں کے سمندر میں غوطہ زن رہتا ہے اور عالم علم کے نور کے سبب معرفت کے سمندر سے نور الٰہی کا اکتساب کرتا ہے۔

وعن علی رضی اللہ عنہ انہ قال الناس رجلان عالم ربانی و متعلم علی سبیل النجاۃ وسائرھم ھمج رعاع واتباع کل ناعق یمیلون مع کل ریح والعلماء باقون ما بقی الدھر اعیانھم مفقودۃ وامثالھم فی القلوب موجودۃ

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا تمام مخلوق میں نجات کے راستہ پر دو طرح کے لوگ ہیں عالم ربانی اور علم سیکھنے والے اور باقی بیوقوف نالائق اور پیچھے بھاگنے والے ہیں ہر آواز دینے والے کے اور ہر ہوا کے ساتھ ہو جانے والے ہیں اور عالم باقی ہیں جب تک زمانہ باقی ہے ذاتیں ان کی مفقود ہیں اور مثل ان کے دلوں میں موجود ہیں۔ (الیتاً)

ان فقیھا واحدا متورعا۔ اشد علی الشیطان من الف عابد۔

بیشک ایک متقی عالم زیادہ بھاری ہے شیطان پر ہزار غیر عالم عابد سے اسلئے کہ شیطان ایک جاہل عابد کو جتنی آسانی سے بہکا سکتا ہے ایک متقی عالم کو نہیں بہکا سکتا کیونکہ اس کے پاس شیطان کے مکر و فریب پرکھنے کی کسوٹی اور معیار رہتا ہے جو جاہل کو نصیب نہیں۔ کسی نے سچ کہا ہے۔

پگھلنا علم کی خاطر مثال شمع زیبا ہے
بغیر اس کے نہیں پہچان سکتے ہم خدا کیا ہے

شیخ محمد عبدالغفور قادری متعلم فاضل سال اول

انسان کی تخلیق سے لے کر اب تک ہر دور میں اللہ تعالیٰ نے قوموں کی ہدایت کے لئے انبیاء علیہ السلام کو حسب ضرورت مبعوث فرمایا جو اس دھرتی پر خدا کے پیغام کو سناتے اور بندوں کو ہدایت کی طرف بلاتے رہے لیکن بڑے لوگ ان سے اختلاف کرتے اور اللہ کے نبی کا انکار کرتے رہے اور جو مانے وہ بھی نبی کے اس دنیا سے پردہ فرمانے کے بعد بہت سی چیزوں میں ہیر پھیر کر دئے جیسے موسیٰ علیہ السلام کی قوم بنی اسرائیل یہ لوگ نبی کو مانتے تو تھے گر نبی کے اس دنیا سے پردہ فرمانے کے بعد آپس میں ایک دوسرے سے اختلاف کئے اور انیں (۷۲) فرقہ ہو گئے اس طرح قوم عیسیٰ یعنی نصاریٰ یہ لوگ بھی آپس میں اختلاف پیدا کر کے گمراہ ہو گئے۔ یہی حال آج اس امت محمدیہ میں بھی ہو رہا ہے عام طور پر لوگ بہت سی چیزوں کو اپنی جانب سے کچھ کا کچھ نکال لئے ہیں جو کہ اس شریعت کے لانے والے نبی دونوں عالم کے آقا حضرت احمد مختار سید العرب والعجم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے احادیث اور قرآن کریم کے بھی خلاف ہے۔ جیسے مسئلہ خاتم النبیین، ایسے دور میں علماء پر ضروری ہوا کہ حق کو حق اور باطل کو باطل ظاہر کریں۔ تاکہ ان علماء ظاہر کے دھوکے سے کہیں قوم دھوکہ نہ کھا جائے نبی آخر الزماں خاتم پیغمبراں کا ارشاد گرامی ہے۔

عن بریدۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نھیتکم عن زیارۃ القبور فزوروھا۔ (رواہ مسلم)

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے آپ نے فرمایا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا میں تم کو قبروں کی زیارت سے روکا تھا۔ اب زیارت کر سکتے ہو۔

اور ایک روایت میں ہے:۔

عن ابی مسعود قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کنت نھیتکم عن زیارۃ قبور فزوروھا فانھا تزھد فی الدنیا وتذکر فی الآخرۃ۔ (رواہ ابن ماجہ)

میں تم کو زیارت قبور سے منع کیا تھا اب انکی زیارت کرو کیونکہ زیارت قبور دنیا سے بے رغبتہ کرتی ہے اور آخرت کو یاد دلاتی ہے۔

ان احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ زیارت قبور مطلقاً جائز ہے۔ بعض حضرات اولیاء اللہ کے مزارات کی زیارت کے لئے سفر کرنا ناجائز قرار دیتے ہیں۔ اور اس کی دلیل میں یہ حدیث پیش کرتے ہیں۔

عن ابی سعید الخدری قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا تشدوا الرحال الا الی ثلاثۃ مساجد مسجد الحرام ومسجدی ھذا ومسجد الاقصیٰ۔ (رواہ ترمذی) پیش کرتے ہیں۔

جس کا ترجمہ

ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنے کجاؤں کو مت باندھو مگر تین مسجدوں کی طرف ۱۔ مسجد حرام ۲۔ مسجد نبوی ۳۔ مسجد اقصیٰ۔

حالانکہ اس حدیث کی وضاحت اور مطلب پہ ذرا بھی تامل کیا جائے تو معلوم ہو جائے گا کہ یہ مفہوم صحیح نہیں، جیسا کہ شیخ الہند محمود الحسن صاحب صدر مدرس دیوبند اپنی کتاب تقریر ترمذی میں فرماتے ہیں کہ۔

"بعض لوگوں نے اس حدیث سے زیارت قبور کے لئے سفر کرنے کے عدم جواز پر استدلال کیا ہے لیکن حدیث شد رحال سے زیارت قبور کے لئے سفر کے عدم جواز پہ استدلال کرنا صحیح نہیں ہے۔ اس لئے کہ مستثنیٰ منہ مستثنیٰ کے جنس سے ہونا ضروری ہے۔ اور یہاں پہ مستثنیٰ منہ لفظ مساجد ہے اور اس کے معنیٰ یہ ہوئے کہ لا تشدوا الرحال الی مسجد من المساجد الا الی ثلثۃ مساجد اس سے ثابت ہو گیا کہ شد رحال مساجد کے تعلق سے ہے نہ کہ زیارت قبور کے تعلق۔

بہر حال جمہور علماء اولیاء کرام کے مزارات کے زیارت کے جواز کے قائل ہیں۔

اور لا تشدوا میں جو نہی وارد ہے وہ ان تینوں مسجدوں کے علاوہ دوسرے مساجد کی طرف قصد کرنے کے بارے میں ہے کیونکہ ان کے علاوہ دوسرے مساجد مرتبہ میں سب برابر ہیں۔

علماء اہل سنت والجماعت کا یہ متفقہ فتویٰ ہے کہ اولیاء کے مزارات پہ جا سکتے ہیں اور ان کے وسیلے سے دعا بھی کر سکتے ہیں۔ عمران القلوب میں لکھا ہے کہ۔

"مزارات اولیاء پہ دور دراز سے سفر کر کے بہ نیت زیارت جانا جائز بلکہ مامور بہ اور مستحب ہے۔" اور آگے کہتے ہیں "اولیاء کو اللہ تعالیٰ نے حصول مقاصد دینی و دنیوی کیواسطے عمود کیا ہے بلکہ قیام انتظام عالم سب انہیں کے وجود باجود سے وابستہ ہے جنکے القاب مبارک ابدال، غوث، قطب، نقبا، نجبا اور اوتاد، افراد وغیرہ کہتے ہیں اور اس حدیث شریف سے ثابت ہے جو کہ ابو نعیم ابن عساکر اور ملا علی قاری نے اپنی کتب میں ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔

عن ابن مسعود قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم للہ عزوجل فی الخلق ثلثمائۃ قلوبھم علی قلب آدم علیہ السلام وللہ فی الخلق اربعون قلوبھم علی قلب موسیٰ علیہ السلام۔ الخ

اس کے علاوہ وسیلہ لینے کے متعلق خود کئی آیات قرآنی سے ثبوت ملتا ہے۔ ارشاد خداوندی ہے۔

یا ایھا الذین آمنوا اتقوا اللہ وابتغوا الیہ الوسیلۃ وجاھدوا فی سبیلہ لعلکم تفلحون۔

ترجمہ: اے ایمان والو اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور اس کی طرف وسیلہ طلب کرو اور اس کی راہ میں جہاد کرو تم ضرور کامیاب ہو گے (تم ضرور مراد پاؤ گے)

اس آیت کریمہ کی وضاحت کرتے ہوئے صاحب عمران القلوب

فرماتے ہیں کہ حق تعالیٰ ایمان کے بعد جس طرح تقویٰ اور جہاد کا حکم دیا اسی طرح وسیلہ طلب کرنے کا بھی حکم فرمایا اور یہاں پر وسیلہ سے مراد اولیاء ہی کا وسیلہ ہے اور اس آیت میں جو وسیلہ ہے اس سے مراد عمل صالح یا امر بالمعروف و نہی عن المنکر یا عام طاعات و عبادات نہیں ہو سکتے۔ اس واسطے کہ وہ تقویٰ میں داخل ہے اس لئے کہ تقویٰ عام ہے امتثال اوامر اور اجتناب نواہی کا اور ابتغوا معطوف ہے اتقوا کا اور نحو کا قاعدہ ہے کہ معطوف علیہ اور معطوف میں مغائرت ہوتی ہے اور اسی طرح وسیلہ سے جہاد بھی مراد نہیں ہو سکتا اس کی دلیل بھی وہی ہے جو اوپر گذری پس اس سے ثابت ہو گیا کہ وسیلہ سے مراد اولیاء ہی ہیں اور اس آیت سے کئی نکات نکلتے ہیں جسکو عمران القلوب میں لکھا ہے۔

اول یہ کہ ابتغوا الیہ الوسیلۃ سے پہلے ایمان اور تقویٰ کا وصف ذکر فرما کر یہ بتایا کہ ہمارے مقبولوں اولیاؤں کی [illegible] طلب ایمان اور تقویٰ کی نشانی ہے ان کا طالب نہ ہوگا مگر سچا مومن متقی و پرہیزگار ہوگا کیونکہ ان کی طلب حقیقت میں ہماری طلب ہے کہ وہ ہمارے قرب کا وسیلہ ہیں۔"

دوسرا نکتہ یہ ہے کہ اس مضمون کے اشارہ سے سمجھایا کہ جو اولیاء کا طالب نہ ہو ان کی زیارت و ملاقات اور انکی طرف سفر کو منع کرے اسے بدعت یا شرک جانے اس کے ایمان میں نقصان ہے وہ متقی نہیں بلکہ فاسق فاجر ہے کہ ہمارے قرب اور وسیلہ سے زاجر ہے ایسوں سے دور رہا کرو ان کا کہنا مت مانو ہشیار ہو جاؤ خواب غفلت سے جاگو اولیاؤں کی زیارت کرو انکو ہمارے قرب کا وسیلہ کامل جانو ان سے مدد مانگو انکی طرف دوڑو کہ تمہارے ایمان کی نشانی تقویٰ کی علامت اور اسمیں اسلام و ایمان کی علامت ہے۔"

تیسرا نکتہ یہ ہے کہ "لفظ وسیلہ پر اکتفا نہ کیا بلکہ اس کے ساتھ الیہ کا لفظ بھی ضم کیا جسکی ضمیر اللہ تعالیٰ کی طرف راجع ہے اس سے یہ بتایا کہ اولیاء ہماری طرف تم کو لانے والے ہیں تم کو ہم تک پہونچانے والے ہیں اسی واسطے ہم نے ان کو تمہارے لئے وسیلہ خاص بنایا ہے کہ ان کے واسطے اور ان کے ذریعہ اور ان کی توجہ اور ان کے فیض سے تم ہماری طرف کھنچکر آؤ گے اور وہ تمکو ہماری طرف جذب کریں گے ان کا قرب جہاں تک ممکن ہو ڈھونڈو ان کی تلاش کرو دور دراز سے ان کے طالب شیدائی بن کر ان کے آستانہ پر حاضر ہو۔ ان کی طرف جانا ہماری طرف آنا ہے۔ ان تمام قرآن و حدیث کے دلائل سے زیارت قبور کے لئے جانا اور اسکا مستحب ہونا ثابت ہو گیا۔"

یہ تھا اولیاء علماء و صلحاء کے مزارات کی زیارت" رہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت اس کے متعلق تو علماء کہتے ہیں کہ زیارت النبی اجب [illegible] اور اسکی کئی احادیث سے ثابت کئے ہیں کہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زیارت کی ترغیب فرمائی۔ ارشاد رسول اللہ ہے۔ فرمایا جس شخص نے گنجائش پائی اور زیارت نہیں کی پس اس نے مجھ پر ظلم کیا" اور ایک جگہ ارشاد ہے۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من زار قبری وجبت لہ شفاعتی۔ (دار قطنی)

یعنی جس نے میرے قبر شریف کی زیارت کی اس کے لئے

میری شفاعت واجب ہے" دوسری جگہ ارشاد ہے۔

من زارنی بعد وفاتی فکانما زارنی فی حیاتی۔

یعنی جس نے میری اس دنیا سے پردہ فرمانے کے بعد میری زیارت کی گویا اس نے میری زندگی میں میری زیارت کی"

ان احادیث شریفہ کے باوجود اس سے روکنا تعجب خیز ہے!

بہرحال بلا کسی تخصیص کے عورت مرد سب کے لئے زیارت قبور جائز ہے اور تمام فقہ کی کتابوں میں یہی لکھا ہے۔ مگر اکثر دیکھا جاتا ہے کہ عورتیں بہت ہی خلاف شریعت کام کرتی ہیں۔ اس لئے اس کا خاص خیال رکھیں بلکہ کثرت سے جانے سے احتیاط کریں۔ مگر بعض لوگ عورتوں کو بہت ہی سختی سے روکتے ہیں یہ بھی بالکل غلط ہے۔ ہاں اتنا ضرور کرنا چاہیے کہ ان کو خلاف شریعت کوئی کام ہونے نہ دے۔ رہا زیارت کا طریقہ تو علماء نے یوں بیان کیا ہے۔ جب کسی مزار کے پاس زیارت کے لئے جائے تو پائنتی کی جانب سے داخل ہوتے ہوئے یہ پڑھیں السلام علیکم دار قوم مومنین و انا انشاء اللہ بکم لاحقون۔ یا کسی کی مزار پر سلام کرنے میں ان سے خطاب بھی کرسکتے ہیں مثلاً السلام علیکم یا والدی۔ السلام علیکم یا سیدی وغیرہ۔ اور آگے بڑھکر صاحب مزار کے چہرہ کی جانب اپنا رخ کر کے مزار سے کچھ فاصلہ پر کھڑے ہوں فاتحہ گزرانیں اور دل میں یہ خیال رکھیں کہ صاحب مزار مجھے دیکھ رہے ہیں اور فاتحہ سے قبل یہ

یہ پڑھیں سلام علیکم بما صبرتم فنعم عقبی الدار بعد ازاں فاتحہ پڑھیں اور اس کے بعد ہاتھ اٹھا کر صاحب مزار کے وسیلے سے دعا کرنا بھی جائز ہے۔

آج کل ہمارے سجادوں اور مجاوروں کے کچھ کوتاہیوں کی وجہ سے درگاہوں کے پاس خلاف شریعت اور بدعت کام بہت ہو رہے ہیں جسکی وجہ سے مخالفین اس کو دلیل بنا کر لوگوں کے ذہنوں کو اولیاء سے دور کر رہے ہیں تو ان سجادوں اور مجاوروں اور وہاں کے رہنے والوں علماء کا فرض ہے کہ خلاف شریعت و بدعت کاموں سے روکیں۔

دعا ہے کہ خدا ہم کو قرآن و حدیث کو صحیح سمجھ کر اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور ان اختلافات سے بچائے اور ہمارا خاتمہ بالخیر فرمائے آمین ثم آمین برحمتک یا ارحم الراحمین

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

بدخلقی سے بدتر کوئی گناہ نہیں

* اور فرمایا جو شخص تین دن سے زیادہ ترک ملاقات کریں اور بات چیت موقوف کریں اور اسی حالت پر مرجائیں تو وہ دوزخ میں داخل ہونگے۔
* فرمایا رشوت دینے اور لینے والے دوزخ میں ڈالے جائینگے۔
* اور فرمایا جو شخص کسی ظالم کے ساتھ اس کی مدد کی غرض سے چلے اور وہ جانتا ہے کہ وہ ظالم ہے یعنی حق پر نہیں ہے تو وہ اسلام سے خارج ہوگیا۔

الحمد للہ حمداً موافیاً لنعمہ مکافیاً لمزیدہ والصلوٰۃ والسلام علیٰ سیدنا محمد وآلہ واصحابہ وجنودہ، اما بعد

جمعیۃ الطلباء، طلباءِ جامعہ کی ایک علمی ادبی اور اصلاحی انجمن ہے جسکے ذریعہ ہم طلباء اپنی ہر جہتی خوابیدہ اعلیٰ صلاحیتوں کو اجاگر کرتے ہیں بالفاظ دیگر ہم طلباء کے لئے ہماری جمعیۃ اپنی آپ اصلاح کا بہترین ذریعہ ہے جسکے تحت ہم جمع ہوکر اپنے آپ کو علمی، اصلاحی کوششوں سے وابستہ کرتے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنے کلام پاک میں فرماتا ہے ان اللہ لا یغیر ما بقوم حتیٰ یغیروا ما بانفسھم

علامہ اقبال نے ایک شعر سے اسکی تفسیر یوں کی ہے ؎

خدا نے آج تک اس قوم کی حالت نہیں بدلی
نہ ہو جسکو خیال خود اپنی حالت کے بدلنے کا

اسی شعور کی بیداری کی غرض سے جامعہ کے قیام کے ساتھ ہی جمعیۃ کے قیام عمل میں آیا، اس وقت سے آج تک جمعیۃ اس مقصد کے حصول میں کامیاب کوشش کرتی آرہی ہے چنانچہ طلباء میں تحریری صلاحیت کو اجاگر کرنے کی غرض سے مجلہ سالانہ "مجلہ انوار نظامیہ" شائع بھی کیا جاتا ہے غرض جمعیۃ کا خاص مقصد طلباء میں علمی و اصلاحی ماحول پیدا کرنا ہے اور اب تک برابر اس مقصد میں کامیابی ہوتی آرہی ہے لیکن اس اہم بنیادی مقصد میں ہماری کامیابی ہمیشہ ہمارے اتحاد واتفاق پر موقوف ہے۔ جسکی تعلیم قرآن وحدیث میں آئی ہے اور تاریخ بھی ہمیشہ اسکی گواہی دیتی ہے۔ بزبان شاعر اتحاد کی اہمیت یوں ظاہر ہوتی ہے ؎

ایک ہو جائیں تو بن سکتے ہیں خورشید
ورنہ ان بکھرے ہوئے تاروں سے کیا بات بنے

انجمن کے منجملہ مقاصد میں جامعہ کی بقاء و ارتقاء کے لئے کوشش کرنا بانیٔ جامعہ (حضرت مولانا انوار اللہ فاروقی علیہ الرحمہ) کے مسلک و منشاء کے مطابق جامعہ کو چلانے میں ارباب جامعہ کا تعاون کرنا بھی ہے، جمعیۃ نے اپنے مقاصد کی تکمیل کے لئے ایک ایک دستور العمل اور چند بنیادی اصول قائم کئے ہیں تقسیم عمل کے لئے اس کے تین شعبے کئے گئے ہیں۔

۱۔ بزم ادب ۲۔ بزم اصلاح ۳۔ بزم انوار

بزم ادب کے تحت جو امور انجام پاتے ہیں وہ یہ ہیں۔

طلباء میں تحریر و تقریر کا ذوق پیدا کرنا۔ اس کے لئے ہر ہفتہ واری

جلسے منعقد کرنا اس کے علاوہ اس شعبے کے تحت سال میں دو عظیم الشان جلسے بھی منائے جاتے ہیں جن میں سے ایک جلسہ میلاد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور دوسرا اہتمام یوم امام اعظم منعقد ہوتے ہیں اور اسی بزم کے تحت مجلہ انوار نظامیہ کی بھی اشاعت ہوتی ہے اس بزم کے معتمد مولوی سید محمد یوسف صدیقی صاحب کامل الفقہ ہیں۔

بزم اصلاح : اس بزم کا مقصد طلباء میں اخلاق حسنہ تہذیب و شائستگی اور شفقت و احترام کا جذبہ پیدا کرنا اس بزم کے لئے ایک معتمد اور تین عرفاء منتخب کئے جاتے ہیں۔

(۱) عریف الصلوٰۃ (۲) عریف دارالاقامہ (۳) عریف الطعام اور سال حال تعلیمی سہولت کی خاطر ایک اور عریف، عریف تعلیم کا اضافہ کیا گیا ہے اس طریقہ سے اب بزم اصلاح کے چار عرفاء ہیں عریف الصلوٰۃ کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ طلباء پر باجماعت نماز کی نگرانی رکھنا کہ قبل از قبل وہ مسجد میں حاضر ہو جائیں اور اوقات نماز کا بلحاظ حسب موسم مناسب تعین کرنا اسکے عریف حافظ محمد عارف صاحب ہیں متعلم عالم (۲)

عریف دارالاقامہ : کی یہ ذمہ داری ہوتی ہے کہ وہ طلباء کے جملہ امور سے باخبر رہے اور ان کے لئے نفع بخش امور کا انسداد کی اور ان سے ضرر رساں اشیاء کا ازالہ کرنا۔ جامعہ میں منعقدہ تمام جلسوں میں طلباء کو جمع کرنا و نیز طلباء کی کوئی واجبی شکایات و مسائل جو دارالاقامہ سے متعلق ہوں ارباب جامعہ کو متوجہ کرنا۔ اور اس کے عریف

عریف طعام : پر یہ ذمہ داری ہوتی ہے کہ وہ طلباء کے طعام کا جو جامعہ کی طرف سے مقرر ہے جو وہ انتظام کروائے اور اسکے لئے جامعہ سے جو رقم متعین ہے اس کا صحیح استعمال ہو رہا ہے یا نہیں معلوم کرے تاکہ اس کا غلط استعمال نہ ہونے پائے اور اسکے عریف مولوی خواجہ عارف الدین صاحب متعلم فاضل ہیں۔

عریف تعلیم : کی واجبات اور ذمہ داریوں میں سے ایک طلباء کو تعلیمی امور میں مشغول رکھنا، اعادہ اسباق اور مطالعہ کرنے کی جانب متوجہ کرنا اور اس کا باقاعدہ پروگرام مرتب کرنا تاکہ طلباء میں کسی قسم کی تعلیمی کمزوری باقی نہ رہے اور اسکے عریف مولوی حافظ محمد عبد القدیر کامل الفقہ ہیں۔

اور اسی بزم کے تحت تعلیمی تفریح کا پروگرام بھی ہوتا ہے ہر سال کسی نہ کسی مقام پر لے جایا جاتا ہے۔ سال حال بھی کرفیو سے ہوئے تعلیمی نقصانات کا خیال کرتے ہوئے ایک مختصر تعلیمی تفریحی پروگرام بیدر شریف، بیجاپور، گلبرگہ شریف ترتیب دیا گیا تھا الحمد للہ کامیاب رہا اور اس بزم کے معتمد مولوی شیخ عبد الغفور صاحب خازن جمعیۃ ہیں۔

بزم انوار : اس بزم کا مقصد یہ ہے کہ طلباء کو تقریری، تحریری، مقابلوں کے لئے مناسب کتب و رسائل فراہم کرے اور ایسے کتب فراہم کرے جو طلباء کے لئے مفید ہوں اس بزم کے لئے بھی ایک معتمد منتخب کیا جاتا ہے۔ مولوی شیخ محبوب صاحب اسکے معتمد ہیں۔

مختلف شعبہ جات میں جو عرفاء ہیں وہ اپنے مفوضہ امور کی انجام دہی کا ایک جامع لائحہ عمل و پروگرام بنا کر جمعیۃ میں پیش کرتے ہیں جمعیۃ کی جانب سے اسکی توثیق کے بعد اسکو روبہ عمل لایا جاتا ہے۔ الحمد للہ جمعیۃ الطلباء اپنے مقاصد میں برابر کام کرتی آرہی ہے اور آئندہ بھی انشاء اللہ اپنی کد و کاوش اسی طرح جاری رکھے گی۔

اس مختصر رپورٹ کے بعد اختتام پر رب العزت رحمن و تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا کرتا ہوں کہ ہم کو توفیق خیر عطا فرمائے اور سبیل رشد و ہدایت پر گامزن رکھے۔ ہم کو اپنی کتاب و سنت کا بہترین عالم باعمل بنائے اور اپنی رضا سے سرفراز فرمائے آمین۔

سال حال جمعیۃ الطلباء کے انتخابات زیر نگرانی حضرت مولانا عبداللہ قریشی صاحب شیخ الادب عمل میں آئے۔

صدر جمعیۃ الطلباء: مولوی سید نعمت اللہ قادری صاحب

نائب صدر: مولوی سید محمد یوسف صدیقی صاحب کامل الفقہ سال آخر

معتمد: محمد سراج احمدؔ کامل الادب سال اول

نائب معتمد: مولوی محمد عثمان علی احمد عاصمؔ فاضل سال آخر

خازن: مولوی شیخ عبدالغفور قادری صاحب فاضل سال اول

مولوی حافظ محمد عبدالقدیر صاحب رکن کامل الفقہ سال آخر

مولوی محمد منیر علی صاحب رکن کامل الادب سال اول

مولوی حافظ محمد عبدالحلیم صاحب رکن فاضل سال آخر

مولوی قاضی محمد عبدالماجد صاحب صدیقی رکن فاضل سال آخر

مولوی قاضی محمد احمد رفعت الدین صاحب رکن فاضل سال اول

مولوی شیخ محبوب صاحب رکن عالم سال آخر

مولوی محمد عارف صاحب رکن معتمد

مولوی محمد عبدالرحمن صاحب رکن عالم سال اول

مولوی محمد عبدالسلام رکن مولوی سال آخر

مولوی حافظ غلام سبحانی رکن مولوی سال اول

از حافظ محمد نذیر افروز نویدؔ

نظم

علم و ادب کا تاباں گوہر نظامیہ ہے
اسلامیت کا ماہِ انور نظامیہ ہے

وہ کون ہے جہاں میں اسکو نہ جانتا ہو
شمس و قمر کی طرح اظہر نظامیہ ہے

علم فقہ ہو یا ہو علم حدیث و قرآں
ہر ایک فن کا روشن اختر نظامیہ ہے

ہیں اور بھی مدارس لیکن ہمیں غرض کیا
اہل دکن کا دینی رہبر نظامیہ ہے

یہ خوبرو عمارت یہ خوشنما نظارے
گویا کہ خلد کا اک منظر نظامیہ ہے

انوار احمدی کا ہر ورق کہہ رہا ہے
سرکار کی ثنا کا خوگر نظامیہ ہے

اپنے و غیر سب ہی فیض اس سے پا رہے ہیں
جود و سخا کا گہرا ساگر نظامیہ ہے

اس ارض پہ ہو کیونکر نازاں نصیب ہیں
برکت کی یہ زمیں ہے جس پر نظامیہ ہے

ہمارا ترانہ

ڈاکٹر صوفی افسر الحق دہلوی
سابق استاذ جامعہ نظامیہ

قائم رہے الٰہی یہ مدرسہ ہمارا — اسلامیت کا مرکز ہے جامعہ ہمارا
مشفق اساتذہ ہیں شاگرد ہیں مؤدب — ہوتا ہے طے بخوبی ہر مرحلہ ہمارا
درسِ حدیث و فقہ مقصود و مدعا ہے — تحصیل علم قرآں ہے مشغلہ ہمارا
سب مانتے ہیں لوہا تعلیم کا ہماری — دنیا کے جامعوں میں ہے تذکرہ ہمارا
توحید کی اشاعت تفویض ہے ہمارے — تکذیب کفر و باطل ہے ضابطہ ہمارا
اللہ نے بنایا ہے ہم کو خیر امت — سردار انبیاء سے ہے سلسلہ ہمارا
آگے قدم بڑھا کے ہٹتے نہیں ہیں پیچھے — عالم پہ آشکارا ہے حوصلہ ہمارا

افسرؔ کی یہ دعا ہے خلاق دو جہاں سے
اونچا رہے جہاں میں یہ جامعہ ہمارا

پُرنور کر کے لوٹا حق کی تجلیوں سے — ظلمت کدے میں پہنچا جب قافلہ ہمارا
نام خدا کا سکہ جاری کیا زمیں پر — ہے یاد آسماں کو ہر معرکہ ہمارا
انصاف و عدل پر ہے قائم ہمارا مذہب — اغیار مانتے ہیں ہر فیصلہ ہمارا
ہم کو نہیں تنفر ہم میں نہیں تعصب — ہر قوم سے مساوی ہے رابطہ ہمارا
پائے گا اک ہمیں کو امن و اماں کا حامی — لے صدق دل سے کوئی گر جائزہ ہمارا
حق کے لیے جئیں گے حق ہی پہ ہم مٹیں گے — حق ہی عطا کرے گا ہم کو صلہ ہمارا
اسلام نے بتایا ہے ہم کو بھائی بھائی — حل اتحاد سے ہے ہر مسئلہ ہمارا

قائم رہے دکن میں یہ جامعہ ہمارا
تعلیم گہ ہے اسلامیہ ہمارا

ہو علم دیں کا منبع قائم سدا ہمارا — ہے آرزو ہماری اور مدعا ہمارا
اللہ کو جانتے ہیں اللہ کو مانتے ہیں — ہم ہیں خدا کے بندے اور ہے خدا ہمارا
اللہ کے جو نبی ہیں محبوب ہیں ہمارے — حُبِّ محمدی ہے شیوا سدا ہمارا
ابراہیمؑ اور اسحاقؑ اسمٰعیلؑ اور یوسفؑ — یحییٰؑ نبی ہمارے اور زکریاؑ ہمارا
آدمؑ و نوحؑ و عیسیٰؑ ادریسؑ اور موسیٰؑ — سارے پیمبروں سے ہے سلسلہ ہمارا
داؤدؑ اور سلیمانؑ ایوبؑ ہوں کہ یونسؑ — صدر الصدور سب کا ہے مصطفیٰ ہمارا
بوبکرؓ اور عمرؓ کا عثمانؓ اور علیؓ کا — خلفائے راشدین کا ہے میکدہ ہمارا

قائم رہے دکن میں یہ جامعہ ہمارا
تعلیم گہ ہے اسلامیہ ہمارا